شفیق مرزا

فجعلنا عاليها سافلها

اور ہم نے ان بستیوں کو تہ وبالا کر دیا

(القرآن)

شہر سدوم

ترتیب و تسوید:

شفیق مرزا

مرکز تحقیق کردار مرزائیت، کراچی

انتساب

- سدوم
- عمورہ
- ادمہ

اور ــــــــــــــــــــ

- زبوہ

ــــــــــــــــــــ کے نام!

فہرست

دیباچہ

قادیانی امت اور جنسی انارکی

کسی شخص یا گروہ کی جنسی انارکی کے واقعات کا تذکرہ یا ان کی اشاعت عام طور پر ناپسندیدہ خیال کی جاتی ہے۔ ہمیں بھی اصولاً اس سے اتفاق ہے لیکن اس امر کی وضاحت ضروری سمجھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص مذہب کا لبادہ اوڑھ کر خلق خدا کو گمراہ کرے اور "تقدس" کی آڑ میں مجبور مریدوں کی عصمتوں کے خون سے ہولی کھیلے' سینکڑوں گھروں کو ویران کر دے' انبیاء علیہم السلام اور دیگر مقدس افراد کے بارے میں ژاژ خائی کرے تو اسے محض اس بنا پر نظرانداز کر دینا کہ وہ ایک مذہبی دکان کا باا‌ثر مالک ہے' قانوناً' شرعاً' اخلاقاً ہر لحاظ سے نادرست اور ناواجب ہے۔ قرآن مجید نے مظلوم کو نہایت واضح الفاظ میں ظالم کے خلاف آواز حق بلند کرنے کی اجازت دی ہے۔ بقولہ تعالیٰ **لا یحب اللہ الجھر بالسوء من القول الا من ظلم** مرزا غلام احمد نے جس زبان میں گل افشانی کی ہے' کوئی بھی مہذب انسان اسے پسند نہیں کر سکتا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بطور خاص ان کا نشانہ بنے ہیں۔ گو دیگر انبیاء کرام اور صلحا امت میں سے بھی شاید ہی کوئی فرد ایسا ہوگا جو ان کی "سلطان القلمی" کی زد میں نہ آیا ہو۔ مسلمانوں کو "کنجریوں کی اولاد" قرار دینا' مولانا سعد اللہ لدھیانوی کو "نحس" اور "نطفتہ السفہا" کے نام خطاب کرنا' مناظرہ مد میں مسلمانوں کے شہرہ آفاق مناظر کو "بھونکنے والا کتا" کے الفاظ سے یاد کرنا اور اس نوع کی دیگر بے شمار دشنام طرازیاں ہر سعید فطرت کو سوچنے پر مجبور کر دیتی ہیں کہ وہ کون سی نفسیاتی الجھن ہے' جو نبوت کا دعویٰ کرنے والے اس شخص کو ایسے الفاظ استعمال

کرنے پر مجبور کر رہی ہے۔ مرزا غلام احمد کے بعد ان کے بیٹے مرزا محمود نے اپنے بلند بانگ دعاوی کی آڑ لے کر جن قبیح حرکات کا ارتکاب کیا۔۔۔ ان کی طرف سب سے پہلی انگلی پیر سراج الحق نعمانی نے اٹھائی اور اس "ابن صالح" کے کرتوتوں کے بارے میں ایک رقعہ لکھ کر مرزا غلام احمد کی پگڑی میں رکھ دیا' گو پیر کا بیٹا "مریدوں کی عدالت" سے شبہ کا فائدہ حاصل کر کے بچ گیا' لیکن اس کے دل میں یہ بات پوری طرح جاگزیں ہو گئی کہ مریدوں کی تطہیر ذہنی ہی کافی نہیں' معاشی جبر کے ساتھ ساتھ ان پر ریاستی جبر کے ہتھکنڈے بھی استعمال کیے جائیں تاکہ وہ کبھی سچ بات کہنے کی جرات نہ کر سکیں۔ پیر سراج الحق نعمانی نے اظہار حق کا جو "جرم" کیا تھا' اس کی پاداش میں مرزا محمود نے ساری عمر اسے چین نہ لینے دیا اور ہر ممکن طریقہ سے اس پر تشدد کیا۔ اطمینان کامل کے بعد مرزا محمود پھر اپنے دھندے میں مصروف ہو گیا اور اس کی اہرمنی احتیاطوں کے باوجود ہر چند سال کے بعد اس پر بدکاری کے الزامات لگتے رہے۔ مباہلے کی دعوتیں دی جاتی رہیں' مگر وہاں ایک خامشی تھی' سب کے جواب میں۔ جوں جوں وقت گزرتا گیا' بڑے بڑے مخلص مرید' واقف راز ہو کر ایک ہی نوعیت کے الزامات لگا کر علیحدہ ہوتے گئے اور انسانیت سوز بائیکاٹ کا شکار ہوتے رہے۔ حیران کن امر یہ ہے کہ تین تین یا پانچ پانچ سال بعد الزامات لگانے والے ایک دوسرے سے قطعاً ناآشنا ہیں مگر الزامات کی نوعیت ایک ہی ہے اور واقعہ یہ ہے کہ مرزا محمود یا اس کے خاندان کے افراد نے کبھی بھی حلف موکد .عذاب اٹھا کر اپنے "مصلح موعود" کی پاکیزگی کی قسم نہیں کھائی۔ مرزا محمود کی سیرت کے تذکرہ میں ان کی ازواج اور بعض دیگر رشتہ داروں کا نام بھی آیا ہے۔ ہم ان کے نام حذف کر دیتے کیونکہ وہ ہمارے مخاطب نہیں لیکن اس خیال سے کہ ریکارڈ درست رہے' نیز اس بنا پر کہ وہ بھی اس بدکار اعظم کی شریک جرم ہیں' ہم نے ان کے نام بھی اسی طرح رہنے دیے ہیں۔ حال ہی میں ہفت روزہ "نصرت" کراچی (14 مارچ 1979) سے متعلق ایک صحافی خاتون نے خلیفہ جی کی ایک سراپا مہر بیوی سے پوچھا کہ

اتنی کمسنی میں آپ کی شادی مرزا محمود ایسے بوڑھے سے کیسے ہوگئی تو انہوں نے جواباً" کہا جیسے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شادی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوگئی تھی۔ اس جواب سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس ظلمت کدے کا ہر فرد مقدسین امت پر کیچڑ اچھالنے کی مذموم سعی کس دیدہ دلیری سے کرتا ہے اور پھر ہمارے بعض اخبار نویس حضرات کس بے خبری سے اسے اچھالتے اور اجالتے ہیں۔ یاد رہے کہ یہ سراپا مہربیوی وہ ہیں جن کے بارے میں ان کی خلوتوں کے ایک رازدار کا بیان عرصہ ہوا طبع ہوچکا ہے کہ ان کے موئے زہار موجود نہیں ہیں اور ان کی بے رحمی ایک ایسا امر ہے جس سے ہر باخبر قادیانی واقف ہے۔ ایک قادیانی مبلغ[1] نے اپنی اہلیہ کے حوالے سے مولف کو حلفاً" بتایا کہ ان صاحبہ نے خود اس پالتو مولوی کی بیوی کو بتایا کہ "میں بے رحم ہوں"۔ میں ان کا نام بھی لکھ سکتا ہوں مگر اس خیال سے کہ کہیں اس کی گزارہ الاؤنس والی ملازمت ختم نہ ہو جائے' اس سے احتراز کرتا ہوں۔ یہ ایسی چیزیں ہیں جنہیں کسی بھی کلینک میں چیک کیا جا سکتا ہے۔ یہ ضیاع کس کشتی کی وجہ سے ہوا تھا' اس کا تحریر میں لانا مناسب نہیں' صرف ان سے اتنی گزارش ہے کہ وہ آئندہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی اور مقدس ہستی پر الزام تراشی سے باز رہیں ورنہ ساری داستان کھول دی جائے گی اور پھوپھا جی کی کارکردگی الم نشرح ہو جائے گی۔

مرزا محمود احمد کے جنسی عدوان پر جن لوگوں نے موکد .عذاب قسمیں کھائی ہیں یا ان کی زندگی کے اس پہلو سے نقاب سرکائی ہے' ان کا تعلق مخالفین سے نہیں ایسے مریدوں سے ہے جو قادیانیت کی خاطر سب کچھ تج کر گئے تھے۔ ان میں خود مرزا محمود کے نہایت قریبی عزیز' ہم زلف اور برادران نسبتی تک شامل ہیں اور بالواسطہ شہادتوں میں ان کے پسران اور دختران تک کے بیانات موجود ہیں' جن کی آج تک تردید نہیں ہوئی اور نہ ہی ان کے خلاف کوئی قانونی چارہ جوئی کی گئی ہے۔ اس کا سبب اشاعت فحش سے اجتناب و گریز نہیں' بلکہ یہ حقیقت ہے کہ واقعات کی تصدیق

(1) آغا سیف اللہ حال پبلشر روزنامہ الفضل ربوہ

کے لیے اس قدر ثبوت' شہادتیں اور قرائن موجود ہیں' جن کا انکار ناممکن ہے۔

ان الزامات کی صحت و صداقت کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ ان مریدین میں سے جو لوگ انتہائی اخلاص کے ساتھ قادیانیت کو سچا سمجھتے تھے اور مرزا محمود کو خلیفہ برحق مانتے تھے' ان کی رنگین راتوں سے واقف ہو کر نہ صرف قادیانیت سے علیحدہ ہوئے بلکہ خدا کے وجود سے بھی منکر ہوگئے۔ ایک شخص کو پاکبازی کا مجسمہ مان کر اس کو کار دگر میں مشغول دیکھ کر جس قسم کا ردعمل ہو سکتا ہے' یہ اس کا لازمی نتیجہ ہے۔ ان میں سماعی یقین رکھنے والے لوگ ہی نہیں' عملی تجربہ سے گزرے ہوئے افراد بھی ہیں۔

دوسرا طبقہ مرزا محمود احمد کو تو جولیس سیزر کا ہم مشرب سمجھتا ہے مگر کسی نہ کسی رنگ میں قادیانی عقائد سے چمٹا ہوا ہے۔ آپ اسے ہر دو طبقہ کی عدم واقفیت یا جہالت کہیں' میرے نزدیک دونوں قسم کا ردعمل الزامات کی صحت پر برہان قاطع ہے۔ ماہرین جرمیات کا کہنا ہے کہ Perfect Crime وہ ہوتا ہے جو کبھی Trace نہ ہو سکے' مگر ساتھ ہی وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ آدم سے لے کر آج تک ایک بھی ایسا جرم سرزد نہیں ہوا جو اصطلاحاً" پرفیکٹ کرائم کہلا سکے کیونکہ جرم ذہن کی Abnormal حالت میں ہوتا ہے' اس لیے کوئی نہ کوئی ایسی حرکت ضرور ہو جاتی ہے' کوئی ایسا Flaw ضرور رہ جاتا ہے' جس سے مجرم کی نشاندہی ہو جاتی ہے مثلاً ایک قاتل نعش کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے انہیں چار پانچ مقامات پر پھینک کر یہ خیال کرتا ہے کہ اس نے قتل کے نشانات تک کو مٹا دیا ہے' مگر عملاً وہ اتنے ہی مقامات پر اپنے جرم کے نشانات چھوڑ رہا ہوتا ہے۔ اس پس منظر میں اگر مرزا محمود کی تقاریر اور بیانات کا جائزہ لیں تو کئی شواہد' ان کے جرائم کی چغلی کھاتے ہیں۔ پیرس میں عریاں رقص دیکھنے کا تذکرہ خود انہوں نے اپنی زبان سے کیا ہے' ملاحظہ فرمائیں:

"جب میں ولایت گیا تو مجھے خصوصیت سے خیال تھا کہ یورپین سوسائٹی کا عیب والا حصہ بھی دیکھوں گا۔ قیام انگلستان کے دوران میں'

مجھے اس کا موقع نہ ملا۔ واپسی پر جب ہم فرانس آئے تو میں نے چودھری ظفر اللہ خاں صاحب سے' جو میرے ساتھ تھے' کہا کہ مجھے کوئی ایسی جگہ دکھائیں' جہاں یورپین سوسائٹی عریاں نظر آ سکے۔ وہ بھی فرانس سے واقف تو نہ تھے مگر مجھے ایک اوپیرا میں لے گئے' جس کا نام مجھے یاد نہیں رہا۔ چودھری صاحب نے بتایا یہ وہی سوسائٹی کی جگہ ہے' اسے دیکھ کر آپ اندازہ لگا سکتے ہیں۔ میری نظر چونکہ کمزور ہے' اس لیے دور کی چیز اچھی طرح سے نہیں دیکھ سکتا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے جو دیکھا تو ایسا معلوم ہوا کہ سینکڑوں عورتیں بیٹھی ہیں۔ میں نے چودھری صاحب سے کہا' کیا یہ ننگی ہیں۔ انہوں نے یہ بتایا کہ یہ ننگی نہیں بلکہ کپڑے پہنے ہوئے ہیں مگر باوجود اس کے ننگی معلوم ہوتی ہیں"۔

("الفضل" 28 جنوری 1924)

مکر و فریب ایک ایسی چیز ہے کہ انسان زیادہ دیر تک اس پر پردہ ڈالنے میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ دانستہ یا نادانستہ ایسی باتیں زبان پر آ جاتی ہیں جن سے اصلیت سامنے آ جاتی ہے۔ خلیفہ جی نے اپنی ایک شادی کے موقع پر کہا' میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں خچر پر سوار ہوں اور اس کی تعبیر میں نے یہ کی ہے کہ اس بیوی سے اولاد نہیں ہوگی۔ اب واقعہ یہ ہے کہ اس بیوی سے کوئی اولاد نہیں اور خلیفہ جی کا یہ "خواب" اس پس منظر میں تھا کہ وہ خاتون جوہر نسائیت ہی سے محروم ہو چکی تھیں۔ اب مرید اسے بھی اپنے پیر کا کمال سمجھتے ہیں کہ اس کی پیش گوئی کس طرح پوری ہوئی' حالانکہ یہ معاملہ پیش خبری کا نہیں' پیش بینی بلکہ دروں بینی کا ہے۔

خلیفہ جی کے ایک صاحبزادے کی رنگت اور شکل و شباہت سے کچھ ایسا اظہر ہوتا ہے کہ ان کی صورت ایک ڈرائیور سے ملتی ہے' لوگوں میں چہ میگوئیاں شروع ہوئیں تو "کار خاص" کے نمائندوں نے خلیفہ جی کو اطلاع دی' اور انہوں نے انگریز عورتوں کے گھروں میں سیاہ فام بچے پیدا ہونے پر ایک خطبہ دے مارا' حالانکہ یہ کوئی ایسی

بات نہ تھی کہ اس پر ایک طویل مثالوں سے مزین لیکچر دیا جاتا' مگر کہتے ہیں' چور کی داڑھی میں تنکا۔

ایسے ہی وہ اپنی ایک بیوی کی وفات پر پرانی یادوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"شادی سے پیشتر جب کہ مجھے گمان بھی نہ تھا کہ یہ لڑکی میری زوجیت میں آئے گی' ایک دن میں گھر میں داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ ایک لڑکی سفید لباس پہنے سمٹی سمٹائی' شرمائی لجائی دیوار کے ساتھ لگی کھڑی ہے..."

("سیرۃ ام طاہر" شائع کردہ مجلس خدام الاحمدیہ' ربوہ)

اب سفید لباس پر نظر پڑ سکتی ہے لیکن سمٹنے سمٹانے' شرمانے لجانے اور دیوار کے ساتھ کھڑے ہونے اور چہرے کی کیفیات کا تفصیلی معائنہ کسی نیک چلن انسان کا کام نہیں' ہمیں "رائل فیملی" کے کسی فرد کے بارے میں نیک چلنی کا حسن ظن نہیں کیونکہ اس ماحول میں معجزۃً" بچ جانا بھی ممکن نظر نہیں آتا' مگر ہم ان کے بارے میں کف لسان ہی کو پسند کرتے ہیں۔ چونکہ سربراہان قادیانیت عموماً اور مرزا محمود خصوصاً اس ڈرامے کے خصوصی کردار ہیں' اس لیے ان کے بہروپ کو نوچ پھینکنا اور لوگوں کو گمراہی کی دلدل سے نکالنا انتہائی ضروری ہے' ضمناً" قادیان اور ربوہ کی اخلاقی حالت کا ذکر بھی آ گیا ہے' اگر درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے تو قادیانیت یقیناً شجرۂ خبیثہ ہے۔ لاہور کی سڑکوں پر گھومنے والی سلمیٰ حبشن اور لنک میکلوڈ روڈ پر مقیم حنیفاں اس کی شاہد ہیں۔ قادیانی امت اپنے "نبی" کی اتباع میں اپنے ہر مخالف کی بے روزگاری' مصیبت اور موت پر جشن مناتی ہے اور اسے مطلقاً" اس امر کا احساس نہیں ہوتا کہ یہ انتہا درجہ کی قساوت قلبی' شقاوت ذہنی اور انسانیت سے گری ہوئی بات ہے۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے قادیانی امت پر ایسا عذاب نازل کیا ہے کہ اب ان کا ہر قابل ذکر فرد ایسی رسوا کن بیماری سے مرتا ہے کہ اس میں ہر صاحب بصیرت کے لیے سامان عبرت موجود ہے۔ فالج کی بیماری کو خود مرزا غلام احمد نے "دکھ کی مار" اور

"سخت بلا" ایسے الفاظ سے یاد کیا ہے اور اب قادیانی امت کی گندی ذہنیت کی وجہ سے یہ بیماری اللہ تبارک و تعالیٰ نے سزا کے طور پر قادیانیوں کے لیے کچھ اس طرح مخصوص کر دی ہے کہ ایک واقف حال قادیانی کا کہنا ہے: "اب تو حال یہ ہے کہ جو شخص فالج سے نہ مرے' وہ قادیانی ہی نہیں"۔ مرزا محمود احمد نے اپنے باوا کی سنت پر عمل کرتے ہوئے امت مسلمہ کے اکابر اور جید علماء دین کے وصال پر جشن مسرت منایا اور ان کا یہ دھندا اب تک چل رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قادیانیت کے گوسالہ سامری مرزا محمود کو "فالج کا شکار" بنا کر دس سال تک رہین بستر و بالش کر دیا اور اس عبرت ناک رنگ میں اس کو اعضا و جوارح اور حافظہ سے محروم کر دیا کہ وہ مجنونوں کی طرح سر ہلاتا رہتا تھا اور اس کی ٹانگیں بید لرزاں کا نظارہ پیش کرتی تھیں' گویا وہ **"لا یموت فیھا ولا یحییٰ"** کی تصویر تھا' مگر قادیانی مذہبی انڈسٹری کے مالکان اس حالت میں بھی الٹا "اخبار" اس کے ہاتھ میں پکڑا کر "زیارت" کے نام پر مریدوں سے پیسہ بٹورتے رہے اور پھر سات بجے شام مر جانے والے اس "مصلح موعود" کی دو بجے شب تک صفائی ہوتی رہی اور "سرکاری اعلان" میں اس کی موت کا وقت دو بج کر دس منٹ بتایا گیا اور اس عرصہ میں اس کی الجھی ہوئی داڑھی کو ہائیڈروجن یا کسی اور چیز سے رنگ کر اسے طلائی کلر دیا گیا اور خط بنایا گیا اور غازہ لگا کر اس کے چہرے پر "نور" وارد کیا گیا' تاکہ مریدوں پر اس کی "اولیائی" ثابت کی جا سکے۔ حیرت ہے کہ جب کوئی مسلمان دنیاوی زندگی کے دن پورے کر کے اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوتا ہے تو قادیانی اس کی بیماری کو "عذاب الٰہی" قرار دیتے ہیں لیکن ان کے اپنے اکابر ذلیل موت کا شکار بنتے ہیں تو یہ "ابتلاء" بن جاتا ہے اور اس کے لیے دلائل دیتے ہوئے قادیانی تمام وہ روایات پیش کرتے ہیں جن کو وہ خود بھی تسلیم نہیں کرتے۔ شاہ فیصلؒ کی شہادت پر قادیانی امت کا خوشی منانا ایک ایسا المناک واقعہ ہے جس پر جس قدر بھی نفرین کی جائے' کم ہے اور سابق وزیر اعظم پاکستان کے پھانسی پانے پر ہفت روزہ "لاہور" کا یہ لکھنا کہ اس سے مرزا غلام احمد کی ایک پیشین

گوئی پوری ہوئی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے عہد میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا تھا' مسخ شدہ قادیانی ذہنیت کی شہادت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو جماعت یا فرقہ کسی شخص کو نبی تسلیم کرتا ہے' وہ قرآن و حدیث کی رو سے کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے' اسے کوئی شخص بھی مسلمان قرار نہیں دے سکتا اور خدا کے فضل سے تمام امت مسلمہ اب بھی بالاتفاق قادیانیوں کو کافر ہی سمجھتی ہے اور آئندہ بھی ایسا ہی ہوگا۔

آخر میں ان تمام بزرگوں اور دوستوں کے لیے قارئین سے دعا کی درخواست ہے جنہوں نے اس کتاب کی تیاری کے سلسلے میں کسی نوع کا تعاون فرمایا۔ اس سلسلے میں بطور خاص مکرمی میاں محمد رفیق صاحب کا تذکرہ ضروری ہے' جن کے اصرار' لگن اور تعاون سے یہ کام پایہ تکمیل تک پہنچا۔ میاں صاحب موصوف فخر کائنات سید ولد آدم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شدید محبت و وارفتگی کا تعلق رکھتے ہیں اور اس کے لازمی نتیجہ کے طور پر منکرین ختم نبوت سے محض خدا کی رضا کے لیے کدورت رکھتے ہیں' گویا ان کا عمل **الحب للہ والبغض للہ** کا مصداق ہے۔ قارئین سے درخواست ہے کہ وہ اللہ تعالٰی سے دعا فرمائیں کہ خداوند کریم انہیں دنیا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر رحمت کا مورد اور آخرت میں ان کی شفاعت کا مستحق بنائے۔

شفیق مرزا

لاہور

اسلام کی دہلیز تک

"شہر سدوم" کے اب تک کتنے ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں اور کتنی تعداد میں اس کی فوٹو سٹیٹ کاپیاں تقسیم ہو چکی ہیں' اس کے بارے میں وثوق اور قطعیت کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ اندرون ملک ہی نہیں' بیرون ملک تک سے اس کے متعلق اس قدر اطلاعات ملی ہیں کہ مجھے خود اس پر حیرت ہوئی ہے کہ اللہ تبارک و تعالٰی نے اس کو کس قدر پذیرائی بخشی اور یہ صرف امت مسلمہ کے سرکار دو عالم ﷺ سے فدائیت کا تعلق رکھنے والے سواد اعظم میں ہی ذوق و شوق اور تجسس سے نہیں پڑھی گئی بلکہ "قصر خلافت" کے ایوانوں میں بھی اس کی بھرپور گونج سنائی دی اور ربوہ کے واقفان حال نے تو ہاٹ کیک یا گرما گرم پکوڑوں کی طرح اس کی تلاش کر کے' اسے چھپ چھپ کر اس طرح پڑھا کہ انہوں نے مرزا غلام احمد کی اپنی کتابوں کو بھی اس اشتیاق سے نہ پڑھا ہوگا۔ خدا گواہ ہے کہ جب میں نے حصول تعلیم کے لیے ربوہ کی سرزمین پر قدم رکھا تو میرے حاشیہ خیال میں بھی یہ بات موجود نہ تھی کہ "نبوت و خلافت" کی جھوٹی رداؤں میں لپٹے ہوئے رویائے صادقہ اور کشوف کی دنیا میں "سیر روحانی" کا دعویٰ کرنے والے لاکھوں افراد سے "دین اسلام" کو اکناف عالم تک پہنچانے کے جھوٹے دعوے کر کے ان کی معمولی معمولی آمدنیوں سے چندے کے نام پر کروڑوں نہیں' اربوں روپیہ وصول کرنے والے اور انہیں نان جویں پر گزارہ کی تلقین کر کے خود ان کے مال پر گلچھرے اڑانے والے' اندر سے اس قدر غلیظ اس قدر گندے اور اس قدر

ناپاک ہوں گے اور ایسی کسی تصوراتی لہر کا ذہن میں آ جانا فی الواقع ممکن بھی نہ تھا۔ کیونکہ میرے والد محترم فوج سے قبل از وقت ریٹائرمنٹ کے بعد نہ صرف یہ کہ خود قادیانیت کے چنگل میں پھنس چکے تھے' بلکہ انہوں نے میرے دو بڑے بھائیوں کو بھی قادیانیت کی جانی' مالی' لسانی' حالی اور قلمی خدمت کے لیے وقف کر رکھا تھا۔

ان حالات میں' میں نے ربوہ کی شور زدہ زمین پر قدم رکھا تو چند ہی دنوں میں میرے تعلقات ہر کہ و مہ سے ہوگئے اور ہمارے خاندان کی یہ اتنی بڑی احمقانہ "قربانی" تھی' جسے وہاں "اخلاص" سمجھا جاتا تھا اور اس کا برملا اعتراف کیا جاتا تھا۔ لیکن جوں جوں میرے روابط کا دائرہ پھیلتا گیا' اسی نسبت سے اس جبریت زدہ ماحول میں ربوہ کے باسیوں کی خصوصی اور دوسرے قادیانیوں کی عمومی بے چارگی اور بے بسی کا احساس میرے دل میں فزوں تر ہوتا گیا اور اس پر مستزاد یہ کہ "خاندان نبوت" کے تمام ارکان بالخصوص مرزا محمود احمد کے بارے میں ایسے ایسے ناگفتہ بہ انکشافات ہونے لگے کہ ذہن ان کو قبول کرنے کے لیے تیار ہی نہیں ہوتا تھا کہ کہیں ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن جب میں نے پرانے قادیانیوں سے اس بارے میں مزید استفسار کیا تو پھر تو مشاہدات اور آپ بیتیوں کی ایک ایسی پٹاری کھل گئی کہ میری کوئی تاویل بھی ان کے سامنے نہ ٹھہر سکی اور میں اپنے مشاہدات کی جو یہ تعبیر کر لیتا تھا کہ خلیفہ صاحب کے خاندان کے لوگ اور ان کے اردگرد رہنے والے تو بدکردار ہیں' لیکن خود وہ ایسے نہیں ہو سکتے' وہ خود بخود ہوا ہو کر رہ گئی۔

اس دوران قلب و ذہن' کرب و اذیت کی جس کیفیت سے گزر سکتا ہے' اس سے میں بھی پورے طور پر گزرا۔ اس لیے اگر کسی قادیانی کے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ محض الزام تراشی اور بہتان طرازی صرف ان کا دل دکھانے کے لیے ہے تو وہ یقین جانے کہ بخدا ایسا ہرگز نہیں۔ یہ سارے دلائل تو میں بھی اپنے آپ کو مطمئن کرنے کے لیے دیتا رہا مگر دلائل کب مشاہدے اور تجربے کے سامنے ٹھہر سکے ہیں

کہ یہاں ٹھہر جاتے۔ پھر سوچنے کی بات یہ بھی ہے کہ یہ الزامات لگانے والے کوئی غیر نہیں بلکہ خود قادیانی امت کے لیے جان اور مال کی قربانیاں دینے والے اور اپنے خاندانوں اور برادریوں سے اس کے لیے کٹ کر رہ جانے والے لوگ ہیں۔ کیا وہ محض قیاس اور سنی سنائی باتوں پر اتنا بڑا اقدام کرنے پر عقلاً تیار ہو سکتے ہیں ہرگز نہیں' ہرگز نہیں۔

انسان جس شخصیت سے ارادت و عقیدت کا تعلق رکھتا ہے' اس کے بارے میں اس نوع کے کسی الزام کے بارے میں وہ سوچ بھی نہیں سکتا اور اگر وہ ایسا کرنے پر تل جاتا ہے تو پھر سوچنا پڑے گا' کہ اس شخصیت سے ضرور کوئی ایسی ابنارمل بات سرزد ہوئی ہے کہ اس سے فدائیت کا تعلق رکھنے والے فرد بھی اس پر انگلی اٹھانے پر مجبور ہو گئے ہیں اور پھر یہ انگلی اٹھانے والے معمولی لوگ نہیں ہر دور میں خاندان نبوت کے یمین و یسار میں رہنے والے ممتاز افراد ہیں۔ مرزا غلام احمد کے اپنے زمانے میں مرزا محمود احمد پر بدکاری کا الزام لگا' جس کے بارے میں قادیانیوں کی لاہوری پارٹی کے پہلے امیر مولوی محمد علی کا بیان ہے کہ یہ الزام تو ثابت تھا مگر ہم نے شبہ کا فائدہ دے کر مرزا محمود احمد کو بری کر دیا۔ پھر محمد زاہد اور مولوی عبدالکریم مباہلہ والے اور ان کے اعزہ اور اقرباء نے اپنی بہن سکینہ کے ساتھ ہونے والی زیادتی کے خلاف احتجاج کے لیے باقاعدہ ایک اخبار "مباہلہ" کے نام سے نکالا اور خلیفہ صاحب کے اشارے پر میر قاسم علی جیسے چھٹ بھئیوں نے ان کے خلاف مستریاں مشین سویاں ایسی طعنہ زنی کر کے اصل حقائق کو چھپانے کی کوشش کی اس کے بعد مولوی عبدالرحمٰن مصری' عبدالرزاق مہتہ' مولوی علی محمد اجمیری' حکیم عبدالعزیز' فخرالدین ملتانی' حقیقت پسند پارٹی کے بانی ملک عزیز الرحمٰن صلاح الدین ناصر بنگالی مرحوم اور دوسرے بے شمار لوگ وقتاً فوقتاً مرزا محمود احمد اور ان کے خاندان پر اسی نوعیت کے الزام لگا کر علیحدہ ہوتے رہے اور بدترین قادیانی سوشل بائیکاٹ کا شکار ہوتے رہے۔

ملازمتوں سے محروم اور جائیدادوں سے عاق کیے جاتے رہے۔ مگر وہ اپنے موقف پر قائم رہے۔ کیا محض یہ کہہ کر کہ یہ قریب ترین لوگ محض الزام تراشی کرتے رہے' اصل حقائق پر پردہ ڈالا جاسکتا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنی ماں پر بدکاری کا الزام لگاتا ہے تو فقط یہ کہہ کر اس کی بات کو رد کر دینا کہ دیکھو کتنا برا آدمی ہے' اپنی ماں پر الزام لگاتا ہے' درست نہ ہوگا۔ یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ اس کی ماں نے گول بازار کے کس چوراہے میں بدکاری کی ہے کہ خود اس کے بیٹے کو بھی اس کے خلاف زبان کھولنا پڑی ہے۔ جس رفتار سے ان واقعات سے پردہ اٹھ رہا تھا' اسی سرعت سے میرے اعتقادات کی عمارت بھی متزلزل ہو رہی تھی اور میری زبان ایک طبعی رد عمل کے طور پر ربوہ کے اس دجالی نظام کی قلعی کھولنے لگ پڑی تھی اور اس خباثت کو نجابت کہنے کے لیے تیار نہ تھی۔ مرزا محمود احمد بارہ سال کے بدترین فالج کے بعد جہنم واصل ہوا تو ربوہ کے قصر خلافت میں جس دو جانب کھلنے والے کمرے میں اس کی لاش رکھی ہوئی تھی' میں بھی وہاں موجود تھا اور میرے دو ساتھی فضل الٰہی اور خلیل احمد' جو اب مربی ہیں' بھی میرے ساتھ ہاکیاں لیے وہاں پہرہ دے رہے تھے۔ میں نے مرزا محمود احمد کو انتہائی مکروہ حالت میں پاگلوں کی طرح سر مارتے اور کرسی پر ایک جگہ سے دوسری جگہ اسے لے جاتے ہوئی کئی مرتبہ دیکھا تھا۔ ربوہ کی معاشی نبوت پر پلنے والے اس حالت میں بھی اس کی "زیارت" کے نام پر لوگوں سے پیسے بٹورتے رہتے تھے اور کہتے تھے کہ بس گزرتے جائیں' بات نہ کریں۔ حسب توفیق نذرانہ دیتے جائیں۔ اس دور میں اس کے جسم کی ایسی غیر حالت تھی کہ بیوی بچے بھی انہیں چھوڑ چکے تھے اور سوئٹزرلینڈ سے منگوائی گئی نرسیں بھی دو ہی ہفتے کے بعد بھاگ کھڑی ہوئی تھیں۔ لیکن اب تو وہاں تراشی ہوئی داڑھی والا اور اٹمن و زیبائش کے تمام لوازمات سے بری طرح تھوپا گیا ایک لاشہ پڑا تھا۔

میں نے مذکورہ بالا دونوں نوجوانوں کو کہا کہ یار کل تک تو اس چہرے پر بارہ بجے

ہوئے تھے مگر آج اس پر بڑی محنت کی گئی ہے تو ان میں سے موخر الذکر کہنے لگا "توں ساڈا ایمان خراب کر کے چھڈیں گا"۔ یہ دونوں اپنی "پختہ ایمانی" کی بنا پر ابھی تک قادیانیت کا دفاع کر رہے ہیں لیکن میں نے اس ایمان کو ذہنی طور پر اسی وقت چناب کی لہروں کے سپرد کر دیا تھا۔

مرزا ناصر احمد کو ایک مخصوص پلاننگ کے تحت خلافت کے منصب پر بٹھایا گیا تو اس نے دوسرے امیدوار مرزا رفیع احمد پر عرصہ حیات تنگ کر دیا۔ اس سے ملنے جلنے والوں اور تعلق رکھنے والوں کو ملازمتوں سے محروم کرنے اور ربوہ بدر کرنے کے احکامات جاری ہونے لگے اور یہ سلسلہ اس حد تک بڑھا کہ گدی نشینی کی اس جنگ میں ہزاروں افراد اور ان کے خاندان خواہ مخواہ نشانہ بن گئے۔ سوشل بائیکاٹ کا شکار ہوئے یہ لوگ اپنی برادریوں سے مرزا غلام احمد کو نبی مان کر اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کے جنازوں اور شادیوں تک میں شرکت کو حرام قرار دے کر ان سے پہلے ہی علیحدہ ہو چکے تھے۔ اس لیے ان کے لیے نہ جائے ماندن' نہ پائے رفتن والی کیفیت پیدا ہو گئی۔ ربوہ میں رہائشی زمین کسی کی ملکیت نہیں ہوتی اور صدر انجمن احمدیہ جو مرزا غلام احمد کے خاندان کی گھریلو کنیز اور ذاتی تنظیم ہے' وہ کسی بھی وقت "باغیوں" کو رہائش سے محروم کر دیتی ہے اور ان کی بڑی تعداد پھر اس خوف سے کہ وہ اس مہنگائی کے دور میں سر کہاں چھپائیں گے' دوبارہ "خلیفہ خدا بناتا ہے" کی ڈگڈگی پر رقص کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اس دور میں بھی یہی کچھ ہوا۔

ان دنوں میں اقتدار کی اس کشمکش کو بہت قریب سے اور بہت غور سے دیکھ رہا تھا لیکن اس دور میں میرا عقائد و نظریات کے حوالے سے قادیانی امت سے کوئی بنیادی اختلاف نہ تھا اور ایک روایتی قادیانی کی طرح میں اتنا ہی غالی تھا جتنا کہ ایک قادیانی ہو سکتا ہے۔ فرق صرف یہ تھا کہ میں غالباً اپنی والدہ محترمہ کی تربیت کے زیر اثر قادیانیوں کے اس عموی طریق استدلال کا سخت مخالف تھا' جس کے تحت وہ مرزا غلام احمد اور اس

کی اولاد کا معمولی معمولی باتوں میں بھی حضور ﷺ سے موازنہ شروع کر دیتے تھے اور میری اس پر بے شمار لڑائیاں ہوئیں۔

قادیانیوں کی اس بارے میں دریدہ دہنی کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ ان کا ایک باا‌ثر مولوی جو آج کل اپنی اسی خناسیت کی وجہ سے گھٹنوں کے درد سے لاچار ہے' کہا کرتا تھا کہ خاتم النبیین کی طرز پر ایسی ترکیبیں اس کثرت سے زوردار طریقے سے رائج کرو کہ اس ترکیب کی (نعوذ باللہ) کوئی اہمیت ہی نہ رہے۔

یاد رہے کہ میری والدہ محترمہ میرے والد کے بے حد اصرار کے باوجود قادیانیت کے جال میں نہیں پھنسیں اور میں نے کبھی ایک مرتبہ بھی ان کی زبان سے مرزا غلام احمد یا اس کے کسی نام نہاد خلیفہ کا نام تک نہیں سنا۔ وہ کہا کرتی تھیں کہ میں پانچ وقت نماز پڑھتی ہوں' حکم خداوندی ادا کرتی ہوں' تہجد بھی پڑھتی ہوں' اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ و خیرات بھی میرا معمول ہے۔ اگر اس کے باوجود خدا تعالیٰ مجھے نہیں بخشتا تو نہ بخشے۔ میں حضور ﷺ کے بعد کسی کو نبی نہیں مان سکتی۔

مرزا ناصر احمد کی گدی نشینی کے سلسلے میں جب ہارس ٹریڈنگ شروع ہوئی تو میں نے اس پر سخت تنقید کرتے ہوئے احتجاج کیا اور اپنی محفلوں میں اس پر خوب کھل کر تبصرے کیے۔ ایک موقع پر ہمارے ایک جھنگوی دوست نے مجھ سے پوچھا کہ اگر کسی دوسرے پیر کے بیٹے اور پوتے اس کے بعد گدی پر بیٹھ جائیں تو ہم اسے گدی کہتے ہیں لیکن مرزا غلام احمد کے بیٹے اور پوتے یہی کام کر لیں تو یہ خلافت کیوں کہلاتی ہے تو میں نے اسے کہا کہ جس طرح عام آدمی کو آنے والا خواب' خواب ہوتا ہے اور خلیفہ جی کو آنے والا خواب ''رویا'' ہوتا ہے' اسی طرح یہ گدی خلافت ہوتی ہے۔ مرزا ناصر احمد کے جاسوسوں نے فوراً اسے اس بات کی خبر کر دی اور وہ بہت چراغ پا ہوئے اور ایک اجتماعی ملاقات میں میرے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے اس نے مجھے دھمکی دی کہ آپ کوئی بات نہیں مانتے۔ آپ کو خیال رکھنا چاہیے۔ میں اسی لحظہ سمجھ گیا کہ اب مرزا ناصر احمد

کے تلوے جلنے لگے ہیں اور وہ کوئی نہ کوئی بہانہ کر کے میرے خلاف اقدامات کریں گے۔ اسی دوران ایک اور واقعہ ہوا کہ میں لیہ میں مقیم تھا کہ بیت المال کا ایک کلرک جسے ربوہ کی زبان میں انسپکٹر بیت المال کہتے ہیں' میرے پاس ٹھہرا اور آزادانہ بات چیت کے دوران اس نے مجھے اندرونی حال بتاتے ہوئے کہا کہ خاندان والے خود تو کوئی چندہ نہیں دیتے لیکن ہمارے حقیر معاوضوں میں سے بھی چندہ کے نام پر جگا ٹیکس کاٹ لیتے ہیں۔ ان دنوں مرزا ناصر احمد کسی دورے پر افریقہ یا کسی دوسرے ملک گیا ہوا تھا۔ میں نے کہا اگر تم ایسے ہی دل گرفتہ ہو تو دعا کرو کہ اس کا جہاز کریش ہو جائے۔ اس آدمی نے یہ بات توڑ مروڑ کر لیہ کے مقطوع النسل امیر جماعت فضل احمد کو بتائی تو اس نے نمبر بنانے کے لیے مرزا ناصر احمد کو فوری رپورٹ دی کہ شفیق تو تمہارا جہاز کریش ہونے کی دعا کرتا ہے۔ مرزا ناصر کو یہ بات سن کر آگ لگ گئی۔ مجھے فوراً واپس بلایا گیا۔ سو پہلے تو ربوہ کے ڈی آئی جی عزیز بھانبڑی اور اس کے گماشتوں کے ذریعے قادیانی غنڈے میرے پیچھے لگائے گئے مگر میں پھر بھی باز نہ آیا تو ربوہ کی تمام عبادت گاہوں میں میرے سوشل بائیکاٹ کا اعلان کر دیا گیا اور پاکستان کی تمام جماعتوں کے افراد کو خطوط کے ذریعے بھی اس کی اطلاع کر دی گئی اور مرزا ناصر احمد نے اس پر ایک پورا خطبہ بھی دے ڈالا جو آج تک شائع نہیں ہوا۔

میرا مزید ناطقہ بند کرنے کے لیے میرے دو بڑے بھائیوں سے تحریری عہد لیا گیا کہ وہ مجھ سے کوئی تعلق نہ رکھیں گے سو انہوں نے بھی مجھے نقصان پہنچانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی اور میرے آبائی گھر پر تسلط جما کر مجھے وہاں سے بھی نکال دیا۔ یہ واقعات صرف مجھ پر ہی نہیں بیتے اور سینکڑوں نہیں' ہزاروں افراد اس صورت حال سے دو چار ہوئے ہیں مگر کسی حکومت نے 'انسانی حقوق کی کسی تنظیم نے اس پر آواز احتجاج بلند نہیں کی۔ کسی عاصمہ جہانگیر' آئی اے رحمان نے ان لوگوں کے بنیادی شہری اور انسانی حقوق کی بحالی اور ان کو پہنچائے جانے والے نقصان کی تلافی کے لیے آواز نہیں اٹھائی

مگر کسی قادیانی کے پاؤں میں کانٹا بھی چبھ جائے تو شور مچا دیا جاتا ہے۔

ایک طرف تو یہ صورت حال تھی تو دوسری طرف بڑے بڑے قادیانی عہدیدار مجھے "حضور" سے معافی مانگ لینے کی تلقین کر رہے تھے لیکن میں قضیب احمر کو کسی بھی صورت میں گاجر کہنے کے لیے تیار نہ ہوا تو قادیانیوں نے لاہور میں میری رہائش گاہ پر آ کر مجھے قتل کرنے اور سبق سکھا دینے کی دھمکیاں دیں۔ لاہور میں بہترین مکان خرید کر دینے کی پیشکش بھی ہوئی مگر میں اس ترغیب و ترہیب کے بھرے میں نہ آیا۔ قادیانی امت کا رنج اس بات سے مزید بڑھ گیا تھا کہ میرا اختلاف اب انگریز کے خود کاشتہ پودے کے صرف اعمال ہی سے نہیں تھا' نظریات سے بھی تھا اور میں مرزا غلام احمد کی ظلی' بروزی' لغوی اور غیر تشریعی نبوت پر لعنت بھیج کر مکمل طور پر آنحضرت ﷺ کے سبز پرچم کے نیچے آ چکا تھا۔ مرزا ناصر احمد کی گدی نشینی کے عہد میں ان کے مختلف مغلئی مشاغل کی کہانیاں ٹی آئی کالج سے لے کر ربوہ کے ہر اس گھر تک پھیلی ہوئی تھیں' جہاں کسی خوش رو کا بسیرا تھا اور اس طرح "خاندان نبوت" کی دوسری کلیاں بھی اپنے اپنے ذوق کا سامان کرنے کی وجہ سے گوناگوں کہانیوں کی زد میں تھیں۔ لیکن مرزا ناصر احمد کے سینکڑوں کبوتروں کو ٹی آئی کالج کی رہائش گاہ سے "قصر خلافت" منتقل کرنا یا ان کے آزاد کر دینے کا معاملہ خاصے دنوں تک ایک مسئلہ بنا رہا اور مولوی تقی نے اس پر بڑا دلچسپ تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ مغل کوئی "بازی" ترک کرنے پر تیار نہیں ہوتے۔

ایک دن مرزا ناصر احمد کے "فیض جسمانی" کے کرشموں کا بیان جاری تھا اور جودھامل بلڈنگ میں واقعہ دواخانہ نورالدین میں حکیم عبدالوہاب بڑے مزے لے کر سنا رہے تھے کہ صاحبزادہ صاحب نے کس طرح ریلوے کے ایک کانٹے والے کی لڑکی ثریا کو اس کے باپ کی غیر موجودگی میں خود اس کے ریلوے کوارٹر میں جا لتاڑا۔ ابھی یہ حکایت ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ الشرکہ الاسلامیہ والی پرانی بلڈنگ کے مالک حکیم صاحب

کو ملنے کے لیے آ گئے اور باتوں باتوں میں احمدیت کی مخالفت کرنے والوں کو ذلیل و خوار ہونے کے واقعات کا تذکرہ شروع ہو گیا اور تمام اکابر مسلمانان پاک و ہند کو پیش آنے والے مبینہ مصائب کو احمدیت کی مخالفت کی سزا قرار دے کر "احمدیت" کی سچائی ثابت کی جانے لگی۔

جب حکیم صاحب کے پرانے شناسا اس نووارد نے یہ داستان ختم کی تو حکیم صاحب نے بڑی آہستگی سے کہا کہ وہ آپ کی بیٹی کے ساتھ جو کچھ کیا گیا تھا' اس کے بعد بھی آپ ربوہ میں ہی رہ رہے ہیں تو میں حیران رہ گیا کہ ایک طرف تو وہ "احمدیت" کے مخاصمت پر مخالفین کو پہنچنے والے نقصانات اور آلام و مصائب کو اپنے مسیح موعود اور مصلح موعود کی "کرامات" کے طور پر پیش کر رہا تھا' مگر جونہی اس نے حکیم صاحب کی زبان سے یہ الفاظ سنے تو اس کی آنکھیں بھرا گئیں اور وہ گلوگیر آواز میں کہنے لگا حکیم صاحب انسان زندگی میں مکان ایک بار ہی بنا سکتا ہے اور پھر اب تو بچے بھی جوان ہو گئے ہیں۔ ان کی شادیوں کا مسئلہ بھی ہے۔ برادری سے پہلے ہی قطع تعلق کر چکے ہیں۔ اب جائیں تو جائیں کہاں! دواخانہ نور الدین کے انچارج اکرم بھی اس محفل میں موجود تھے۔ وہ اس روایت کی تصدیق کر سکتے ہیں۔ محمد علی سبزی فروش کا المناک قتل بھی ربوہ میں مرزا ناصر احمد کے عہد میں ہی ہوا اور اس کی بھی سب سے بڑی وجہ یہی تھی کہ چونکہ اس کا "خاندان نبوت" کے گھروں کے اندر آنا جانا تھا اور وہ رازہائے درون خانہ کو بیان کرنے میں بھی کسی حجاب سے کام نہیں لیتا تھا۔ اس لیے بری طرح ذبح کر دیا گیا مگر "نیک اور پاکباز" لوگوں کی اس بستی کے کسی ایک فرد نے بھی اس قتل کے راز سے پردہ اٹھانے کی جرات نہ کی۔

یوں تو قادیانیت امت کے بزرجمہر مرزا محمود احمد کے زمانے ہی سے سیاست کا کھیل بھی کھیلتے رہے ہیں لیکن ۱۹۵۳ء کی مجاہدانہ تحریک نے ان کو بڑی حد تک محدود کر کے رکھ دیا اور مرزا محمود احمد نے ان تمام اسلامی اصطلاحات کا استعمال ترک کرنے کا

عہد کر لیا' جو امت مسلمہ کے لیے اذیت کا موجب بنتی رہی ہیں لیکن وہ قادیانی ہی کیا ہوا جو اپنی بات پر قائم رہ جائے۔ جونہی حالات بدلے' مرزا محمود احمد نے بھی گرگٹ کی طرح پینترا بدل لیا اور دوبارہ وہی پرانی ڈگر اختیار کر لی۔ مرزا محمود احمد اس کے جلد ہی بعد ڈاکٹر ڈوئی کی طرح عبرتناک فالج کی گرفت میں آیا تو مرزا ناصر احمد نے' جس کے لیے اس کا شاطر والد جماعت کو اپنے خطوط کی ابتداء میں ھوالناصر لکھنے کی تلقین کر کے راہ ہموار کر چکا تھا' اور پھر عیسائی طریقے کے مطابق اپنے حواریوں کی ایک منڈلی کے ذریعے اپنے آپ کو "منتخب" کروا لیا' کھل کر پر پرزے نکالنے شروع کر دیے۔ اس کے بعد مرزا طاہر احمد نے اپنی گیم آف نمبرز میں مرزا رفیع احمد کو مات دے کر اور مرزا لقمان احمد کے ساتھ اپنی بیٹی کی شادی کر کے گدی نشینی کے لیے اپنا راستہ بنایا۔ ذوالفقار علی بھٹو کو آگے لانے میں قادیانی امت نے قریباً ۱۶ کروڑ روپیہ صرف کیا اور اپنے تمام تنظیمی اور دوسرے وسائل اس کے لیے استعمال کیے۔ اس عہد میں مرزا طاہر احمد صاف طور پر سیکنڈ ان کمان بن کر سامنے آیا اور جماعت میں یوں تاثر دیا جانے لگا کہ اب احمدیت کا غلبہ ہوا ہی چاہتا ہے اور کوئی اس کو روک نہیں سکتا۔ لیکن جب آٹھویں عشرے کے اوائل میں تحریک ختم نبوت پوری قوت سے دوبارہ ابھری اور ذوالفقار علی بھٹو نے ہی ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا عظیم الشان کارنامہ انجام دیا تو قادیانی اپنے ہی زخموں کو چاٹ کر رہ گئے۔

پروفیسر سرور مرحوم نے ایک دفعہ بتایا کہ تحریک ختم نبوت کے ایام میں قادیانیوں نے ایک وفد خان عبدالولی خان سے ملنے کے لیے بھیجا اور جس وقت اس نے خان صاحب سے ملاقات کی' میں بھی وہیں پر موجود تھا۔ جب قادیانیوں نے بھٹو کو لانے میں اپنی خدمات کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ وہ ہمارا ساتھ چھوڑ گیا ہے' اس لیے آپ ہمارا ساتھ دیں اور اپنے سیکولر نظریات کے حوالے سے اس تحریک کے پس منظر میں ہمارے حق میں آواز اٹھائیں تو خان عبدالولی خاں نے بے ساختہ کہا بھئی باچا خان کا بیٹا

اتنا بے وقوف نہیں ہے کہ جس بھٹو کو لانے کے لیے تم نے ۱۶ کروڑ روپیہ خرچ کیا ہے' اس مسئلہ میں اس کی مخالفت کر کے خواہ مخواہ امت مسلمہ کی مخالفت مول لے لے۔

تحریک ختم نبوت کے دنوں میں آغا شورش مرحوم کے ہفت روزہ "چٹان" میں بڑی باقاعدگی سے کبھی اپنے نام سے اور کبھی کسی قلمی نام سے قادیانی امت کے بارے میں لکھا کرتا تھا۔ آغا صاحب کے پاس یوں تو آنے جانے والوں کا عام دنوں میں بھی تانتا بندھا رہتا تھا لیکن اس دوران تو وہاں سیاست دانوں' علماء اور دانش وروں کی آمد ایک سیلاب کی صورت اختیار کیے ہوئے تھی۔ آغا صاحب ہر قابل ذکر آدمی کو کہتے تھے کہ بھئی یہ کام صرف اور صرف ذوالفقار علی بھٹو ہی کر سکتا ہے۔ اس لیے تمام سیاسی اختلافات بالائے طاق رکھ کر اس کام کے لیے اس کی حمایت کریں۔ پھر جوں جوں وقت گزرتا جائے گا' اس فیصلے کے اثرات اپنا رنگ دکھانا شروع کر دیں گے اور قادیانی اپنے ہی زہر میں گھل گھل کر مر جائیں گے۔ یہ چند باتیں تو یونہی جملہ معترضہ کے طور پر آگئیں۔ بیان "خاندان نبوت" میں ہونے والی جنگ اقتدار کا ہو رہا تھا۔ مرزا طاہر احمد کی جانب سے مرزا ناصر احمد سے رشتہ کو مضبوط کر لینے کے بعد اس کی لابی بہت مضبوط ہو چکی تھی اور مرزا رفیع احمد کے خلاف چھوٹی چھوٹی اور معمولی شکائتیں کر کے اس نے اپنا مقام مرزا ناصر احمد کی نظروں میں خوب بنا لیا تھا۔ اس لیے جب مرزا ناصر احمد ایک نوخیز دوشیزہ کو "ام المومنین" بنا کر راہی ملک عدم ہوئے تو مرزا طاہر احمد کی گدی نشینی میں کوئی روک باقی نہ رہی اور اس نے اقتدار کی باگ ڈور سنبھال کر تمام وہ حربے اختیار کیے' جو اورنگ زیب نے اپنے والد اور بھائیوں کے خلاف استعمال کیے تھے۔ اس ماحول میں پلنے والا مرزا طاہر احمد کس قدر نیک اور پاکباز ہو سکتا ہے' اس کا اندازہ صرف اس ایک مثال سے ہو سکتا ہے' کہ ربوہ میں تعلیم کے دوران ہی مجھے محمد ریاض سکنہ عالم گڑھ ضلع گجرات نے جو اب فوج میں ہیں' نے ایک چوکیدار کے حوالے سے بتایا کہ میاں طاہر روزانہ نماز فجر پڑھنے کے بعد ولی اللہ شاہ سابق ناظر امور عامہ کے گھر

جاتا ہے اور اس کی لڑکیوں کو سینے کے گنبدوں سے پکڑ کر اٹھاتا ہے۔ اور آخری فقرہ پنجابی میں خود چوکیدار ہی کی زبان میں صحیح مفہوم ادا کرتا ہے کہ "اوہ حرامزدیاں وی لیریاں ہو کے پیاں رہندیاں نیں"۔

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ قصہ یہیں تمام ہوا۔ یہ تو ایک ایسا شہر طلسمات ہے کہ اس کا ہر حصہ طلسم ہوشربا کو بھی شرما کر رکھ دینے والا ہے۔ اور بیدی کا یہ جملہ بلاشبہ اپنے اندر بے پناہ صداقت لیے ہوئے ہے کہ "بڑے گھرانوں کی غلاظتیں بھی بہت ہی بڑی ہوتی ہیں"۔

قادیانی امت کے راہنماؤں کی بداعمالیوں کے بارے میں جب میں حق الیقین کے مرتبے پر پہنچ گیا تو میں نے دنیا بھر کے مسلمان دانشوروں کی چیدہ چیدہ کتب کا بغور مطالعہ شروع کیا۔ کہ قادیانیوں کے اعمال کے بعد ان کے افکار و نظریات کی صحت کا بھی جائزہ لوں تو چند ہی دنوں میں قادیانی افکار و نظریات کا علمی و عقلی بوداپن بھی مجھ پر روز روشن کی طرح واضح ہو گیا اور خاص طور پر فلسفی شاعر علامہ ڈاکٹر اقبال کے نہرو کے نام خطوط اور تشکیل جدید الہیات اسلامیہ کے مطالعہ سے میرا ایمان اس بات پر چٹان کی طرح پختہ ہو گیا کہ ختم نبوت حضور ﷺ کی انٹرنیشنل فکر ہے اور اس کی علت غائی یہ ہے کہ تمام مذاہب کے ماننے والوں کو وحدت خداوندی اور سرکار دو عالم ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کے ایک نقطے پر اکٹھا کیا جائے اور اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور صفات میں واحد ہے۔ اس لیے اس نے ہر شعبہ حیات میں اپنے انداز میں وحدت کا ایک سفر شروع کر رکھا ہے۔

مذاہب کی دنیا میں اس نے حضرت آدم علیہ السلام سے اس سفر کا آغاز کیا اور جب تک دنیا سفری و مواصلاتی اعتبار سے اس رنگ میں رہی کہ ہر گاؤں' ہر قریہ اور ہر بستی اپنی جگہ ایک الگ دنیا کی حیثیت رکھتی تھی تو ان لوگوں کی طرف قومی اور زمانی نبی تشریف لاتے رہے لیکن جب علم الٰہی کے مطابق حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کے زمانے

میں دنیا کا سفر گلوبل ولیج کی جانب شروع ہوا تو اللہ تعالیٰ نے تمام سابق انبیاء کرام کی اصولی تعلیم کو قرآن کریم میں جمع کر کے اسے خاتم الکتب بنا دیا اور ان کے اوصاف اور خوبیوں کو نہایت ارفع و اعلیٰ شکل میں حضور ﷺ کی ذات مبارک میں جمع کر کے انہیں خاتم النبیین کے منصب پر سرفراز کر دیا۔ اس لیے جس طرح خاتم الکتب قرآن مجید کے بعد کسی دوسری کتاب کا تصور نہیں کیا جس سکتا' اسی طرح خاتم النبیین کے بعد کسی دوسرے نبی کا تصور نہیں کیا جا سکتا اور اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو وہ خدا تعالیٰ کے وحدت ادیان' وحدت انبیاء' وحدت کتب' وحدت انسانیت' وحدت کائنات اور وحدت انفس و آفاق کے اس پروگرام کو ڈائنامیٹ کرنا چاہتا ہے' جو اس نے حضرت آدم سے شروع کیا اور ایسا ہونا ناممکن ہے۔

ان چند سطور کی روشنی میں قادیانیوں کو خود سمجھ لینا چاہیے کہ وہ کتنی گمراہ کن' کتنی خوفناک اور کتنی تباہ کن منزل کی طرف جا رہے ہیں اور اس میں مرزا غلام احمد اور اس کے نام نہاد نظریات کی حیثیت کیا ہے؟ ان نظریات کو سمٹتے اور مٹتے ہوئے ہم خود دیکھ رہے ہیں۔ ان کا مٹنا اور پرچم ختم نبوت کی سربلندی تقدیر خداوندی ہے اور اسے دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی طاقت نہیں روک سکتی۔ قادیانت تو ویسے ہی اب فرنگ کی متروکہ رکھیل بن کر رہ گئی ہے جس کے منہ میں دانت ہے نہ پیٹ میں آنت۔ اس لیے اب محض نعرے بازی اور ترقی کا پروپیگنڈا اسے زندہ نہیں رکھ سکتا۔ عملی طور پر بھی اس نے امت مسلمہ کے انتشار میں اضافہ کرنے اور مختلف مذاہب کے بانیوں کے خلاف انتہائی غلیظ زبان استعمال کر کے ان کی باہمی مناقشت کو تیز کرنے کا "فریضہ" ہی انجام دیا ہے۔ اس لیے ہر صحیح الفکر آدمی یہ سمجھ رہا ہے کہ جس نام نہاد نبی نے اپنی ۸۶ سے زائد کتب میں برطانوی حکومت کے خلاف ایک لفظ تک نہیں لکھا اور محض اس کی مدح کے قصیدے ہی لکھے ہیں وہ کیا کسر صلیب کر سکتا ہے اور جلد ہی یہ بات قادیانیوں کی سمجھ میں بھی آ جائے گی اور اب مرزا طاہر احمد کو بھی اپنے دادا کی سنت پر عمل کرتے

ہوئے "ستارہ قیصرہ" کی طرز پر کوئی تحفہ شہزادہ چارلس کے نام سے کوئی قصیدہ مدحیہ لکھ دینا چاہیے تاکہ "کسر صلیب" کا جو کام مرزا غلام احمد کے ہاتھوں نامکمل رہ گیا ہے' وہ مکمل ہو جائے اور قادیانیت کے مذہبی بیگار کیمپ میں غلامی کی زندگی بسر کرنے والے جو "ہاری" ایک عرصہ سے یہ راگ الاپ رہے ہیں ۔

جب کبھی بھوک کی شدت کا گلہ کرتا ہوں
وہ عقیدوں کے غبارے مجھے لا دیتے ہیں

ان کی اشک شوئی کا بھی شاید کوئی اہتمام ہو جائے اگرچہ یہ امکانات بہت ہی دور دراز کے ہیں کیونکہ جس امت کے نام نہاد نبی کے لیے حقیقت الوحی کے ڈیڑھ سو کے قریب "الہامات" میں سے سو سے اوپر صرف دس روپے کی آمد کے بارے میں ہیں' ان کی دنائت سے اچھی امید کیونکر کی جا سکتی ہے۔ ہاں البتہ یہ کام پاکستان کے انسانیت نواز حلقوں کا ہے کہ وہ اس معاملہ کو ایمنسٹی انٹرنیشنل' ایشیا واچ اور انسانی حقوق کی دوسری تنظیموں کے سامنے اٹھائیں اور قادیانیوں کے اس پروپیگنڈے کا توڑ کریں جو وہ بیرونی دنیا کے سامنے' پاکستان میں اپنے اوپر ہونے والے مصنوعی مظالم کے حوالے سے کر رہے ہیں۔

(شفیق مرزا---- لاہور)

تقدیس کے بادہ خانے میں

1857 کی ناکام جنگ آزادی کے بعد مسلمانوں پر انگریزوں کے مظالم کی داستان اس قدر مہیب اور خونچکاں ہے کہ اس کا تصور کرتے ہوئے بھی روح کپکپاتی اور سینہ بریاں ہوتا ہے۔ معاشی طور پر ملت اسلامیہ پہلے ہی پسی ہوئی تھی' سیاسی آزادی کی اس عظیم تحریک نے دم توڑا تو انگریز کی اہرمنی فراست اس نتیجہ پر پہنچی کہ جب تک مسلمانوں سے دینی روح' انقلابی شعور اور جذبہ جہاد کو محو کر کے انہیں چلتے پھرتے لاشے نہ بنا دیا جائے' اس وقت تک ہمارے سامراجی عزائم تشنہ تکمیل رہیں گے۔ جاگیردار طبقہ اپنے مفادات کی خاطر پہلے ہی فرنگی حکومت کی مدح و ثنا میں مصروف تھا۔ "علماء" کا ایک گروہ بھی قرآن حکیم کی آیات کو من مانے معانی پہنا کر تاج برطانیہ کی حمایت کر کے اپنی چاندی کر رہا تھا مگر انگریز سرکار ان سارے انتظامات سے مطمئن نہ تھی' اس کے نزدیک مسلمانوں کا انقلابی شعور کسی وقت بھی سلطنت برطانیہ کے لیے خطرہ بن سکتا تھا' اس لیے اس نے مسلمانوں کی دینی غیرت' سیاسی بصیرت اور قومی روح پر ڈاکہ ڈالنے کے لیے ایک ایسے خاندان کا انتخاب کیا جو اپنی سفلگی و غداری میں کوئی ثانی نہ رکھتا تھا اور اس کا بڑے سے بڑا فرد بھی سرکار دربار میں کرسی مل جانے کو باعث افتخار سمجھتا تھا۔ اس مکروہ منصوبہ کو انجام تک پہنچانے اور مسلمانوں کی وحدت ملی کو پاش پاش کرنے کے لیے مرزا غلام احمد قادیانی کا انتخاب عمل میں لایا گیا' جس نے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کو داغ دار کرنے کے لیے (العیاذ باللہ) اپنی بے سروپا تاویلات سے امت مسلمہ میں اس قدر فکری انتشار برپا کیا کہ انگریز کو اپنے گھناؤنے مقاصد کے حصول کے لیے برصغیر میں

ایک ایسی جماعت میسر آ گئی جو "الہامی بنیادوں" پر غلامی کو آزادی پر ترجیح دیتی رہی اور آج انگریز کے چلے جانے کے بعد گو اس کی حیثیت متروکہ داشتہ کی سی رہ گئی ہے' مگر پھر بھی وہ اسرائیل سے تعلقات استوار کر کے' عربوں میں تنسیخ جہاد کا پرچار کر کے' انہیں یہود کی غلامی پر آمادہ کرنے کی مذموم جدوجہد میں مصروف ہو کر وہی فریضہ سرانجام دے رہی ہے جو اس کے آقایان ولی نعمت نے اس کے سپرد کیا تھا۔ حضرت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے وحدت انسانیت کا جو انٹرنیشنل فکر' ختم نبوت کی شکل میں دیا تھا' قادیانی امت نے اس کی صریح خلاف ورزی کرتے ہوئے نئی نبوت کا ناٹک رچا کر وحدت ملت اسلامیہ ہی کو سبوتاژ کرنے کی سعی نامسعود شروع کر دی۔ دین سے تلعب کے نتیجے میں اس مسیحیت جدیدہ پر اللہ تعالیٰ کی ایسی پھٹکار نازل ہوئی کہ خود "نبوت باطلہ کا گھرانہ" عصمت و عفت کی تمیز سے عاری ہو کر اس طرح معصیت کا ملتہب دوزخ بنا' کہ قریب ترین مریدوں نے اسے "فحش کا مرکز" قرار دیا۔ گو یہ درست ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی پر واضح رنگ میں جنسی عصیان کا تو کوئی الزام نہ لگا مگر اس کو تسلیم کیے بغیر بھی کوئی چارہ نہیں کہ ان کی جنسی زندگی ناآسودگی کا شکار رہی۔ اگر محمدی بیگم کے پاجامے منگوا کر سونگھنے والی روایت کے ساتھ ساتھ' اس مظلوم خاتون کے بارہ میں آسمانی نکاح کے تمام "الہامات" بھی طاق نسیاں پر رکھ دیے جائیں اور بڑھاپے میں مولوی حکیم نورالدین کے نسخہ "زوجام عشق" کے سہارے پچاس مردوں کی قوت حاصل کر لینے کے دعاوی کے ساتھ ایک نوجوان لڑکی کو حبالہ عقد میں لانے اور پھر بوجوہ اس کی غیر معمولی فرمانبرداری کا تذکرہ نہ بھی کیا جائے تو بھی ان کی تحریرات میں ایسے شواہد بکثرت ملتے ہیں جو اس امر کی نشاندہی کرتے ہیں کہ ان کی عائلی زندگی خوشگوار نہ تھی اور معاشرتی سطح پر پہلی بیوی کا اپنے شوہر کے گھر میں محض "**پھجے** دی ماں" بن کر رہ جانا' بڑا دلدوز واقعہ ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ اتنے بلند بانگ دعاوی کے باوجود مرزا صاحب جب بھی اپنے ناقدین کو جواب دینے پر آمادہ ہوئے' انہوں نے الزامی جوابات کی کمین

گاہ پر بیٹھ کر درشت کلامی ہی پر اکتفا نہ کیا بلکہ اشارے کنائے میں ہی نہیں' اکثر اوقات واضح الفاظ میں ایسی باتیں کہہ گئے جو ان کے دعاوی کی مناسبت سے ہرگز ان کے شایان شان نہ تھیں' مثلاً ہندوؤں کے خدا کو ناف سے چھ انچ نیچے قرار دینا اور ماسٹر مرلی دھر کے محض یہ کہہ دینے پر کہ آپ تو لاچار اور قرض دار ہیں' انہیں یہ جواب دینا کہ ہمارے ہاں ہندو جاٹوں کا یہ طریق ہے کہ جب انہوں نے کسی کو اپنی دختر نیک اختر' نکاح میں دینی ہوتی ہے' تو وہ خفیہ طور پر جا کر اس کے کھاتہ' کھیون اور خسرہ نمبر کا پتہ کرتے ہیں مگر ہمارے تمہارے درمیان تو ایسا کوئی معاملہ نہیں۔ پنجابی میں یہ کہنے کے مترادف ہے کہ "توں مینوں کڑی تے نہیں دینی"۔ ہم اس جواب کا تجزیہ خود قادیانی حضرات پر چھوڑ دیتے ہیں۔

قادیانی خلافت کی نیلی فلموں میں مرزا محمود احمد ہمیشہ ہی ایک ایسا ہیرو رہا ہے' جس کے ساتھ کسی ولن نے ٹکر لینے کی جسارت نہیں کی۔ ان پر جنسی بے اعتدالی کا سب سے پہلا الزام 1905 میں لگا اور ان کے والد مرزا غلام احمد نے اس کی تحقیقات کے لیے ایک چار رکنی کمیٹی مقرر کر دی' جس نے الزام ثابت ہو جانے کے باوجود چار گواہوں کا سہارا لے کر شبہ کا فائدہ دے کر ملزم کو بچایا۔ عبدالرب برہم خاں 335 اے پیپلز کالونی فیصل آباد کا حلفیہ بیان ہے کہ اس کمیٹی کے ایک رکن مولوی محمد علی لاہوری سے انہوں نے اس بارہ میں استفسار کیا تو مولوی صاحب نے بتایا کہ الزام تو ثابت ہوچکا تھا مگر ہم نے ملزم کو Benefit of Doubt دے کر چھوڑ دیا۔ 1914 میں جب گدی نشینی کے لیے جنگ اقتدار چھڑی تو دہلی کی محلاتی سازشوں کے ماہرین نے ایک مذہبی جماعت کی سربراہی کے لیے بائیس سال کے ایک ایسے چھوکرے کو "منتخب" کر لیا' جس میں پیر کا بیٹا ہونے کے علاوہ کوئی خصوصیت موجود نہ تھی۔ ایسا برخود غلط اور کندہ ناتراش قسم کا آدمی عمر کے ہیجانی دور میں ایک ایسے منصب پر فائز ہوا جسے بظاہر ایک تقدس حاصل تھا۔ مرزا محمود نے تقدس کے اس کٹہرے کو اپنے لیے پناہ گاہ سمجھتے ہوئے جنسی عصیان کا وہ ہولناک ڈرامہ کھیلا کہ الامان والحفیظ۔

بلوغت سے لے کر مکمل طور پر مفلوج ہو جانے تک ہر چند سال کے وقفہ کے بعد القابات کی رداؤں میں ملفوف اس پیرزادے پر مسلسل بدکاری کے الزامات مخلص مریدوں کی طرف سے لگتے رہے' مباہلہ کی دعوتیں دی جاتی رہیں مگر ذہنی طور پر پورا ملحد و بے دین ہونے کے باوجود اس کو کبھی بھی جرات نہ ہوئی کہ کسی مظلوم مرید کی دعوت مباہلہ پر میدان میں نکلے۔ جب بھی کسی ارادت مند نے واقف راز دروں ہو کر للکارا تو قادیانی گماشتوں اور معیشت کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ملاؤں نے ایک طرف اخبارات و جرائد میں ہاہاکار شروع کر دی اور دوسری طرف اس محرم راز کو بدترین سوشل بائیکاٹ کا نشانہ بنایا گیا اور اسے اقتصادی و معاشرتی الجھنوں میں مبتلا کرنے پر ہزاروں روپے خرچ کر کے جب کسی قدر کامیابی ہوئی تو اسے اپنے بدمعاش پیر کا "معجزہ" قرار دیا گیا۔

کوئی شخص اپنی والدہ پر الزام تراشی کی جرات نہیں کرتا اور اگر خدانخواستہ وہ اس پر مجبور ہو جاتا ہے تو صرف یہ کہہ کر اس کو خاموش کرانے کی کوشش کرتا کہ دیکھو یہ بہت بری بات ہے' مناسب نہیں۔ اس امر کا جائزہ لینا بھی تو ضروری ہے کہ وہ کن المناک حالات سے دوچار ہوا کہ اسے اپنی' اتنی عزیز ہستی کی اصل حقیقت کو دنیا کے سامنے پیش کرنا پڑا۔ پیر کی جلوتیں اگر اس کی خلوتوں سے نالاں ہوں تو مریدوں کا اسی سانچے میں ڈھل جانا' ایک لازمی امر ہے۔ مرزا محمود احمد جب گدی نشین ہوا تو اس نے اپنے باوا کی نبوت کو نعوذ باللہ ـــــ ع

احمد ثانی نے رکھ لی احمد اول کی لاج

کے مقام پر پہنچایا۔ کبھی مسلمانوں کو اہل کتاب کے برابر قرار دیا اور کبھی انہیں ہندوؤں اور سکھوں سے مشابہت دے کر ان کے بچوں تک کے جنازوں کو حرام قرار دے دیا۔ قادیانیت کا غالب عنصر اس دور میں اس نچلے اور متوسط طبقے پر مشتمل تھا جو معاشی طور پر پسماندہ ہونے کی وجہ سے پیش گوئیوں کی فضا میں رہتے ہوئے چین محسوس کرتا تھا اور انگریز سے وفاداری کی قادیانی سند اس کی ملازمت کو محفوظ رکھتی

تھی۔ جب نئی نبوت' تکفیر مسلمین اور ان کے جنازوں کا بائیکاٹ' انتہا کو پہنچا تو مذکورہ بالا دونوں طبقوں نے قادیان کی طرف بھاگنا شروع کر دیا کہ وہاں رہائش اختیار کریں کیونکہ جس معاشرہ کو ایک "نبی" کے انکار کی بنا پر کافر قرار دے کر وہ علیحدہ ہوئے تھے' وہاں رہنا اب ان کے لیے ناممکن تھا۔ قادیان میں مرزا محمود احمد نے اپنے خاندان کی مالی حالت کو بہتر بنانے کے لیے مریدوں کے چندے سے خریدی ہوئی زمین کچھ اپنے عزیزوں کے ذریعے نہایت مہنگے داموں فروخت کی اور کچھ صدر انجمن احمدیہ کی معرفت اپنے ماننے والوں کو گراں قیمت پر فروخت کی مگر رجسٹریشن ایکٹ کے ماتحت اس کا انتقال ان کے نام نہ کروایا گیا۔ اس طرح وہ اپنے معاشرہ سے کٹ کر قادیانیت کے دام میں اس طرح پھنسے کہ

نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن!

اپنی سوسائٹی سے علیحدہ ہو کر' اب ایک نئی جگہ پر نئے حالات کا لازمی تقاضا یہ تھا کہ وہ ہر جائز و ناجائز خوشامد کر کے پیر اور اس کے لواحقین کا قرب حاصل کرتے اور انہوں نے وقت اور حالات کے دباؤ کے ماتحت ایسا ہی کیا۔ مگر پیر نے مجبور مریدوں کی عزتوں پر ڈاکہ ڈال کر سینکڑوں عصمتوں کے آبگینے تار تار کر دیے اور اگر کوئی بے بس مرید بلبلا اٹھا تو اسے شہر سے نکال دینے اور مقاطعہ کر دینے کی دھمکیاں دے کر خاموش رہنے کی تلقین کی۔ فخر الدین ملتانی ایسے کئی لوگوں کو قتل کروا کر دہشت کی فضا پیدا کی گئی مگر اس تمام یزیدی اہتمام کے باوجود مرزا محمود' اپنی پاکبازی کا ڈھونگ رچانے میں کامیاب نہ ہوسکا۔ گاہے ماہے اس دریا سے ایسی موج اٹھتی کہ "ذریت مبشرہ" کے بارے میں جملہ "الہامات" "کسوف" اور "رویاء" دھرے کے دھرے رہ جاتے۔ یوں تو مرزا محمود کی زندگی کا شاید ہی کوئی دن ایسا ہو جو بدکاری کی غلاظت سے آلودہ نہ ہو اور جس میں اس پر زناکاری کا الزام نہ لگا ہو' لیکن ذیل میں ہم ان الزامات و بیانات کا تذکرہ کرتے ہیں جن کی گونج اخبارات و رسائل ہی میں نہیں' ملک کی عدالتوں تک میں سنی گئی اور اس کے ساتھ بعض بالکل نئی روایات بھی درج

کرتے ہیں جو آج تک اشاعت پذیر نہیں ہو سکیں۔ قادیانی امت کی جنسی تاریخ پر اس سے پیشتر متعدد کتب آ چکی ہیں' لیکن وہ تقاضائے حالات کے ماتحت' جس رنگ میں پیش کی گئیں' اس کی بہت سی وجوہ تھیں۔ آئندہ سطور میں ہم کوشش کریں گے کہ ان روایات کو ذرا وضاحت سے پیش کریں اور اس سے پیشتر جو چیزیں اجمال سے بیان ہوئی ہیں' ان کی تفصیل کر دیں کیونکہ اگر اس وقت اس کام کو سرانجام نہ دیا گیا تو آنے والا مورخ' بہت سی معلومات سے محروم ہو جائے گا کیونکہ پرانے لوگوں میں سے جو لوگ صبح گئے یا شام گئے' کی منزل میں ہیں' وہ نہ ان سے مل سکے گا اور نہ ان دل دوز واقعات کو سن سکے گا جو خود ان پر یا ان کی اولاد پر گزرے ہیں۔ یہ سب شہادتیں موکد .حذاب قسموں کے ساتھ دی گئی ہیں اور یہ تمام افراد قادیانی امت کے خواص میں سے تھے۔ ان میں سے اکثر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مشرف بہ اسلام ہو چکے ہیں مگر چند ایسے بھی ہیں جو اپنی برین واشنگ کی وجہ سے کسی نہ کسی رنگ میں قادیانیت سے وابستہ ہیں۔ مگر وہ قادیانی "مصلح موعود" کو پورے یقین' پورے وثوق اور پورے ایمان کے ساتھ جولیس سیزر کا مثیل' راسپوٹین کا بروز اور ہرموڈیس کا ظل کامل سمجھتے ہیں اور ہر عدالت میں اپنی گواہی ریکارڈ کرانے کے لیے تیار ہیں۔ ممکن ہے بعض لوگ یہ بھی خیال کریں کہ برائی کی اشاعت کا طریق مناسب نہیں' ان کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ اس امر کو مدنظر رکھیں کہ یہ اظہار ان مظلوموں کی طرف سے ہے' جن میں سے بعض کی اپنی عصمت کی ردا چاک ہوئی اور اظہار حق کی پاداش میں ان پر وہ مصائب ٹوٹے کہ اگر وہ دنوں پر وارد ہوتے تو راتیں بن جاتیں۔ یہ اظہار ان مظلوموں کی طرف سے ہے جنہیں خدا نے بھی یہ حق دے رکھا ہے۔

لا یحب اللہ الجھر بالسوء من القول الا من ظلم

مباہلہ والوں کی للکار

مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم اور میاں زاہد' حال امرتسر مارکیٹ برانڈرتھ روڈ لاہور کے نام کے ساتھ "مباہلہ والے" کا لفظ منتفی ہو کر رہ گیا ہے۔ ان مظلوموں نے 1927 میں اپنی ایک ہمشیرہ سکینہ بیگم پر مرزا محمود کی دست درازی کے خلاف اس زور سے صدائے احتجاج بلند کی کہ بیت الخلا۔فت میں مقیم مذہبی مہنتوں کی روحیں کپکپا اٹھیں۔ قادیانی غنڈوں نے ان کے مکان کو نذر آتش کر دیا اور جناب میاں زاہد کے اپنے بیان کے مطابق اگر مولانا حکیم نورالدین کی اہلیہ محترمہ ان کو بروقت خبردار نہ کر دیتیں تو وہ سب اسی رات قادیانیوں کے ہاتھوں جام شہادت نوش کر چکے ہوتے۔ انہوں نے مرزا محمود احمد کے ناقوس خصوصی "الفضل" کے کذب و افترا کا جواب دینے کے لیے "مباہلہ" نامی اخبار جاری کیا' جس کی پیشانی پر یہ شعر درج ہوتا تھا۔ ۔

خون اسرائیل آ جاتا ہے آخر جوش میں
توڑ دیتا ہے کوئی موسیٰ طلسم سامری

یہ مظلوم خاتون قادیانی فرقہ کے صوبائی امیر مرزا عبدالحق ایڈووکیٹ سرگودھا کی اہلیہ ہیں۔ وہ اپنے مشاہدہ اور تجربہ کی بنا پر اب بھی ربوہ کے پاپائے ثانی کو بدکردار سمجھتی ہیں۔ یہ سانحہ اس طرح ظہور میں آیا کہ وہ کسی کام کی خاطر "قصر خلافت" میں گئیں۔ مرزا محمود نے اپنی گھناؤنی فطرت کے مطابق ان کے ساتھ زیادتی کا ارتکاب کیا۔ انہوں نے واپس آ کر سارا معاملہ اپنے شوہر کے گوش گزار کر دیا۔ مرید خاوند نے اپنی زوجہ پر اعتماد کر کے پیر پر تین حرف بھیجنے کی بجائے اس معاملہ کی تحقیق کا ارادہ کیا اور پاپائے ثانی کے پاس پہنچا۔ پیر تو' رنگ ماسٹر تھا' اسے مریدوں کو نچانے کا فن خوب آتا تھا' اس نے بڑی "معصومیت" سے کہا: مجھے خود اس معاملہ کی سمجھ نہیں آ رہی' سکینہ بیگم بڑی نیک اور پاک باز لڑکی ہے۔ اس نے ایسی حرکت کیوں کی ہے۔ میں دعا کروں گا' آپ کل فلاں وقت تشریف لائیں۔ جب مرزا عبدالحق

دوسرے دن پہنچے تو شاطر پیر اپنا عیارانہ منصوبہ مکمل کر چکا تھا۔ اس نے مرید کے لیے دام بچھاتے ہوئے کہا: میں نے اس معاملہ پر بہت غور کیا ہے' دعا بھی کی ہے۔ ایک بات سمجھ میں آئی ہے کہ چونکہ میں خلیفہ ہوں' "مصلح موعود" ہوں' اس لیے سکینہ بیگم ایک روحانی تعلق کی بنا پر مجھ سے محبت رکھتی ہے اور اس قسم کا جذبہ الفت جب پوری طرح قلب و ذہن پر مستولی ہو جاتا ہے تو اس وقت بعض عورتیں خواب کے عالم میں دیکھتی ہیں کہ انہوں نے فلاں مرد سے ایسا تعلق قائم کیا ہے اور اس خیال کا استیلاء و غلبہ ان پر اس قدر ہوتا ہے کہ وہ اس کو بیداری کا واقعہ سمجھ لیتی ہیں۔ اس کے ساتھ ہی مرزا محمود نے طب کی ایک کتاب نکال کر دکھا دی کہ دیکھ لو اطباء نے بھی اس مرض کا ذکر کیا ہے۔ اس پر مرید مطمئن ہو کر گھر واپس آیا تو اہلیہ کے استفسار کرنے پر مرید خاوند نے کہا: "تم بھی سچ کہتی ہو اور حضرت صاحب بھی سچ کہتے ہیں"۔

○

مولوی محمد دین صاحب سابق ہیڈ ماسٹر' حال صدر انجمن احمدیہ ربوہ نے مرزا محمد حسین صاحب المعروف ماسٹر بی کام کو بتایا کہ جن دنوں مرزا عبدالحق' انجمن کے وکیل کے طور پر گورداسپور میں پریکٹس کر رہے تھے' ایک روز وہ مجھے ملنے کے لیے آئے' جیسا کہ دوسرے شاگرد آتے تھے تو میں نے ان سے دریافت کیا کہ کیا آپ کی اہلیہ اب تک "حضرت صاحب" کو بدکردار سمجھتی ہیں اور واقعہ کی صحت پر مصر ہیں تو انہوں نے کہا "جی ہاں"۔

اس سلسلہ میں عبدالرحمٰن صاحب آف ڈیرہ غازی خاں اور مرزا عبدالحق کے درمیان جو خط و کتابت ہوئی' اسے ملاحظہ فرمائیں۔

خط نمبر 1:

قرآن کی تضحیک سے رک جائیں؟

مکرم مرزا صاحب

آپ کا مضمون بعنوان حضرت خلیفہ المسیح الثانی کے کارنامے بلحاظ فیض روحانی رسالہ "انصار اللہ" ربوہ' ماہ نومبر میں نظر سے گزرا۔ اور تو لکھیں تو تعجب کی بات نہیں کیونکہ وہ لوگ خلیفہ صاحب ثانی کی ذات بے برکات سے ناواقف ہیں' آپ کو تو آپ کی زوجہ محترمہ سکینہ بیگم نے آج سے کئی سال پہلے خلیفہ صاحب کی ناپاک زندگی سے آگاہ کر دیا تھا۔ کاش کہ آپ نے اپنی بیوی سے پوچھ لیا ہوتا' خلیفہ صاحب کے روحانی فیوض کیا ہیں؟ آپ خدا کو کیا جواب دیں گے۔ خدا کے لیے تدبر سے کام لیں اور ایک ناپاک' گندے' بدکار آدمی کو قرآنی آیات کا مصداق نہ ٹھہرائیں۔ قرآن کی تضحیک سے رک جائیں اور اپنی بیوی کی شہادت پر اعتبار کریں۔

عبدالرحمٰن

بلاک نمبر 4' ڈیرہ غازی خاں

10 فروری 1964

خط نمبر 1 بجواب عبدالرحمٰن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مرزا عبدالحق
ایڈووکیٹ
فون: 2016

کوٹھی نمبر 6 - انکم ٹیکس روڈ
سرگودھا چھاؤنی
577 / 20.2.66

مکرمی' السلام علیکم!

میں مشرقی پاکستان گیا ہوا تھا۔ وہاں سے واپس آکر آپ کا خط ملا۔ اگر اللہ تعالیٰ کسی کو نور فراست دے تو میرے مضمون سے سدھر سکتا ہے کہ الزامات جو حضور رضی اللہ عنہ کی ذات بابرکات پر لگائے جاتے ہیں' درست نہیں ہیں۔ ہم خدا کے فضل سے اہل غرض نہیں ہیں بلکہ سینکڑوں روپے ماہوار چندہ دیتے ہیں اور نصف سے زیادہ وقت خدمت دین کے لیے خرچ کرتے ہیں (جو محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے) اگر ان میں سے کوئی بات بھی درست ہوتی تو تعلق اخلاص ممکن نہ ہوتا۔ ہم نے اس شخص کو دیکھا اور خوب گہرے طور پر دیکھا' وہ ایک نہایت قیمتی موتی تھا لیکن پھر بھی ٹھوکر کھانے والوں نے ٹھوکر کھائی۔ یہ ان کی عقل اور فہم اور دینی حس کا قصور تھا۔ انہوں نے یہ بھی نہ سوچا کہ اگر وہ نعوذ باللہ ایسا ہی تھا جیسا کہ وہ لوگ سمجھتے رہے تو اس کو اتنے میٹھے پھل کیسے لگ گئے۔ اگر میں اس درخت کے پھل گنواؤں تو یہ جگہ کافی نہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو برکت بخشی اور ہر طرف سے بخشی۔ اس پر بدظنی کرنے والے نور ایمان سے محروم رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا یہی قانون ہے۔ میں نے اس خیال سے چند حروف لکھے ہیں کہ شاید یہ آپ کی ہدایت کا موجب ہوں' ورنہ میں اس کے جواب کی طرف مائل نہ ہوتا۔ والسلام۔

عبدالحق' امیر جماعت احمدیہ

سابق صوبہ پنجاب و بہاولپور

خط نمبر 2 عبدالرحمٰن

(کیا آپ کی زوجہ محترمہ نے مرزا محمود پر زنا کا الزام لگایا تھا؟)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

محترم برادرم مرزا عبدالحق صاحب' سلمک اللہ تعالیٰ

آپ کا جواب ملا' جس کا میں بہت شکرگزار ہوں۔ امید ہے کہ میرے شکوک دور کرنے میں میری رہنمائی کریں گے' کیونکہ وہی شکوک جماعت ربوہ میں داخل ہونے میں مانع ہیں۔ آپ نے اپنے خط میں جماعت سے خلوص اور دل بستگی کا اظہار کیا ہے۔ اس میں تو کسی کو شک و شبہ نہیں ہوسکتا۔ پہلے میں آپ سے جو کچھ لکھنا چاہتا ہوں' معذرت چاہتا ہوں۔ میرے لکھنے کی غرض صرف حقیقت پر پہنچنا ہے' مجھے حسب ذیل سوالات کے جوابات درکار ہیں۔

① کیا آپ کی زوجہ محترمہ سکینہ بیگم نے خلیفہ ثانی پر زنا کا الزام لگایا تھا؟

② کیا آپ خلیفہ صاحب کے پاس زنا کا الزام سن کر گئے تھے؟ نیز انہوں نے کیا جواب دیا جس کی وجہ سے آپ کی تسلی ہوگئی؟

ممکن ہے جو جواب آپ کی تشفی کا موجب بنا ہو' میرے لیے بھی ہدایت کا موجب بن جائے۔ مجھے امید کامل ہے کہ آپ ان متذکرہ بالا سوالات کے جوابات سیدھے سادے الفاظ میں دے کر ممنون فرمائیں گے۔ والسلام

عبدالرحمٰن لائبریرین

لائبریری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام' بلاک نمبر 4

ڈیرہ غازی خاں' 25 فروری 1966

خط نمبر 3 عبدالرحمٰن' بطور یاددہانی

زنا کے الزام کی صفائی کیجئے!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مکرم و محترم مرزا صاحب' السلام علیکم!

آپ نے میرے ایک خط کا جواب نہایت محبت اور خلوص کے رنگ میں دیا تھا'

جس میں آپ نے خلیفہ صاحب کی عظمت اور بزرگی کا اظہار کیا تھا۔ یہ رنگ مجھے پسند آیا تو میں نے اپنے شکوک و شبہات کے ازالہ کے لیے دوبارہ آپ کی خدمت میں ایک خط لکھا' جس میں تین سوالات درج کیے تھے اور آپ سے درخواست کی تھی کہ جواب سے نوازیں تاکہ ہمارے دلوں سے بھی تاریکی کے بادل چھٹ جائیں۔ اس خط کا جواب دستیاب نہیں ہوا۔ اس وجہ سے دوبارہ یاددہانی کے طور پر خط لکھ رہا ہوں اور اس میں انہی سوالات کا اعادہ کرتا ہوں۔ امید ہے کہ آپ ان سوالات کے جوابات دے کر ممنون فرمائیں گے تاکہ شکوک کا ازالہ ہوسکے۔

سوال

① کیا آپ کی بیوی محترمہ سکینہ بی بی نے اپنے تجربہ اور مشاہدہ کی بنا پر مرزا محمود احمد خلیفہ ثانی پر زنا کا الزام نہیں لگایا تھا؟

② پھر اس الزام کو سن کر کیا آپ خلیفہ صاحب کے پاس نہیں گئے تھے؟

③ خلیفہ صاحب کی طرف سے وہ کیا جواب تھا جس نے آپ کی تسلی کر دی؟

چونکہ یہ الزامات آپ کی بیوی کی طرف سے منسوب کیے جاتے ہیں اور آپ کا بھی کسی نہ کسی رنگ میں ذکر آتا ہے اور اس وجہ سے ان الزامات کی صفائی آپ ہی کر سکتے ہیں۔ امید ہے کہ برا نہ مناتے ہوئے جواب سے نوازیں گے۔ ممکن ہے کہ یہ جوابات میری ہدایت کا موجب بنیں۔

عبدالرحمٰن' 3 اپریل 1966

خط نمبر 2 بجواب عبدالرحمٰن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

6 Civil Lines

Advocate Sargodha 9-4-66

مکرمی عبدالرحمٰن صاحب' السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ

آپ کا خط ملا۔ اس سے پہلا خط بھی ملا تھا۔ یہ باتیں خط و کتابت میں لانی مناسب نہیں ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو کسی وقت توفیق دے تو میرے پاس آئیں' میں انشاء اللہ آپ کی تسلی کی کوشش کروں گا۔ اگر آپ پسند کریں گے تو آمد و رفت کا کرایہ پیش کر دوں گا' لیکن اسے سمجھنے کے لیے صحت نیت ضروری ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور میں اخلاص کے ساتھ پورا جھکاؤ ہو تو وہ ہدایت سے محروم نہیں رہنے دیتا۔ ان الزامات میں بے حد مبالغے کیے گئے ہیں۔ الزامات لگانے والوں نے اس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سلوک کو نہیں دیکھا' جو ان الزامات کی پوری تردید کرتا ہے۔

خاکسار

مرزا عبدالحق

امیر جماعت ہائے احمدیہ'

سابق صوبہ پنجاب و بہاولپور

خط نمبر 4 عبدالرحمٰن' اصل سوال کی مزید یاددہانی

میرے سوال کی طرف توجہ دیجئے!

محترم مرزا صاحب' السلام علیکم!

آپ کا خط مورخہ 1966 - 4 - 12 کو ملا۔ آپ نے لکھا ہے میں نے جن امور سے متعلق آپ سے دریافت کیا ہے' ان کو خط و کتابت میں لانا مناسب نہیں اور تسلی دلانے کے لیے آپ نے سرگودھا آنے کی دعوت دی ہے۔ اس بارہ میں یہ عرض ہے کہ مجھے سرگودھا آنے میں کوئی عذر نہیں۔ جو امر مجھے ربوہ جماعت سے دور رکھنے

کا موجب ہے' وہ وہی الزامات ہیں جو وقتاً" فوقتاً" خلیفہ صاحب کی ذات پر لگتے رہے ہیں' پھر ان الزامات میں تواتر کا رنگ پایا جاتا ہے۔ سرگودھا صرف اس شرط پر آنے کو تیار ہوں کہ آپ مجھے ان الزامات کا جواب نفی یا اثبات میں دیں' جن کا تعلق آپ کی بیوی محترمہ سکینہ بیگم سے ہے کیونکہ عام سماعت کے مطابق آپ کی محترمہ نے آپ کو ہی خلیفہ صاحب کے کردار سے آگاہ کیا تھا۔ میرے لیے اس وقت تک دوسرے دلائل تسلی کا موجب نہیں ہوں گے' جب تک آپ ان الزامات کی تردید نہ کریں۔ اگر خلیفہ صاحب کا کردار ہی محل نظر ہو تو دوسرے دلائل کی طرف توجہ کرنا بے فائدہ ہے' نہ کوئی سمجھ دار آدمی ان دلائل سے مطمئن ہوسکتا ہے۔ اگر آپ مجھے ان الزامات کا جواب نفی یا اثبات میں دینے کو تیار ہوں تو مجھے سرگودھا آنے میں کوئی عذر نہیں ہے۔ امید ہے کہ میرے اس ذہن کو مدنظر رکھ کر جواب سے نوازیں گے۔ اگر دوسرے غیر متعلقہ مباحث میں ڈال کر تسلی دینے کی کوشش کرنا ہے تو پھر مجھے سرگودھا کا سفر اختیار کرنے میں کوئی فائدہ نظر نہیں آتا۔

عبدالرحمٰن' 1966 - 4 - 16

خط نمبر 5 بطور یاددہانی

خلیفہ صاحب دوم کی ذات پر سنگین قسم کے الزامات کا تدارک کیجئے؟

آخری مزید یاددہانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مکرم و محترم مرزا صاحب' السلام علیکم! مزاج مبارک

مورخہ 16 اپریل 1966 کو آپ کی خدمت میں جواباً" مراسلہ ارسال کیا تھا کہ جس میں خاکسار نے تحقیق حق کے لیے سرگودھا آنے کی خواہش کا اظہار کیا تھا تاکہ

اس الزام کی تردید یا توثیق' جو آپ کی زوجہ محترمہ سکینہ بیگم نے خلیفہ صاحب دوم کی ذات پر لگایا تھا' معلوم کر سکوں۔ افسوس ہے کہ آپ نے جواب تک نہیں دیا۔ آپ کی یہ خاموشی اس امر کی غمازی کرتی ہے کہ آپ کی محترمہ نے خلیفہ صاحب دوم کی ذات پر کوئی سنگین قسم کا الزام عائد کیا تھا' جس کو آپ پردۂ راز میں رکھنا چاہتے ہیں اور اب مجھے اس امر کا حق پہنچتا ہے کہ میں تمام خط و کتابت شائع کر دوں' تاکہ اپنے اور بیگانے خلیفہ صاحب کے دعوئ مصلح موعودیت کی حقیقت سے آشنا ہو سکیں۔

والسلام

عبدالرحمٰن لائبریرین' بلاک نمبر 4

ڈیرہ غازی خاں' یکم اکتوبر 1966

"ایک احمدی خاتون کا بیان"

مذکورہ بالا عنوان کے تحت ایک مظلوم خاتون کا بیان اخبار "مباہلہ" قادیان میں اشاعت پذیر ہوا تھا' گو اس وقت یہ چیلنج بھی دے دیا گیا تھا کہ اگر "خلیفہ صاحب" مباہلہ کے لیے آمادہ ہوں تو نام کے اظہار میں کوئی ادنیٰ تامل بھی نہیں ہوگا۔ مگر چونکہ اس گوسالہ سامری کو مقابل پر نکلنے کی جرات نہ ہوئی' اس لیے نام کا اظہار نہیں کیا گیا تھا۔ اب ہم ریکارڈ درست رکھنے کی خاطر یہ درج کر رہے ہیں کہ وہ خاتون قادیان کے دکاندار شیخ نورالدین صاحب کی صاجزادی عائشہ تھیں۔ ان کے بھائی شیخ عبداللہ المعروف عبداللہ سوداگر آج کل ساہیوال میں مقیم ہیں۔ عائشہ بیگم تھوڑا عرصہ ہوا' انتقال کر گئی ہیں' اب ہم وہ بیان درج کرتے ہیں۔

> "میں میاں صاحب کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتی ہوں اور لوگوں میں ظاہر کر دینا چاہتی ہوں کہ وہ کیسی روحانیت رکھتے ہیں؟ میں اکثر اپنی سہیلیوں سے سنا کرتی تھی کہ وہ بڑے زانی شخص ہیں مگر اعتبار نہیں آتا تھا

کیونکہ ان کی مومنانہ صورت اور نیچی شرمیلی آنکھیں ہرگز یہ اجازت نہ دیتی تھیں کہ ان پر ایسا الزام لگایا جا سکے۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ میرے والد صاحب نے' جو ہر کام کے لیے حضور سے اجازت حاصل کیا کرتے تھے اور بہت مخلص احمدی تھے' ایک رقعہ حضرت صاحب کو پہنچانے کے لیے دیا' جس میں اپنے کام کے لیے اجازت مانگی تھی۔ خیر میں یہ رقعہ لے کر گئی۔ اس وقت میاں صاحب نئے مکان (قصر خلافت) میں مقیم تھے۔ میں نے اپنے ہمراہ ایک لڑکی لی جو وہاں تک میرے ساتھ گئی اور ساتھ ہی واپس آ گئی۔ چند دن بعد مجھے پھر ایک رقعہ لے کر جانا پڑا۔ اس وقت بھی وہی لڑکی میرے ہمراہ تھی۔ جونہی ہم دونوں میاں صاحب کی نشست گاہ میں پہنچیں تو اس لڑکی کو کسی نے پیچھے سے آواز دی۔ میں اکیلی رہ گئی۔ میں نے رقعہ پیش کیا اور جواب کے لیے عرض کیا' مگر انہوں نے فرمایا کہ میں تم کو جواب دے دوں گا' گھبراؤ مت۔ باہر ایک دو آدمی میرا انتظار کر رہے ہیں' ان سے مل آؤں۔ مجھے یہ کہہ کر' اس کمرے کے باہر کی طرف چلے گئے اور چند منٹ بعد پیچھے کے تمام کمروں کو قفل لگا کر اندر داخل ہوئے اور اس کا بھی باہر والا دروازہ بند کر دیا اور چٹخنیاں لگا دیں۔ جس کمرے میں بیٹھی تھی' وہ اندر کا چوتھا کمرہ تھا۔ میں یہ حالت دیکھ کر سخت گھبرائی اور طرح طرح کے خیال دل میں آنے لگے۔ آخر میاں صاحب نے مجھ سے چھیڑ چھاڑ شروع کی اور مجھ سے برا فعل کروانے کو کہا۔ میں نے انکار کیا۔ آخر زبردستی انہوں نے مجھے پلنگ پر گرا کر میری عزت برباد کر دی اور ان کے منہ سے اس قدر بو آ رہی تھی کہ مجھ کو چکر آ گیا اور وہ گفتگو بھی ایسی کرتے تھے کہ بازاری آدمی بھی ایسی نہیں کرتے۔ ممکن ہے جسے لوگ شراب کہتے ہیں' انہوں نے پی ہو کیونکہ ان کے ہوش و حواس بھی درست نہیں تھے۔ مجھ کو دھمکایا کہ اگر کسی سے ذکر کیا تو تمہاری بدنامی ہوگی' مجھ

پر کوئی شک بھی نہ کرے گا"۔

مرزا محمود اور مس روفو

مرزا محمود جنس کے میدان دغا میں نت نئے تجربات کرتے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ لاہور سسل ہوٹل میں آئے تو وہاں کی نوجوان اطالوی منتظمہ مس روفو کو دل دے بیٹھے اور پھر بہلا پھسلا کر اسے قادیان لے گئے۔ لاہور تو خبروں کا شہر ہے' بات نکلی تو مولانا ظفر علی خاں مرحوم تک پہنچ گئی۔ انہوں نے فوراً ایک نظم کہہ دی اور اگلی صبح اس کا ہر شعر لوگوں کی زبان پر تھا۔ بات بنتی نظر نہ آئی تو مرزا محمود نے حسب روایت بہانہ بنایا کہ میں اسے اپنی بیویوں اور لڑکیوں کے انگریزی لہجہ کے لیے لایا تھا۔ ("الفضل" 18 مارچ 1934) اس پر اخبارات نے لکھا کہ اطالوی تو خود انگریزی کے بعض الفاظ صحیح طور پر نہیں بول سکتے' پھر ایک رقاصہ لڑکی کو گورنس کے طور پر رکھنا کونسی دانشمندی کی علامت ہے؟ اس پر قادیانی امت کے راسپوٹین کے لیے کوئی جائے فرار نہ رہی اور اس نے مس روفو کو اپنے محرم راز ڈرائیور (تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ ڈرائیور نذیر تھا) کے ہمراہ پانچ ہزار روپیہ دے کر واپس بھیج دیا۔ قادیان میں مس روفو تجربات کی جس بھٹی سے گزری' وہ اس قدر لرزہ خیز نوعیت کے تھے کہ اس نے آتے ہی ایک وکیل کو مرزا محمود کے خلاف کیس دائر کرنے کے لیے کہا کہ وہ اس کے ساتھ اپنی بیٹی کو سامنے بٹھا کر بدکاری کرتا رہا ہے۔ (ملخص از کمالات محمودیہ و فتنہ انکار ختم نبوت) وکیل نے اس کا کیس لینے سے انکار کر دیا کیونکہ یہ کوئی معمولی گناہ نہ تھا۔ یہاں تو افشائے راز کا تحفظ بھی معصیت سے کیا گیا تھا۔ میں نے کئی باخبر لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ وکیل کون تھے تو انہوں نے بتایا کہ وہ سابق چیف جسٹس محمد منیر تھے' جو اس وقت وکالت کی پریکٹس کیا کرتے تھے۔ واللہ اعلم۔

اب آپ مولانا ظفر علی کی وہ نظم مطالعہ فرمائیں جو نہ صرف ادبی و فنی اعتبار

سے ایک شاہکار ہے' بلکہ اس میں قادیانی نبوت و خلافت کی بھی دھجیاں بکھیر کر رکھ دی گئی ہیں۔

اطالوی حسینہ

"از نقاش"

اے کشور اطالیہ کے باغ کی بہار
لاہور کا دامن ہے تیرے فیض سے چمن
پیغمبر جمال تیری چلبلی ادا
پروردگار عشق تیرا دل ربا چلن
الجھے ہوئے ہیں دل تری زلف سیاہ میں
ہیں جس کے ایک تار سے وابستہ سو فتن
پروردہ فسوں ہے تیری آنکھ کا خمار
آوردۂ جنوں ہے تیری بوئے پیرہن
پیمانہ نشاط تیری ساق صندلیں
پیمانہ سرور تیرا مرمریں بدن
رونق ہے ہوٹلوں کی تیرا حسن بے حجاب
جس پر فدا ہے شیخ تو لٹو ہے برہمن
جب قادیان پہ تیری نشیلی نظر پڑی
سب نشہ نبوت ظلی ہوا ہرن
میں بھی ہوں تیری چشم پر افسوں کا معترف
جادو وہی ہے آج اے قادیاں شکن

("ارمغان قادیان" ص 50 شائع کردہ مکتبہ کارواں)

مقبول اختر صاحبہ کا خط مولانا مظہر علی اظہر کے نام

مقبول اختر صاحبہ حکیم قطب الدین صاحب آف بدو ملہی کی عزیزہ ہیں۔ قادیان میں انہیں مرزا محمود کے گھر میں رہنا پڑا۔ وہاں جو کچھ انہیں نظر آیا' وہ انہوں نے مولانا مظہر علی اظہر مرحوم کو لکھ دیا۔ اصل خط میں بعض الفاظ غلط طور پر لکھے گئے ہیں' ہم تصحیح کیے بغیر انہیں بعینہ نقل کر رہے ہیں۔

محترم جناب مولوی صاحب

السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ

گزارش احوال یہ ہے کہ میں سات سال سے مرزا بشیر الدین محمود احمد کے گھر میں ہوں۔ میں نے جو اپنی آنکھوں سے حالات دیکھے ہیں' وہ قلم بند کر رہی ہوں۔ پہلے تو برداشت کرتی رہی مگر اب نہ کر سکی اور میں نے اپنی جان بچانے کے واسطے وہاں سے نکلنا منظور کیا یعنی قادیان میں خلیفہ صاحب نے کوئی لڑکی یا عورت نہیں چھوڑی جو کہ خوبصورت ہیں۔ سخت ہی عیش پسند ہے' شراب پینے سے' زنا کرنے سے بالکل خدا کا خوف نہیں اور قیامت یاد نہیں ہے اور طریقہ یہ اختیار کیا ہوا ہے کہ دفتر میں جونواں (نوجوان) لڑکے ہیں' وہ آتے ہیں اور لڑکیاں اس جگہ پر بلا لیتے ہیں۔ تو آپ بھی اس میں شامل ہوتے ہیں یعنی اس میں اپنی لڑکیاں بھی (شامل) کرتے ہیں۔ یعنی ناصرہ' قیوم' رشید' امتہ العزیز اور ایک بیوی جس کا نام مریم' سیدوں کی لڑکی ہے' وہ بھی اس شامل ہے۔ اس کے بعد باہر کی لڑکیاں یعنی ڈاکٹر فضل الدین کی لڑکی سلیمہ' مفتی فضل الرحمٰن کی لڑکی' احمد الدین زرگر کی لڑکی' سید منصوری والے کی بہو' استانی میمونہ' چودھری فتح محمد سیال کی بیوی رقیہ' سید ولی اللہ شاہ کی بیوی' فتح محمد کی لڑکی آمنہ' سید عبدالجلیل کی بیوی رضیہ نور جہاں' وہ باہر کی ہے۔ اپنی مرزا محمود کی بیوی جو عرب کی ہے۔ محمد بی بی بلوچ کی بیوی' مولوی سردار جو آج کل استانی ہے۔ عزیزہ' بیوی مرزا گل محمد' والدہ صلاح الدین اور بہت شامل حال ہیں۔ تو اہلیہ ولی اللہ یا مولوی سردار جو ہر وقت حاضر خدمت رہتی ہیں۔ استانی العزیز سراج بی بی ایک لڑکی

ہے' وہ بھی شامل ہے۔ ایک سیدہ منیرہ جو کہ ولی اللہ کے ماموں کی لڑکی ہے اس کو تو حمل بھی ہوگیا تھا۔ قادیدا" جو آج کل بیوی مرزا مہتاب بیگ دکاندار ہے' وہ بھی شامل ہے بلکہ پہلا لڑکا جو ہوا' مرزا محمود کا ہوا تھا' جس کا نام عبدالرشید ہے۔ اب پھر سلیمہ بنت ڈاکٹر فضل الدین کی لڑکی ہے۔ اس کو بھی بچہ مرزا محمود کا ہونے والا ہوا' تو بہت جلدی اس کی شادی شیخ عبدالرحمٰن مصری کے لڑکے کے ساتھ کر دی تاکہ کوئی بہانا بنایا جائے یعنی اب مشہور کر دیا ہوا ہے کہ اس کو بیماری ہے۔ اگر بچہ پیدا ہوا تو سات ماہ کا ہوگا۔ اس طرح وہ ہی منیرہ اس کو بھی حمل ہوگیا تھا۔ مگر جلدی سے اس کا علاج کر دیا اور حمل گرا دیا یعنی ڈاکٹر احسان علی کے بھائی کا تھا اور علاج ڈاکٹر احسان علی نے کیا۔ باقی جو قادیان کے بدمعاش لڑکے ہیں' وہ خلیفہ صاحب کے ہم راز ہیں اور پوشیدہ دوست ہیں کیونکہ خلیفہ کا راز اور ان بدمعاشوں کا راز ایک ہے۔ مریم جو کہ خلیفہ صاحب کی بیوی ہے' وہ سیکرٹری بنی ہوئی ہے اور خلیفہ صاحب کی طرح ایک دوسرے کو ملا دیتی ہے اور خود بھی لڑکوں کے ساتھ بدمعاشی کرتی ہے۔ ایک نذیر لڑکا ہے جو کہ مرزا محمود کی موٹر چلاتا ہے' وہ بھی شامل ہے۔ میں تو سخت تنگ آکر قادیان کو خیرباد کہہ دیا ہے اور باقی جو میرے ہم خیال لڑکیاں ہیں' وہ بھی سخت تنگ ہیں۔ ہاں سچ مولوی محمد صادق کی بیوی رضیہ وہ بھی شامل ہے اور مولوی رحمت علی کی بیوی اور بیٹی دونوں شامل ہیں۔ مجھے بھی اس میں شامل کرنا چاہتے تھے مگر میں نے یہ بات نامنظور کی اور باہر چلی آئی۔ میرا خیال یہاں تک کہتا تھا کہ مسلمان کوئی نہیں اور خدا بھی کوئی نہیں ہے کہ میری آنکھیں کیا دیکھتی ہیں۔ مگر ان کو ہوتا کچھ نہیں ہے۔ ایک طرف تو خدا تعالیٰ سخت سے سخت سزا دینے کا حکم دیتا ہے' دوسری طرف ان کو کچھ نہیں کہتا۔ یہ کیا معاملہ ہے' اس سے تو ہزار درجہ بہتر عیسائی لوگ ہیں۔ میں اپنی جان کی قسم اٹھا کر کہتی ہوں کہ اگر مجھے یہ علم نہ تھا کہ حقیقت میں مسلمانوں کے ہم درد (ہمدرد) احرار قوم دنیا میں موجود نہیں تو میں ضرور ضرور عیسائی ہو جاتی اور اپنی جان کو بچا لیتی مگر خدا تعالیٰ بہت قدرت والا ہے' میرے دل میں خیال تھا کہ اچانک مجھے

ایک آدمی ملا' جس نے مجھے حضرت مولوی صاحب (مولوی مظہر علی صاحب اظہر) کی خدمت میں آنے کی تاکید کی اور کہا کہ وہ ضرور تمہاری امداد کریں گے۔ اب میں نہایت ہی عاجزانہ مجلس احرار یعنی قوم کے ہمدرد کے آگے اپیل کرتی ہوں کہ وہ میری مدد کریں تاکہ جو میری ہم خیال لڑکیاں ہیں' ان کو نجات دینے کا کوئی راستہ بنا سکوں۔ میں انشاء اللہ جلدی ہی اس بات کی کوشش کر رہی ہوں۔

میں اب ایک مضمون بنا کر دوں گی قادیان کے حالات پر کیونکہ اب سکول میں رخصت ہوگئی ہیں اور مجھے فرصت ملی ہے۔ فقط

مقبول اختر

شیخ عبدالرحمان صاحب مصری کے معرکہ آراء خطوط

شیخ عبدالرحمان مصری 25 ٹی گلبرگ لاہور میں مقیم ہیں۔ 1905 میں انہوں نے بانی قادیانیت کے ہاتھ پر ہندومت ترک کر کے اسلام قبول کیا۔ مولانا حکیم نور الدین کے سربراہ جماعت ہونے کے بعد' وہ عربی کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے مصر چلے گئے۔ واپس آکر مدرسہ احمدیہ قادیان کے ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔ 1924 میں جب مرزا محمود انگلستان یاترا کے لیے روانہ ہوئے تو شیخ صاحب بھی ان کے ساتھ تھے۔ یوں سمجھئے کہ مرزا محمود رجیم میں آپ صف اول کے لوگوں میں شامل تھے۔ نقائص سے مبرا تو کوئی انسان نہیں ہوتا' نہ شیخ صاحب کو اس کا دعوی ہے' مگر واقعہ یہ ہے کہ مرزا محمود اپنی تمام ریشہ دوانیوں کے باوجود ان پر جنسی یا مالی بددیانتی کا کوئی الزام نہ لگا سکا۔ ابتداء میں جب انہیں اپنے بیٹے کے ذریعے مرزا محمود کی بدکرداری کا علم ہوا' تو انہوں نے اپنے بیٹے کو عاق کرنے کا فیصلہ کر لیا' مگر حقائق اپنا آپ منوا لیتے ہیں۔ جب انہوں نے تحقیقات شروع کی تو اعتقاد کی دھند چھٹنی شروع ہوئی اور وہ حیران رہ گئے کہ یہاں انہیں کی اولاد پر ہاتھ صاف نہیں ہو رہا' ہر گھر میں ڈاکہ پڑ رہا ہے۔ اس پر انہوں نے مرزا محمود کو تین پرائیویٹ خطوط لکھے۔ یہ مکاتیب پڑھنے سے پیشتر یہ

سمجھنا ضروری ہے کہ یہ ایک ایسے شخص نے لکھے ہیں جو ایک معاشرہ سے تعلقات منقطع کر کے ایک نئے قادیانی ماحول میں آیا تھا اور ایک لمبے عرصہ کے بعد جب اسے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی عزت' معاش' اولاد' کوئی چیز اس قبائلی نظام میں محفوظ نہیں ہے تو وہ اضطراب اور کرب کی جس کیفیت سے گزرتا ہے' اس کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ وہ "خلیفہ" کو بدکار اور زانی سمجھتے ہوئے بھی اسے "سیدنا" کے لفظ سے خطاب کرتا ہے۔ وہ بعض تحفظات کے وعدہ پر اس "ریاست" میں اپنی بقیہ زندگی یہ سمجھ کر بھی گزار لینے پر آمادہ ہے کہ "میں ایک ایسی ریاست میں رہ رہا ہوں جس کا والی بدچلن ہے"۔

یہ چیزیں بتاتی ہیں کہ ایک مخصوص ماحول میں رہتے ہوئے سماجی و معاشی رشتے انسانی ذہن کی ساخت ایسی بنا دیتے ہیں کہ وہ ان علائق کے ٹوٹنے کے خوف سے غیر شعوری طور پر اپنے آپ کو ایسے "دلائل" سے مطمئن کرنے کی کوشش کرتا ہے' جن کی حیثیت تار عنکبوت ایسی بھی نہیں ہوتی۔ مرزا محمود سے توبہ کا مطالبہ یا بدکاری کے جواز پر کسی سند کا مانگنا اسی قبیل کی چیزیں ہیں۔ قبائلی سماج کے معروف طریقوں کے مطابق مرزا محمود نے ان کے خلاف اپنے تنخواہ دار ملاؤں سے پروپیگنڈا شروع کروا دیا' انہیں قتل کرنے کی دھمکیاں دیں اور مریدوں کی توجہ اپنی زناکاری سے ہٹانے کے لیے اس امر کی تشہیر کی گئی کہ شیخ صاحب موصوف اپنی صاحبزادی کا رشتہ اسے دینا چاہتے تھے مگر جب اس میں ناکامی ہوئی تو الزامات لگانے شروع کر دیے۔ شیخ صاحب کو جب "اصلاح" کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو انہیں سمجھ آ گئی کہ معیشت' ماحول اور لایعنی عقائد کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے مجبور مریدوں سے سچ بولنے اور صداقت کی حمایت کرنے کی توقع کرنا حماقت ہے۔ اس پر انہوں نے چوبیس گھنٹے کا نوٹس دے کر "خلیفہ" سے علیحدگی اختیار کر لی۔ اب آپ وہ خطوط ملاحظہ فرمائیں۔

نقل خط نمبر 1

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

الفتنتہ نائمتہ لعن اللہ من ایقظھا

سیدنا' السلام علیکم و رحمتہ و برکاتہ!

میں ذیل کے چند الفاظ محض آپ کی خیر خواہی اور سلسلہ کی خیر خواہی کو مد نظر رکھتے ہوئے لکھ رہا ہوں۔ مدت سے میں چاہتا تھا کہ آپ سے دو ٹوک بات کروں مگر جن باتوں کا درمیان میں ذکر آنا لازمی تھا' وہ جیسا کہ آپ اچھی طرح جانتے ہیں' ایسی تھیں کہ ان کے ذکر سے آپ کو سخت شرمندگی لاحق ہونی لازمی تھی اور جن کے نتیجہ میں آپ میرے سامنے منہ دکھانے کے قابل نہیں رہ سکتے تھے اور ادھر چونکہ سلسلہ کے کاموں کی وجہ سے اکثر ہمیں آپس میں ملنے کی ضرورت پیش آتی تھی' میری فطرتی شرافت اس بات کو گوارا نہیں کر سکتی تھی کہ آپ ہمیشہ کے لیے میرے سامنے شرمندگی کی حالت میں آئیں' اس لیے میں اس وقت تک آپ کے ساتھ فیصلہ کن بات کرنے سے رکا رہا ہوں' لیکن اب حالات نے مجبور کر دیا ہے کہ میں آپ کے سامنے آپ کی اصل (Situation) رکھ دوں اور آپ کو بتا دوں کہ جس طرف آپ جا رہے ہیں' وہ راہ آپ کے لیے اور سلسلہ کے لیے کیسی پر از خطرات ہے۔ یہ سچ ہے کہ سلسلہ خدا کا ہے اور خدا خود اس کی حفاظت کرے گا اور خدا تعالٰی کے فرشتے لوگوں کے دلوں کو خود اس طرف کھینچ کر لائیں گے' لیکن آپ اپنی غلط پالیسی کے نتیجہ میں ہر طرح سے لوگوں کو اس سے دور پہنچانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ میں نے تو مظلوم ہو کر بھی (جس کو شریعت نے بھی ظالم کے ظلم کے علی الاعلان اظہار کی اجازت دی ہے) اس بات میں شرم محسوس کرتا رہا کہ آپ کے سامنے بالمشافہ یا تحریر کے ذریعہ آپ کی بعض خاص راز کی باتوں کا ذکر لاؤں لیکن آپ جو ظالم تھے اور ایسے افعال شنیعہ کے مرتکب تھے' جن کے سننے سے بھی ایک مومن چھوڑ' معمولی شریف آدمی کی روح کانپتی ہے۔ اس آدمی کو جس کا قصور اور جرم صرف اسی قدر تھا کہ بدقسمتی سے اس کو آپ کے افعال شنیع کا علم ہوگیا اور

آپ کو یہ علم ہوگیا کہ اسے علم ہوگیا ہے' دکھ دینے اور قسم قسم کے مصائب کا' اسے نشانہ بنانے اور اس کو جماعت کی نظر میں گرانے کے لیے طرح طرح کے بہتان اس پر باندھنے اور ان بہتانوں کو ہاتھ میں لے کر اس کے خلاف جماعت میں جھوٹا پراپیگنڈا کرنے کی لگاتار ان تھک کوشش کرنے میں ذرا شرم محسوس نہیں کی اور یہ سب کچھ اس لیے کیا گیا کہ آپ کا (Guilty Conscious) (مجرم ضمیر) ہر وقت آپ کو اس بے شر اور بے ضرر انسان کے متعلق اندر سے یہی آواز دیتا رہا کہ اگر اس شخص نے میری ان کارروائیوں کا' جو میں اندر خانہ کر رہا ہوں' جماعت کو علم دے دیا تو میرا سارا کاروبار بگڑ جائے گا اور میں شہرت سے گر کر قعر مذلت میں جا پڑوں گا کیونکہ آپ اچھی طرح سے جانتے تھے کہ اس شخص کو جماعت میں عزت حاصل ہے' مستریوں کے متعلق تو اس قسم کے عذر گھڑ لیے گئے تھے کہ ان کے خلاف مقدمہ کیا تھا یا ان کی لڑکی پر سوتن لانے کا مشورہ دیا تھا' مگر یہاں اس قسم کا کوئی بھی عذر نہیں چل سکتا۔ اس کی بات کو جماعت مستریوں کی طرح رد نہیں کرے گی بلکہ اس پر اسے کان دھرنا پڑے گا اور وہ ضرور دھرے گی' اس لیے آپ نے اسی میں اپنی خیر سمجھی کہ آہستہ آہستہ اندر ہی اندر اس شخص کو جھوٹے پراپیگنڈا کے ذریعہ جماعت کی نظر سے گرا دیا جائے اور اس کو اس مقام پر لے آیا جائے کہ اگر یہ میرے اس گندے راز کو فاش کرے تو جماعت توجہ نہ کرے اور اس کی بات کو بھی اس طرف منسوب کرنے لگ پڑے کہ اس شخص کو بھی کچھ ذاتی اغراض و خواہشات تھیں' جن کو چونکہ پورا نہیں کیا گیا' اس لیے یہ بھی ایسا کہنے لگ پڑے ہیں اور ادھر سے آپ شور مچانا شروع کر دیں کہ دیکھا' میں نہیں کہتا تھا کہ یہ اندر سے مستریوں یا پیغامیوں یا احراریوں سے ملے ہوئے ہیں اور ایسے لوگوں کا منہ بند کرنے کے لیے' جن کو آپ کے ان گندے رازوں کا علم ہو جاتا ہے' آپ کے پاس زیادہ تر یہی ایک حربہ ہے۔ یہ آپ مت خیال کریں کہ جو کچھ آپ میرے خلاف کر رہے ہیں' اس کا مجھے علم نہیں ہوتا' مجھے آپ کی ہر کارروائی کا علم ہوتا رہا ہے' میں بھی آپ کے اس

اشتعال انگیز طریق سے متاثر ہو کر جلدبازی سے کام لیتا اور ابتداء میں ہی اپنا مبنی برحقیقت بیان شائع کر دیتا اور جو تقدس کا بناوٹی پردہ اپنے اوپر ڈالا ہوا ہے' اس کو اٹھا کر آپ کی اصل شکل دنیا کے سامنے ظاہر کر دیتا تو آج نہ معلوم آپ کا کیا حشر ہوتا یعنی محض اللہ تعالٰی کے لیے صبر سے کام لیا۔ آپ کے ظلم پر ظلم دیکھے اور اف تک نہیں کی۔ میں نے سمجھا تھا کہ میری خاموشی سے آخر آپ سبق حاصل کریں گے اور سمجھ لیں گے کہ یہ شخص اس راز کو فاش کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا اور کچھ عرصہ تک میرے رویہ کو دیکھ کر' خودبخود اپنی غلطی محسوس کر کے' نادم ہو کر' اپنی ان ناجائز اور ظالمانہ کارروائیوں اور جھوٹے پراپیگنڈا سے باز آجائیں گے' لیکن آپ کا (Guilty Conscious) (مجرم ضمیر) آپ کو کب آرام سے بیٹھنے دے سکتا تھا اور آپ کا اضطراب اور گھبراہٹ سے بھرا ہوا دل اس وقت تک' کب آپ کو چین کی نیند لینے دے سکتا تھا' جب تک آپ اس شخص کو اپنی راہ سے دور نہ کر لیں' جس سے آپ کو ذرا سا بھی خطرہ' خواہ وہم ہی کیوں نہ ہو' محسوس ہو رہا ہو۔ آپ غالبًا اس وقت تک اس غلط فہمی کا شکار ہو رہے ہیں۔ کیا اس وقت تک جو خاموش رہا ہے' اپنی ملازمت کے چلے جانے کے ڈر سے رہا ہے' اس غلط فہمی کو جتنی جلدی بھی ہوسکے' اپنے دل سے نکال دیں اور آپ کو دلیری بھی زیادہ تر اسی وجہ سے ہے کہ آپ سمجھتے ہیں کہ لوگوں کی روزی میرے قبضہ میں ہے مگر میں خدا کے فضل سے مشرک نہیں ہوں کہ ایک سیکنڈ کے لیے بھی اس بات کا خیال کرنا تو کجا' اس کو وہم میں بھی لا سکوں۔ پس یہ آپ کو یاد رہے کہ میں جو اس وقت تک باوجود آپ کی غلط کاریوں کا علم ہو جانے اور اپنے خلاف غلط کارروائیوں کو دیکھنے کے خاموش چلا آ رہا ہوں' اس کی وجہ کسی قسم کے مالی' جانی نقصان کا ڈر نہ تھا کیونکہ علماء ربانی' حق گوئی کے مقابلہ میں کسی نقصان سے' خواہ وہ کتنا بڑا ہی کیوں نہ ہو' نہیں ڈرا کرتے لیکن وہ جہاں **لا یخافون لومتہ لائم** کا مصداق ہوتے ہیں' وہاں وہ حق گوئی کا محل اور موقع بھی دیکھتے ہیں اور اس کے اظہار اور عدم اظہار میں موازنہ بھی کرتے ہیں۔

اپنے ذاتی نفع نقصان کو مدنظر رکھ کر نہیں بلکہ وہ یہ دیکھتے ہیں کہ اسلام اور سلسلہ حقہ کے حق میں **ضرہ اکبر من نفعہ یا نفعہ اکبر من ضرہ**' اس لیے میں اگر خاموش تھا اور ہوں تو محض اس لیے کہ میں اس کے اظہار کو سلسلہ کے لیے مضر یقین کرتا تھا' نہ صرف کرتا تھا بلکہ اب بھی کرتا ہوں۔ دوسری بات جو اس گندے اظہار کے لیے میرے لیے مانع تھی اور ہے' وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فداہ روحی و جسمی کے بے انتہا احسانات تھے' جن کے نیچے سے ہماری گردنیں کبھی نکل ہی نہیں سکتیں۔ پس ان احسانات کو دیکھتے ہوئے طبیعت اس بات کو قطعاً گوارا نہیں کر سکتی کہ حضور علیہ السلام کی اولاد کا مقابلہ کیا جائے یا انہیں بدنام کیا جائے۔ تیسری بات جو میرے لیے مانع تھی' وہ آپ سے دیرینہ تعلقات اور ایک حد تک آپ کے احسانات تھے۔ گو جو ظلم آپ نے میری اولاد کو اپنے گندا نمونہ کے ذریعہ سے اور سلسلہ حقہ سے منحرف کرنے اور ان کو دہریہ بنانے کی کوشش میں کیا' وہ اتنا بڑا ہے کہ وہ احسانات اس کے مقابلہ میں بالکل ہیچ ہیں اور قطعاً قابل ذکر نہیں رہے۔ تعجب ہے' مجھے تو ان دیرینہ تعلقات کا اس قدر پاس ہو کہ آپ کے گندے افعال کا ذکر آپ کے سامنے کرنے سے بھی شرم محسوس کروں اور محض اس خیال سے کہ میرے سامنے آنے سے آپ کو شرم محسوس ہوگی' آپ کے سامنے آنے سے حتی الوسع اجتناب کرتا رہا ہوں' لیکن ان تعلقات کا آپ کو اتنا بھی پاس نہ ہوا جتنا کہ ایک معمولی قماش کے بدچلن انسان کو ہوتا ہے۔ میں نے سنا ہے کہ بدچلن سے بدچلن آدمی بھی اپنے دوستوں کی اولاد پر ہاتھ ڈالنے سے احتراز کرتے ہیں' لیکن افسوس آپ نے اتنا بھی نہ کیا اور اپنے ان مخلص دوستوں کی اولاد پر ہی ہاتھ صاف کرنا چاہا جو آپ کے لیے اور آپ کے خاندان کے لیے جانیں تک قربان کر دینا بھی معمولی قربانی سمجھتے تھے۔ میرے اخلاص کا تو یہ عالم تھا کہ جس وقت فضل داد سے اجمالی علم ہوا اور پھر بشیر احمد نے اس کی تفصیلی تصدیق کی تو میرا یہی فیصلہ تھا کہ بشیر احمد کو گھر سے نکال دوں اور ہمیشہ کے لیے اس سے تعلقات منقطع کر دوں مگر میں نے اس سے نرمی

اس لیے کی کہ اس کے ذریعہ سے اب میں اس سازش کا پتہ لگانے میں کامیاب ہو جاؤں گا' جس کے متعلق میں پہلے یقین کیے بیٹھا تھا کہ آپ کے چال چلن کو بدنام کرنے کے لیے اپنا کام کر رہی ہے۔ مجھے اس وقت یہی خیال غالب تھا کہ بشیر احمد بدقسمتی سے ان لوگوں کے ہاتھ پڑ گیا ہے جو اس سازش کے بانی مبانی ہیں کیونکہ یہ مجھے اچھی طرح علم تھا کہ اس کو' آپ کے اور آپ کے خاندان کے ساتھ بڑا اخلاص تھا اور اس اخلاص کی موجودگی میں وہ کبھی بھی جھوٹے الزام آپ پر نہیں لگا سکتا تھا' پس ایسی حالت میں میرے نزدیک دو ہی صورتیں ہو سکتی تھیں' یا یہ الزامات سچے ہیں یا یہ کہ بشیر احمد بعض ایسے آدمیوں کے ہاتھ پڑ گیا ہے اور انہوں نے اس کو قتل وغیرہ کی دھمکیاں دے کر اس سے یہ کہلوایا ہے۔ مجھے یقین تھا کہ میں بشیر احمد سے اس سازش کا پتہ لگانے میں کامیاب ہو جاؤں گا' چنانچہ اس بناء پر اول میں نے بشیر احمد کے ساتھ مختلف رنگوں میں انتہائی کوشش کی کہ وہ ان باتوں کے غلط ہونے کا اقرار کرے مگر قطعاً کامیابی نہ ہوئی اور کامیابی ہوتی کس طرح اور کسی سازش کا پتہ لگتا کس طرح؟ جبکہ کسی سازش کا نام و نشان ہی نہ تھا بلکہ برخلاف اس کے' اس نے بعض ایسے دلائل پیش کیے جو ایک حد تک قائل کر دینے والے تھے' ان میں قطعاً بناوٹ نہ معلوم ہوتی تھی——

دوسری طرف میں حیران تھا کہ وہ سب باتیں' ان باتوں سے پوری پوری مطابقت کھاتی ہیں جو سکینہ اور زاہد کہہ چکے تھے' پس جب میں ادھر سے اپنے مقصد میں ناکام رہا تو میں نے اپنی تحقیق کا رخ دوسری طرف پھیرا اور میں نے لوگوں میں زیادہ ملنا جلنا شروع کیا اور اس وقت تک میری یہی نیت تھی کہ میں سازش کا سراغ لگاؤں۔ اس نے گہری سازش کا سراغ تو کیا بتاتا تھا' الٹا چاروں طرف سے واقعات اور حقائق کا طومار میرے سامنے لا کھڑا کیا' جو بشیر احمد کے بیان کے لفظ لفظ کی تصدیق کرنے والے تھے۔ پس اس وقت میں نے بشیر احمد کو معذور سمجھ کر اس کی سزا دہی کا خیال چھوڑا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس بے گناہ بچے کو اتنے بڑے ظلم

ہے' جو میں اس پر' آپ کے ساتھ اپنے فرط محبت اور فرط اخلاص کی وجہ سے کرنے لگا تھا' یعنی ساری عمر کے لیے اس کو تباہ و برباد کرنے کا جو تہیہ کر لیا تھا' اس سے بچانے کے لیے یہ سامان پیدا کر دیے کہ کئی جگہوں سے اس کے بیان کی تصدیق ہوتی چلی گئی اور ایسی ایسی جگہوں سے ہوئی' جن کے متعلق وہم بھی نہیں کیا جا سکتا کہ وہ کوئی شرارت کریں یا کسی شریر کی سازش کا شکار ہوں یا خود سازش کے بانی ہوں' جو ان کا پتہ بتا دیوے' کیونکہ آپ تو اچھی طرح سے واقف ہیں کہ اشارہ آپ کو فورا اصل مشار الیہ کا پتہ دے گا اور میں کسی مصالحت سے اپنی تحریر کو دلائل سے خالی رکھنا چاہتا ہوں' غرضیکہ میرے پاس ان باتوں کے اثبات کے لیے دلائل کا ایک ذخیرہ جمع ہوگیا ہے جو اگر ضرورت پڑی تو پبلک میں ظاہر کیا جائے گا۔ خدا کرے کہ ان کے پیش کرنے کی ضرورت ہی پیش نہ آئے۔ تب مجھے یقین ہوگیا کہ بشیر احمد سچا ہے اور یہ سب افعال' جو اس نے بیان کیے ہیں' آپ سے سرزد ہوتے رہتے ہیں مگر باوجود ان تمام باتوں کا علم ہو جانے کے' جو میرے اور میری بیوی کے لیے سخت دکھ کا موجب تھیں' اور جنہوں نے ہم دونوں کی صحت پر اتنا گہرا اثر کیا کہ آج تک بھی ہم اپنی صحت (Recover) نہیں کر سکے۔ کافی عرصہ تک ہم دونوں کمرہ میں اکیلے دروازہ بند کر کے روتے رہتے تھے۔ بچے بھی ہماری حالت دیکھ کر سخت پریشان تھے مگر ان کو کوئی علم نہیں کہ کیا معاملہ ہے؟ وہ ہماری آنکھیں سرخ دیکھتے اور سہم جاتے مگر ادب کی وجہ سے دریافت نہ کرتے' باوجود اس قدر شدید صدمہ کے' پھر بھی میں نے اس قدر شرافت سے کام لیا اور اپنے نفس پر اس قدر قابو رکھا کہ کسی کے سامنے ان باتوں کا اظہار نہیں کیا۔ یہاں تک کہ جن لوگوں سے مجھے مختلف واقعات کا علم ہوتا رہا' ان سے بھی صرف واقعات سنتا رہا اور یہاں تک احتیاط سے کام لیا کہ کسی ایک کو بھی کسی دوسرے کے بتائے ہوئے واقعات کا علم نہ ہونے دیا' اس کا علم صرف اس کے بتائے ہوئے واقعات تک ہی محدود رہنے دیا اور ادھر بشیر احمد کو یہ سمجھایا کہ **ان الحسنت یذھبن السیئات** کے ماتحت ممکن ہے' اللہ تعالیٰ معاف کر دے

اور اسے تاکید کہ کسی کے سامنے اب ان باتوں کو دہرانا نہیں' حتیٰ کہ اگر کوئی پوچھے بھی تو صاف انکار کر دینا کیونکہ یہ ہمارا فرض ہے کہ حضرت مسیح موعود کی اولاد کی پردہ پوشی کریں۔ بشیر احمد نے جب دیکھا کہ آپ میرے خلاف پروپیگنڈا کر کے مجھے جماعت میں گرانے کی کوشش کر رہے ہیں اور ادھر اس کو بھی گرانے کے درپے ہیں تو اس نے کئی دفعہ مجھ پر زور دیا کہ میں اعلان کر دوں لیکن میں نے اس کو ہمیشہ صبر کی تلقین کی۔ آخر تنگ آکر اس نے خود اعلان کا فیصلہ کر لیا اور ایک اعلان لکھ کر میری طرف بھیج دیا' چنانچہ اسے بجنسہٖ اس خط کے ساتھ ارسال کر رہا ہوں۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے اجازت کے بغیر شائع نہیں کر دیا ورنہ سبقَ الصمت القول والی مثل صادق آ جاتی اور پھر چھٹا ہوا تیر واپس لانا مشکل ہو جاتا لیکن میں اسے ہمیشہ روکتا رہا اور اس اعلان کو بھی روک لیا اور ہمیشہ اسے یہی تلقین کی کہ خواہ وہ کتنا ہی ہم کو بدنام کر لیں اور کتنی ہی کوشش ہمیں جماعت کی نظر میں گرانے کی کر لیں' ہم نے ابتداء نہیں کرنی اور ہماری طرف سے یہی کوشش رہے گی کہ ہم صبر سے برداشت کرتے چلے جائیں' حتیٰ کہ وقت آ جائے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک جوابی طور پر اپنا بیان شائع کرنے پر مجبور سمجھے جائیں' تو جب کسی سے مقابلہ آ پڑے تو مقابلہ میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے جو نقطہ نگاہ ہوتا ہے' اس کے لحاظ سے (Defence) بہت بعد از وقت ہوگا لیکن اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اس میں ہے' چنانچہ اس وقت تک میں کاربند رہا ہوں اور اب جو میں یہ تحریر لکھ رہا ہوں' وہ بھی اسی لیے کہ آپ پر آخری دفعہ حجت پوری کر دوں اور آپ کو متنبہ کر دوں کہ کہیں آپ مجھے اپنا (Defence) پیش کرنے پر مجبور نہ کر دیں' چنانچہ اگر آپ نے اس قسم کا قدم اٹھانے کی غلطی کی تو میں مجبور ہوں گا کہ اصل واقعات کو روشنی میں لاؤں اور جو اخفاء کا پردہ آج تک ان واقعات پر پڑا آ رہا ہے' اسے اٹھا دوں کیونکہ یہ میں قطعاً برداشت نہیں کر سکتا کہ خدا تعالیٰ کی مقدس جماعت میں' دائمی طور پر بدنامی کے ساتھ یاد کیا جاؤں۔ پس اگر میں آپ کے افعال مذمومہ کے اظہار پر مجبور ہوا تو پھر

اس کی ساری ذمہ داری آپ پر ہوگی اور سمجھ لیں کہ **الفتنۃ نائمۃ لعن اللہ من ایقظھا** کا کون مصداق بنے گا۔ میں نے آپ کے ظلم پر ظلم دیکھے اور صبر سے کام لیا لیکن آپ باز آنے میں ہی نہیں آتے اور اپنے مظالم میں حد سے بڑھتے چلے جاتے ہیں' پس اب میرے صبر کا پیانہ بھی لبریز ہوچکا ہے' اس لیے انجام کو آپ اچھی طرح سے سوچ لیں۔ اگر آپ اس تحریر کے بعد رک گئے تو میں بھی جس طرح خاموشی سے وقت گزار رہا ہوں' گزارتا چلا جاؤں گا کیونکہ ہر حق کا اظہار ضروری نہیں ہوتا۔ میں جانتا ہوں کہ اس حق کے اظہار کی وجہ سے چند عورتوں وغیرہ کی عصمتیں تو محفوظ ہو جائیں گی اور چند نوجوان دہریہ بننے سے بچ جائیں گے' لیکن ہزاروں روحیں' جو اس کے عدم علم کی وجہ سے ہدایت کے قریب آ رہی ہیں اور بہت سی ان میں بھی جو پا چکی ہیں' ہدایت سے ہمیشہ کے لیے محروم ہو جائیں گی اور یہ اتنا بڑا نقصان ہے جس کے خیال سے بھی میری روح کانپتی ہے اور یہ اتنا بھاری بوجھ ہے' جس کے اٹھانے کے لیے میری پیٹھ بہت کمزور ہے' پس اگر یہ وقوع میں آگیا تو اس کی ذمہ داری آپ پر آئے گی۔ میں تو' آپ یاد رکھیں' اب تنگ آ چکا ہوں اور اگر آپ نے مجبور ہی کیا تو میں نے مقابلہ کے لیے مصمم ارادہ کر لیا ہے اور جب تک میری جان میں جان ہے' انشاء اللہ آپ کا مقابلہ کروں گا اور آپ کے تمام دجل و فریب کو انشاء اللہ آشکارا کر کے چھوڑوں گا۔ **وما توفیقی الا باللہ** مجھے اس بات کی پرواہ نہیں کہ اس مقابلہ میں میری جان جائے یا مجھے مالی نقصان ہو' میں خاموش ہوں تو خدا تعالیٰ کے لیے اور اگر اٹھوں گا تو محض خدا تعالیٰ کے لیے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ

> "ایک طرف تو آپ نے اپنی عیاشی کو انتہا تک پہنچایا ہوا ہے۔ جس لڑکی کو چاہا اپنی عجیب و غریب عیاری سے بلایا اور اس کی عصمت دری کر دی اور پھر ایک طرف اس کی طبعی شرم و حیا سے ناجائز فائدہ اٹھا لیا اور دوسری طرف دھمکی دے دی کہ اگر تو نے کسی کو بتایا تو تیری بات کون مانے گا' تجھے ہی لوگ پاگل اور منافق کہیں گے۔ میرے متعلق تو کوئی یقین

نہیں کرے گا"۔

اور اگر کسی نے جرات کا اظہار کر دیا تو مختلف بہانوں سے ان کے خاوندوں یا والدین کو ٹال دیا مگر آپ یہ یاد رکھیں کہ آپ کا یہ طلسم صرف اس لیے' ان پر چل جاتا ہے کہ وہ اپنے معاملہ کو انفرادی معاملہ سمجھتے ہیں لیکن جس وقت ان کے سامنے تمام واقعات مجموعی حیثیت سے آئے تو پھر ان کو بھی پتہ لگ جائے گا کہ یہ سب دھوکہ ہی تھا جو ہمیں دیا جا رہا تھا۔ لڑکوں اور لڑکیوں کو پھنسانے کے لیے جو جال آپ نے ایجنٹ مردوں اور ایجنٹ عورتوں کا بچھایا ہوا ہے' اس کا راز جب فاش کیا جائے گا تو لوگوں کو پتہ چلے گا کہ کس طرح ان کے گھروں پر ڈاکہ پڑتا ہے۔ مخلص جو آپ کے ساتھ اور آپ کے خاندان کے ساتھ تعلق پیدا کرنا فخر سمجھتے تھے' ان کے گھروں میں سب سے زیادہ ماتم پڑے گا۔ دوسری طرف جن لوگوں کو آپ کی غلط کاریوں کا علم ہو جاتا ہے یا وہ کسی کے سامنے اظہار کر بیٹھتے ہیں اور آپ کو اس کا علم ہو جائے تو پھر آپ اسے کچلنے کے درپے ہو جاتے ہیں اور اس کچلنے میں' رحم آپ کے نزدیک تک نہیں پھٹکتا اور پتھر سے بھی زیادہ سخت دل کے ساتھ اس پر گرتے ہیں اور آپ کی سزا دہی میں اصلاحی پہلو بالکل مفقود اور انتقامی پہلو نمایاں ہوتا ہے' چنانچہ مثال کے طور پر سکینہ بیگم زوجہ مرزا عبدالحق صاحب کو ہی لے لو' کس قدر ظلم اس پر آپ کی طرف سے کیا جاتا رہا ہے۔ جو کچھ اس نے کہا تھا' اس کی سچائی تو اب بالکل ثابت ہو چکی ہے لیکن وہ بے چاری باوجود سچی ہونے کے' قیدیوں سے بدتر زندگی بسر کر رہی ہے۔ اس کی صحت تباہ ہو چکی ہے۔ اب تازہ مثال فخرالدین صاحب کی ہے' اس کو بھی آپ نے اس وجہ سے سزا دی ہے کہ اس کو آپ کی غلط کاریوں کا علم ہو چکا ہے اور آپ پر یہ خوف غالب تھا کہ یہ مجھے بدنام کرے گا' حالانکہ یہ آپ کا وہم ہی تھا' وہ بھی سلسلہ کی بدنامی کے خوف سے ہمیشہ آپ کی پردہ پوشی ہی کرتا رہا' چنانچہ اس وہم کی ہی بناء پر' آپ مدت سے اس کے پیچھے لگے ہوئے تھے کہ کبھی کوئی موقع ہاتھ آئے تو اسے جماعت سے نکال دیا جائے تاکہ یہ روٹی سے تنگ آ کر ذلیل ہو کر

معافی مانگنے تاکہ پھر ساری عمر آپ کی سیاہ کاریوں کے متعلق ایک لفظ بھی منہ سے نہ نکال سکے اور آپ اطمینان سے اپنی عیاشیوں میں مشغول رہیں' جیسا کہ آپ پہلے اس طریق سے بعض ایسے آدمیوں کو چپ کرا چکے ہیں۔ قاضی اکمل صاحب پر جو ظلم کیا گیا' اس کی تہہ میں بھی یہی مقصد آپ کا کام کر رہا تھا' اس طرح اور بہت سی مثالیں ہیں' جن کو وقت آنے پر پیش کیا جائے گا اور ان تمام مظالم کی داستانیں' جو تقدس کے پردہ میں آپ کر رہے ہیں' وقت آنے پر کھول کھول کر لوگوں کو بتائی جائیں گی۔ ان تمام مظالم کو ڈھانے میں آپ کو جرات ایک تو اس وجہ سے ہو رہی ہے کہ آپ نے لمبے عرصے تک مختلف رنگوں میں کوشش کر کے لوگوں کو یہ بات ذہن نشین کر دی ہے کہ آپ ایک مقدس انسان ہیں' کہیں اپنے آپ کو مصلح موعود کی پیش گوئی کا مصداق بتایا ہے' کہیں موعود خلیفہ۔ لیکن یاد رکھیں کہ یہ طلسم آپ کا بہت جلد ٹوٹ جائے گا' لوگ آپ کے اس طلسم کے نیچے صرف اس وقت تک ہی ہیں' جب تک ان کو آپ کے چال چلن کا صحیح علم نہیں ہوتا اور ان کو پتہ نہیں لگتا کہ جس قدر دلائل آپ کو مصلح موعود بنانے کے لیے دیے گئے ہیں' وہ سب غلط ہیں اور یہ کہ مصلح موعود کی پیش گوئی کے مصداق آپ ہو ہی نہیں سکتے۔ حضرت مسیح موعود کا ایک اور خواب ہے جس میں آپ کی گندی زندگی کا نقشہ کھینچا گیا ہے' اس کے آپ مصداق ہیں۔ مصلح موعود کی پیش گوئی کا مصداق کوئی اور آنے والا ہے۔ میں نے خدا کے فضل سے اس پیش گوئی کا گہرا مطالعہ کیا ہے اور یقینی دلائل سے یہ ثابت کر سکتا ہوں کہ آپ مصلح موعود نہیں ہوسکتے' پس ایک طرف تو آپ کو اس وجہ سے جرات ہے کہ لوگوں کے دلوں میں غلط طور پر آپ کا تقدس بٹھلا دیا گیا ہے' جس کی وجہ سے لوگ آپ کی بات کو خدائی بات سمجھ بیٹھے ہیں۔ دوسری طرف آپ کو اپنی طاقت اور اقتدار کا گھمنڈ ہے' جو اول الذکر وجہ سے' آپ نے حاصل کیا ہوا ہے۔ تیسرے اس وجہ سے آپ نے یہ چال چلی ہوئی ہے کہ لوگوں کو ایک دوسرے سے ملنے نہ دیا جائے اور منافقوں سے بچو۔ منافقوں سے بچو کے شور سے لوگوں کو

خوفزدہ کیا ہوا ہے اور ہر ایک دوسرے پر بدظن کر دیا ہوا ہے' اب ہر شخص ڈرتا ہے کہ میرا مخاطب کہیں میری رپورٹ ہی نہ کر دے اور پھر فوراً مجھ پر منافق کا فتویٰ لگ کر جماعت سے اخراج کا اعلان کر دیا جائے گا اور یہ سب کچھ آپ نے اس لیے کیا ہوا ہے کہ آپ کی سیاہ کاریوں کا لوگوں کو علم نہ ہوسکے' لیکن یہ آپ کا غلط خیال ہے۔

> قادیان میں بھی اور باہر بھی ایک بڑی تعداد ہے جو آپ کی سیاہ کاریوں سے واقف ہے اور دن بدن یہ تعداد بڑھتی جاتی ہے' انشاء اللہ عنقریب یہ پھوٹے گا۔

بہت سے لوگ کسی جرات کرنے والے کا انتظار کر رہے ہیں اور یہ انسانی فطرت ہے کہ اکثر لوگ خود جرات نہیں کر سکتے' لیکن جرات کے ساتھ کسی کو اٹھتا دیکھ کر خود اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ آخری بات' جو آپ کو ان تمام مظالم پر جرات دلا رہی ہے' وہ بائیکاٹ کا حربہ ہے۔ آپ نے قادیان کے انتظام کو ایسے رنگ میں چلا دیا ہوا ہے کہ تمام کی روزی کو اپنے ہاتھ میں رکھا ہوا ہے اور یہ ایسی چیز ہے جس سے انسان بے بس ہو جاتا ہے۔ بے شک ان باتوں کی وجہ سے جو اقتدار آپ کو حاصل ہوچکا ہے' آپ یقین رکھتے ہیں کہ "میں (آپ) اپنے مدمقابل کا سر ایک آن میں کچل سکتا ہوں" اور اب تو آپ فدائیوں کا گروہ بھی بنانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں اور اس میں شک نہیں کہ میں' جو آپ کے مقابلہ کے لیے کھڑا ہونا چاہتا ہوں' ایک نہایت ہی کمزور' بے بس' بے کس' بے مال' بے مددگار ہوں اور جہاں آپ کو اپنی طاقت پر ناز ہے' وہاں مجھے اپنی کمزوری کا اقرار ہے۔ ہاں میں اتنا ضرور جانتا ہوں کہ حق کی قوت میرے ساتھ ہے اور غلبہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسی کو ہوتا ہے جو حق کی تلوار لے کر کھڑا ہوتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ابتداء میں میری بات کی طرف توجہ نہ کی جائے اور میں اس مقابلہ میں کچلا جاؤں' لیکن حق کی تائید کے لیے اور باطل کا سر کچلنے کی غرض سے کھڑے ہونے والے علماء اس قسم کے انجاموں سے کبھی نہیں

ڈرے۔

حضرت ابن زبیرؓ حق کی خاطر باطل کی فوجوں کے مقابل میں اکیلے ہی میدان جنگ میں نکلے اور جان دے دی' لیکن باطل کے سامنے سر نہیں جھکایا۔ حضرت امام حسین چند آدمیوں کے ساتھ باطل کی فوجوں کے سامنے صف آراء ہوگئے اور ایک ایک کر کے جان دے دی' لیکن باطل کی اطاعت نہیں کی۔

نتیجہ یہ ہوا جس بات کو وہ ثابت کرنا چاہتے تھے' آخر ثابت ہو کر رہی۔

پس اس مقابلہ میں مجھے اس بات کی قطعاً کوئی پرواہ نہیں' میرا انجام کیا ہوگا اور میری بات کوئی سنے گا یا نہیں۔ میری تقویت اور ہمت بڑھانے کے لیے صرف یہی کافی ہے کہ میں حق پر ہوں اور آپ باطل پر ہیں اور باطل کا سر کچلتے ہوئے' اگر میں اور میرے اہل و عیال بھی شہید کر دیے گئے' جس کا اقدام بھی اگر کیا گیا تو سخت ناعاقبت اندیشانہ ہوگا اور خطرناک نتائج پیدا کرے گا' ہم کامیاب رہیں گے ناکام نہیں' انشاء اللہ تعالیٰ آپ ہمیں اس مقابلہ پر پیٹھ پھیرتے نہیں دیکھیں گے اور مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ضرور ہماری تائید کرے گا اور اگر آج نہیں تو آئندہ لوگ حقیقت سے آگاہ ہو کر رہیں گے اور ان پر سچائی ظاہر ہو کر رہے گی۔ ہماری قربانیاں رائیگاں نہیں جائیں گی اور آپ کے چال چلن سے واقف ہو کر جماعت' خلافت کے حقیقی مفہوم سے آگاہ ہوگی اور آئندہ اپنے انتظام کی بنیاد مستحکم اصولوں پر رکھے گی اور ان فریب کاریوں سے' جن میں آپ نے قوم کو رکھا ہوا ہے' ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو جائے گی کیونکہ دلائل اور حقائق کا مقابلہ آخر لوگ کب تک کریں گے؟ مجھے اس بات کی بھی بڑی خوشی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی پاک وحی میں' جو اس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر آج سے تیس سال قبل نازل کی' مجھے منافقت جیسے گندے الزام سے پاک قرار دیا ہے اور آپ کو اور آپ کے خاندان کو اس ظلم سے روکا ہے اور

بتایا ہے کہ اگر اس ظلم سے باز نہ آئے تو آسمانی تائید تم سے چھن جائے گی۔ اگر چاہیں تو اس کے لیے "تذکرہ" کے صفحہ 692 پر 9 فروری 1908 کے دن سامنے 8 الہامات درج ہیں' ان پر غور کریں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے پانچویں الہام میں متقیوں اور محسنوں کے ساتھ بیعت کا ذکر کیا ہے اور پھر چھٹے الہام میں کس طرح منافقوں کا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ وہ کس طرح قتل کے مستحق ہیں' لیکن ساتویں الہام میں **لا تقتلوا زینب** کہہ کر بتایا ہے کہ دیکھنا کہیں زینب کو قتل نہ کر بیٹھنا۔ اس بات سے ڈرنا کہ کہیں اس کے متعلق بھی منافقت کا الزام تراش کر اس کے قتل کے بھی درپے ہو جاؤ اور پھر آٹھویں الہام میں بھی ان الفاظ "آسمان ایک مٹھی بھر رہ گیا" میں متنبہ کیا گیا ہے' اگر ایسا کرو گے تو یاد رکھو کہ آسمانی تائید سکڑ کر مٹھی بھر رہ جائے گی' سبحان اللہ۔ خدا کے نوشتے کس طرح پورے ہو کر رہتے ہیں' کس طرح آج ان الہامات کے تیس سال بعد ان میں بیان کردہ باتیں حرف بحرف پوری ہو رہی ہیں' کس طرح اب زینب کو قتل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے' کس طرح اس کے اور اس کے خاندان کے خلاف منافقت جیسا گندا الزام تراشا جا رہا ہے۔ پہلے اس کی اولاد کے ساتھ جو سلوک کیا' اس نے اسے موت کے دروازہ تک پہنچا دیا' جس سے بصد مشکل وہ بچ سکی اور پھر اب اس پر رزاق بن کر رزق کے دروازے بند کر کے اسے قتل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ میرے لیے تو یہ تمام واقعات ازدیاد ایمان کا موجب بن رہے ہیں لیکن آپ کو یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا محافظ ہے۔ اسے بھی آج سے کئی سال قبل' جبکہ ان باتوں کا نام و نشان بھی نہ تھا' اس نے ان الفاظ میں بشارت دی ہوئی ہے کہ

فان خفتم عیلتہ فسوف یغنیکم اللہ من فضلہ

پس میں خدا تعالیٰ کے فضل پر یقین رکھتا ہوں کہ اگر مقابلہ کی صورت پیدا ہو گئی تو تائید الٰہی انشاء اللہ ہمارے ساتھ ہو گی اور آپ جو بے گناہ لوگوں پر ظلم ڈھا رہے ہیں' خصوصاً مجھ جیسے گائے کی مانند بے ضرر انسان (آپ مجھے ایک خطبہ میں

گائے سے مشابہت دے چکے ہیں) کو دکھ دینے پر تلے ہوئے ہیں' یقیناً یقیناً تائید الٰہی سے محروم رہیں گے۔ کس قدر ظلم ہے کہ جس شخص کے متعلق یہ یقین ہو جاتا ہے کہ اس کو آپ کی بد چلنی کا علم ہوگیا ہے' اس کے پیچھے جاسوس لگوا دیے جاتے ہیں اور مقرر کرنے سے قبل انہیں یقین دلایا جاتا ہے کہ فلاں شخص منافق ہے۔ اس کے نفاق کو روشنی میں لانا ہے۔ اب وہ یہ سمجھ کر خلیفہ نے بتایا ہے کہ فلاں منافق ہے اگر ہم ایسی رپورٹیں نہ دیں' جو اس کے نفاق کی تائید کرتی ہوں' تو ہم نالائق سمجھے جائیں گے' فوراً اس کی ہر حرکت و نقل' اس کے ہر لفظ و حرف کو اسی رنگ میں ڈھالتے چلے جاتے ہیں اور رپورٹوں پر رپورٹیں بھیجتے چلے جاتے ہیں' جن سے ایک فائل تیار ہوتا رہتا ہے اور اس غریب کو علم بھی نہیں کہ اس کے پکڑنے کے لیے کس کس قسم کے جال بچھائے جا رہے ہیں اور وہ اس میں پھنستا چلا جاتا ہے' حتیٰ کہ وہ وقت آ جاتا ہے کہ ایک ذرا سے بہانے پر اس کو پکڑ کر سزا دی جاتی ہے اور گزشتہ تمام رپورٹوں کو بھی دلیل بنا لیا جاتا ہے' جنہوں نے اپنی ساری عمر میں تحقیق کی روشنی تک بھی نہیں دیکھی ہوتی۔ کیا آپ پر' جو جماعت کے لیے بطور مصلح ہونے کے مدعی ہیں' یہ فرض نہیں کہ جس شخص کے متعلق پہلی ہی رپورٹ آئے یا آپ کے علم میں اس کے خلاف کوئی بات لائی جائے' جس میں اصلاح کی ضرورت ہو' تو اسے بلا کر سمجھائیں اور اس کو غلطی سے نکال کر اس کی اصلاح کی کوشش کریں اور یقیناً ہے' لیکن آپ کا ایسا نہ کرنا بتاتا ہے کہ آپ اس شخص کی' جس کے خلاف آپ کو رپورٹیں ملتی ہیں' اصلاح نہیں چاہتے بلکہ اس کو تباہی و ہلاکت کے گڑھے میں دھکیلنے کے خواہشمند ہیں اور فخر الدین صاحب کے کیس میں کیا یہی کچھ نہیں ہوا کہ اس کے خلاف دو سال سے آپ رپورٹیں جمع کر رہے تھے لیکن کسی ایک رپورٹ کی بھی تحقیق نہیں کی گئی اور اب انہیں موجودہ کیس میں دلیل بنا لیا گیا ہے حالانکہ اگر ابتدائی رپورٹ کی ہی آپ تحقیق کر لیتے تو میرا غالب خیال ہے کہ صفائی ہو جاتی اور آپ کو اسی قدر لمبے عرصہ تک جو تگ و دو کرنی پڑی ہے' نہ کرنی پڑتی چنانچہ تفصیلی

حالات شائع کرنے پڑ گئے' تو آپ کو علم ہو جائے گا کہ اس میں وہ قصور وار نہیں بلکہ قصور کسی اور کا ہے' جس کا ذکر میں ابھی مناسب نہیں سمجھتا۔

میں آپ کی خدمت میں خدا کا واسطہ ڈال کر اور سلسلہ کی عظمت اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی ساری عمر کی محنت کا واسطہ ڈال کر' جو آپ نے اس پودا کو لگانے اور اس کی پرورش کرنے میں صرف کی ہے' عرض کرتا ہوں کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ سلسلہ کی عظمت اور اس کی نیک نامی پر کوئی دھبہ نہ لگے اور یہ کہ دشمنوں کو ہنسی کا موقع نہ ملے تو آپ جلد از جلد اپنی سیاہ کاریوں سے توبہ کریں اور یہ مظالم' جو آئے دن آپ سے سرزد ہوتے رہتے ہیں' امید ہے' ان کی ضرورت ہی پیش نہیں آئے گی۔ میں حیران ہوں کہ آپ اتنا بھی نہیں سوچتے کہ جب اس طرح آپ پرانے آدمیوں کو نکالتے چلے جائیں گے تو کیا کبھی بھی لوگوں کی آنکھیں نہیں کھلیں گی اور کبھی بھی ان کو خیال نہیں پیدا ہوگا کہ کیا وجہ ہے کہ

> اتنے پرانے اور مخلص دوست آپ کی ذات پر اتہام لگانے کے جرم میں جماعت سے الگ کیے جاتے ہیں اور ہر چند سالوں کے بعد کوئی نہ کوئی دوست آپ کی ذات پر اتہام لگانے لگ پڑتا ہے۔ یاد رکھیں یہ بات ضرور ان کی توجہ کو تحقیق کی طرف پھیر دے گی اور پھر آپ کی خیر نہیں' اس لیے آپ فوراً ان باتوں سے توبہ کر کے اپنے اوپر اور سلسلہ پر رحم کریں اور اس لڑکے کا وہ قول کہ جو اس نے امام ابوحنیفہ کو کہا تھا کہ "میں پھسلا تو اکیلا پھسلوں گا لیکن آپ اپنے پھسلنے کی فکر کریں' اگر آپ پھسلے تو کئی آدمیوں کو اپنے ساتھ لے ڈوبیں گے" ہمیشہ مد نظر رکھیں۔

میں آپ کو صاف بتا دینا چاہتا ہوں کہ فخرالدین صاحب کو نکالنے میں آپ نے سخت غلطی کی ہے اور جلدبازی سے کام لیا ہے۔ اس کو آپ کے چال چلن کے متعلق بہت سے واقعات معلوم ہیں اور اس نے ان کی اشاعت سے باز نہیں آنا۔ صرف واقعات ہی نہیں' بلکہ ان تمام اشخاص کے نام بھی شائع کرے گا' جنہوں نے آپ کی

بدچلنی کی نہ صرف شہادتیں دی ہوئی ہیں بلکہ کئی واقعات اپنی تفصیل کے ساتھ بیان کیے ہوئے ہیں۔ ایسے لوگوں کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ وہ نہ صرف آپ کو حیران کر دینے والی ہوگی بلکہ دنیا کو بھی حیرت میں ڈال دے گی اور جماعت میں قیامت خیز زلزلہ پیدا کر دے گی' پھر ان میں سے ایسے لوگ بھی ہیں' جن کو جھٹلانا یا جن کو جماعت سے نکالنا مشکل ہو جائے گا۔ آخر ان لوگوں کو بچی گواہی دینی پڑے گی' خصوصاً جب ان سے "تریاق القلوب" والی قسم کا مطالبہ کیا جائے گا۔ اگر چپ رہیں تب مشکل' اگر جھوٹ بولیں تب مشکل۔ عجب مخمصہ میں ان کی جان پڑ جائے گی' آخر وہ مجبور ہوں گے۔ کیا ان واقعات سے انکار نہیں کر سکیں گے اور اس کے نتیجہ میں جو مشکلات پیدا ہوں گی' اس کا اندازہ آپ خود ہی لگا سکتے ہیں۔ ابھی تو گھر میں ہی بات ہے' اندر ہی اندر بغیر کسی کو علم دیے دبائی جا سکتی ہے' اگر ایک دفعہ ہاتھ سے نکل گئی تو پھر اس کا دبانا ناممکن ہو جائے گا۔ میں نے آپ کو عین وقت پر بتلا دیا ہے' **فقد اعذر من انذر** پس آپ وقت ہاتھ سے نکلنے سے قبل اصلاح کر لیں اور اپنی غلطی کو واپس لے لیں ورنہ "پھر پچھتائے کیا ہوت' جب چڑیاں چگ گئیں کھیت" کی مثل صادق آئے گی اور بجز کف افسوس ملنے کے کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔

ان تمام باتوں کو خدا کے لیے کسی دھمکی پر محمول نہ کریں بلکہ اسے مخلصانہ نصیحت سمجھیں اور اس رنگ میں اسے پڑھیں۔ ننگے الفاظ میں محض اس لیے بیان کی گئی ہیں کہ اس کے سوا چارہ نہیں۔ میری غرض محض اصلاح ہے اور سلسلہ کو بدنامی سے بچانا ہے۔ میں ہرگز اس بات کو نہیں چاہتا کہ سلسلہ کے نظام کو توڑ دیا جائے یا اس کے نقائص پبلک میں آئیں اور دشمنوں کو خوشی ہو' کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ نئے نظام کے قائم کرنے میں کس قدر مشکلات ہوں گی اور اس کو توڑنے میں کس قدر خطرات پیش آئیں گے' گو آپ اپنی بدچلنی کی وجہ سے معزول ہونے کے قابل ہیں لیکن چونکہ جماعت آپ کے ہاتھ میں اپنے نظام کی باگ ڈور دے چکی ہے' اس لیے یہ آپ کے ہاتھ میں ہی رہے' پس آپ بہت جلد کسی مناسب طریق سے فخر الدین

صاحب والے اعلان کو واپس لے لیں اور سلسلہ کو بدنامی سے بچا لیں۔ آپ کی بدچلنی کے متعلق جو کچھ میں نے لکھا ہے' اس کے متعلق ایک بات میرے دل میں کھٹکتی رہتی ہے' اس کا ذکر کر دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں اور وہ یہ کہ ممکن ہے جس چیز کو ہم زنا سمجھتے ہیں' آپ اسے زنا ہی نہ سمجھتے ہوں اور آپ کو چونکہ قرآن شریف کے عارف ہونے کا دعویٰ ہے' اس لیے ممکن ہے آپ کی باریک بین نظر نے شریعت سے ان افعال کے متعلق' جن کے آپ مرتکب ہیں' کوئی جواز کی صورت نکال لی ہو' پس اگر ایسا ہے تو مہربانی فرما کر مجھے سمجھا دیں' اگر میری سمجھ میں آگئی تو میں اپنے سارے اعتراضات واپس لے لوں گا۔ اسی طرح فخرالدین صاحب کے متعلق بھی اگر آپ مجھے یہ سمجھا دیں کہ وہ فی الحقیقت پیغامیوں اور احراریوں سے ملا ہوا ہے' تو میں اس سے فوراً قطع تعلق کر لوں گا اور اس سے قطعاً کوئی ہمدردی مجھے نہیں رہے گی کیونکہ سلسلہ مجھے سب تعلقات پر مقدم ہے' لیکن اگر آپ اپنی اصلاح بھی نہ کریں اور مجھے بھی نہ سمجھائیں تو پھر میں مجبور ہوں کہ آپ کو ان معنوں میں خلیفہ نہ سمجھوں کہ آپ حضرت مسیح موعود کے' ان کی روحانیت میں نائب ہیں اور اس وقت تک کہ آپ کی اصلاح کا مجھے یقین ہو جائے' میں آپ کے ذاتی چال چلن کے معاملہ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر کے یہ سمجھوں گا کہ میں ایک ایسی ریاست میں رہ رہا ہوں جس کا والی بدچلن ہے لیکن اس کی بدچلنی سے ہمیں کیا تعلق۔ ریاست کے انتظام کے متعلق جو احکام' والی کی طرف سے صادر ہوں گے' ان کی تعمیل حسب استطاعت کرتے رہیں گے۔ پس ٹھیک اس طرح میں آپ کو جماعت کے نظام کا ہیڈ یعنی افسر بالا سمجھ کر سلسلہ کی خدمت' جو میرے سپرد ہوگی' کماحقہ بجا لاؤں گا' بشرطیکہ آپ کی طرف سے اس میں بھی روکیں نہ ڈالی جائیں' جیسا کہ اب آپ ڈال رہے ہیں' چنانچہ آپ نے میرے سٹاف کے ممبروں اور میرے طلباء کو میرے اوپر جاسوس مقرر کیا ہوا ہے اور ایسے آدمیوں کو مجھ پر مسلط کیا ہوا ہے' جن کو انتظامی طور پر مجھ سے تکلیفیں پہنچی ہوئی ہیں اور جو دشمنی اور انتقام کے جذبات اپنے دلوں میں میرے

خلاف رکھتے ہیں اور آپ بھی ان کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ ایسی حالت میں قطعاً میرا کوئی رعب سٹاف پر رہ سکتا ہے' نہ طلباء پر۔ اس کام میں نقص لازمی امر ہے اور اس کی ذمہ داری آپ پر ہے' نہ مجھ پر۔ پس اگر آپ چاہتے ہیں کہ سلسلہ کے اس کام میں' جو میرے سپرد ہے' نقص پیدا نہ ہو تو جاسوس دور فرمائیں اور میری (Prestige) کو دوبارہ قائم کریں ورنہ یہ سمجھا جائے گا کہ میرے کام کو آپ خود عمداً خراب کر کے مجھ پر انتظامی رنگ میں گرفت کرنا چاہتے اور یہ سب کچھ اس لیے کہ اصل سبب لوگوں کی نظر سے اوجھل رہے اور اس پر پردہ پڑا رہے۔ یہ راہ بھی میں بطور تنزل اختیار کرنے پر راضی ہوں اور وہ بھی محض اس لیے کہ جماعت کو فتنہ سے بچانے کے لیے میری طرف سے کوئی کوتاہی نہ رہے۔ میں آپ سے آپ کی بد چلنیوں کی وجہ سے الگ ہو سکتا ہوں' لیکن جماعت سے علیحدہ نہیں ہو سکتا' کیونکہ جماعت سے علیحدگی' ہلاکت کا موجب ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے اور چونکہ دنیا میں کوئی ایسی جماعت نہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے لائے ہوئے عقائد و تعلیم پر قائم ہو' بجز اس جماعت کے جس نے آپ کو خلیفہ تسلیم کیا ہوا ہے' اس لیے میں دو راہوں سے ایک کو ہی اختیار کر سکتا ہوں' یا تو میں جماعت کو آپ کی صحیح حالت سے آگاہ کر کے آپ کو خلافت سے معزول کرا کے نئے خلیفہ کا انتخاب کراؤں اور یہ راہ پر از خطرات ہے یا جماعت میں آپ کے ساتھ مل کر اس طرح رہوں جس طرح میں نے اوپر بیان کیا ہے۔ اب یہ آپ کی مرضی پر موقوف ہے' آپ مجھ سے شق اول اختیار کروائیں یا دوسری شق اختیار کروانے کی صورت ہو تو اس میں آپ پر یہ فرض ہوگا کہ مجھ پر جو حملے آپ نے کیے ہیں' ان کا ازالہ بھی خود ہی کسی مناسب طریق سے کریں۔ میں اس جگہ اس بات کا اضافہ کر دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ

میں آپ کے پیچھے نماز نہیں پڑھ سکتا کیونکہ مجھے مختلف ذرائع سے یہ علم ہو چکا ہے کہ آپ جنبی ہونے کی حالت میں ہی بعض دفعہ نماز پڑھانے آ جاتے ہیں' ہاں اگر کسی موقع پر پڑھنی پڑ جائے تو میں فتنہ نہیں ڈالوں گا'

اس وقت پڑھ لوں گا لیکن علیحدگی میں جا کر اسے دہرا لوں گا۔

میں اخلاقی مجرم ہوں گا' اگر اس تحریر کے ختم کرنے سے قبل سردار مصباح الدین صاحب کے متعلق آپ کی غلط فہمی دور نہ کر دوں۔ میں سنتا ہوں کہ آپ ان سے بھی ناراض ہیں اور ان کے ساتھ بھی فخرالدین صاحب والا معاملہ کرنا چاہتے ہیں لیکن میں دیانت داری کے ساتھ آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ وہ بالکل بے قصور ہیں' ان باتوں سے کوسوں دور ہیں۔ مخلص احمدی ہیں' سلسلہ کا درد ان کے دل میں ہے اور وہ کام کے آدمی ہیں۔ ان سے اگر آپ کام لیں تو وہ آپ کو اخلاص اور دیانتداری کے ساتھ کام دے سکتے ہیں اور بہت مفید کام دے سکتے ہیں۔ اگر ان میں آپ کے نزدیک کوئی نقص ہے تو کون سا آدمی ہے جو نقصوں سے خالی ہوتا ہے' پس ایسے مفید اور مخلص انسانوں کی قدر کریں' یہی لوگ وقت پر آپ کے کام آئیں گے۔

جو لوگ آج کل آپ کے اردگرد ہیں اور جو بدقسمتی سے مخلص سمجھ لیے گئے ہیں' یہ سخت مفسد اور فتنہ ڈلوانے والے لوگ ہیں۔

یہ اتنا بھی نہیں جانتے کہ اخلاص کس بلا کا نام ہے اور جماعت کے اتحاد کی کیا قدر و قیمت ہے۔ ان کو اپنی ذاتی اغراض سے تعلق ہے۔ جب تک وہ پوری ہوتی رہیں گی' وہ سلسلہ کے ساتھ ہیں اور اگر ان کے پورا ہونے میں ادنیٰ سا بھی فرق نظر آیا یا دوسری جگہ سے زیادہ دنیاوی فوائد مل جائیں تو وہ سلسلہ کو فروخت کر کے اپنی اغراض کو پورا کر لیں گے۔ اس قماش کے لوگ ہیں جو آج کل آپ کے معتمد علیہ بنے ہوئے ہیں۔ ان میں سے بعض کے متعلق تو مجھے شبہ ہے' وہ دل میں پیغامی ہیں اور یہاں محض جماعت میں فتنہ ڈلوانے کے لیے رہتے ہیں اور اس مقصد میں وہ کامیاب ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنا رحم کرے اور جماعت کو ہر فتنہ سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

اسی طرح فخرالدین صاحب کے متعلق' میں پھر عرض کروں گا کہ اس کے فیصلہ پر نظرثانی کریں' وہ بھی مخلص اور کام کا آدمی ہے۔ وہ سلسلہ کا اور آپ کے اہل بیت

کا دیرینہ خادم ہے۔ ہر شخص اپنی طرز پر خدمت کرتا ہے' اس نے بھی اپنی طرز پر کبھی کسی خدمت سے منہ نہیں موڑا' اس سے بھی آپ کو غلط طور پر بدظن کیا گیا ہے۔ اس کے معاملہ میں عجیب بات یہ ہے کہ عبدالرحمان برادر احسان علی نے دوران مقدمہ میں کہا تھا کہ میں فخرالدین کو جماعت سے نکلوا کر چھوڑوں گا اور آج وہ بات پوری ہو جاتی ہے۔ آپ حضرت علی اور زبیر کے واقعات کو یاد کریں' کس طرح ان کے اندر اتحاد کی سچی تڑپ تھی اور کس طرح انہوں نے عین میدان جنگ میں سمجھوتہ کر لیا تھا لیکن جو لوگ ان کے اردگرد تھے اور جو اس وقت ان کے معتمد علیہ بنے ہوئے تھے اور بڑے اخلاص کا اظہار کر رہے تھے اور اپنے آپ کو اسلام کے سچے جانثار ظاہر کر رہے تھے' انہوں نے اپنی خباثت فطرت کا ثبوت دیتے ہوئے دونوں کو آخر لڑوا دیا اور اسلامی اتحاد کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ کر دیا' پس اس وقت بھی بعینہ ایسی ہی حالت سامنے ہے۔ مہربانی فرما کر سوچ سمجھ کر قدم رکھیں' ایسا نہ ہو کہ ایک غلط قدم اصل راستہ سے ہزاروں کوس' جماعت کو دور لے جائے اور اس وقت ہوش آئے جبکہ واپس مڑنا سخت مشکل ہوچکا ہو' پس اللہ تعالیٰ سے عاجزانہ التجا ہے کہ وہ آپ کو ٹھنڈے دل سے اس تحریر پر غور کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ایسی راہ پر گامزن کرے' جس سے جماعت میں فتنوں کا دروازہ نہ کھلے کیونکہ جو دروازہ ایک دفعہ کھلتا ہے وہ بند نہیں ہوا کرتا۔ اے اللہ تو ہمیں فتنوں سے بچا کیونکہ تیرے سوا کوئی بچانے والا نہیں۔ **اللھم انت خیر حافظا۔ انت خیر حافظا۔ انت خیر حافظا۔**

میں نے جو کچھ عرض کرنا تھا' سچائی اور دیانتداری کے ساتھ' سلسلہ کی اور آپ کی بہتری کو مدنظر رکھ کر عرض کر دیا ہے' اب معاملہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے' اس کی جو قضا ہوگی' وہ جاری ہو کر رہے گی۔ ہم راضی ہیں کیونکہ وہ جو کچھ کرے گا' سلسلہ کے لیے بہتر ہی کرے گا۔

و افوض امری الی اللہ واللہ بصیر بالعباد و اخر دعوانا ان

الحمد للہ رب العالمین۔

والسلام
عبدالرحمٰن مصری
10. 6. 37

یہ خط 10 کو لکھا گیا گیارہ کو بھیجا گیا۔

نقل خط نمبر2

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

سیدنا' السلام علیکم و رحمتہ و برکاتہ

میں ایک عریضہ پہلے ارسال کر چکا ہوں' ابھی تک جناب کی طرف سے کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں (Prestige) (وقار) کا خیال اس مخلصانہ اور ہمدردی سے بھری ہوئی نصیحت کو قبول کرنے سے مانع نہ ہو۔ میں پھر آپ کی خدمت میں دوبارہ عرض کرتا ہوں کہ آپ مجھ پر اعتماد کریں اور یقین کرلیں کہ جو کچھ میں نے عرض کیا ہے'

وہ سلسلہ اور آپ کی ذات دونوں کو بدنامی سے بچانے کے لیے عرض کیا ہے اور میں دل سے چاہتا ہوں کہ یہ معاملہ پبلک میں نہ آئے اور انشاء اللہ یہ بہ صیغہ راز ہی رہے گا!

آپ یہ خیال بھی دل میں نہ لائیں کہ آپ کے (Prestige) یعنی وقار کو یا آپ کے مقام کو اس سے کوئی صدمہ پہنچے گا۔ اگر آپ ان باتوں سے توبہ کرلیں اور اپنی اصلاح کرلیں تو آپ ہمیں پہلے سے بھی بڑھ کر مخلص پائیں گے۔

یہ بات آپ سے مخفی نہیں رہ سکتی کہ جماعت کا فرض ہے کہ اپنے اس خلیفہ کے اعمال کی' جو خدا کی طرف سے براہ راست مامور نہیں کیا جاتا' نگہداشت رکھے

اور اگر اسے شریعت سے منحرف ہوتے دیکھے تو اس کو شریعت کی اطاعت کی طرف لائے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر کے خطبہ کے مندرجہ ذیل الفاظ ملاحظہ فرمائیں۔

انما انا مثلکم انما انی متبع و لست بمبتدع فان استقمت فتابعونی و ان زغت فقومونی الا وان لی شیطانا" یعترینی فاذا اتانی فاجتنبونی

ترجمہ ــــ "میں صرف تمہاری مانند امت کا ایک فرد ہوں۔ میں تو مقررہ شریعت کا اتباع کرنے والا ہوں۔ میں اس شریعت میں کوئی نئی چیز داخل نہیں کر سکتا۔ اگر میں سیدھا رہوں تو میری تابعداری کرو' اگر میں شریعت کے احکام سے منحرف ہو جاؤں تو مجھے سیدھا کر دو۔ یہ بھی سن لو کہ میرا بھی شیطان ہے جو مجھے آ چمٹتا ہے' پس جب وہ میرے پاس آئے تو مجھ سے الگ ہو جاؤ"۔ (زائد عبارت) یہ ترجمہ خط میں نہیں لکھا گیا۔

الفاظ واضح ہیں' مجھے آپ کے سامنے کسی قسم کا استدلال کر کے پیش کرنے کی ضرورت نہیں۔ آپ خود اچھی طرح سے سمجھ سکتے ہیں۔

پس ایسی صورت میں ہمارا فرض ہے کہ ہم آپ کے اعمال میں اگر کوئی خلاف شریعت جزو دیکھیں تو اس سے آپ کو روکنے کی اپنی پوری کوشش کریں۔

اب میرے علم میں جب وہ باتیں آ چکی ہیں' جن کا ذکر میں اپنے پہلے عریضہ میں کر چکا ہوں' تو میرا فرض ہے کہ میں آپ کی اصلاح کروں اور اس کے دو ہی طریق ہوسکتے ہیں: اول یہ کہ میں خود بہ صیغہ راز آپ سے عرض کروں اور اس پر میں نے عمل کیا ہے' دوم اگر آپ توجہ نہ فرمائیں تو پھر جماعت کے سرکردہ اصحاب کے سامنے تمام واقعات بالتفصیل رکھ کر ان سے مشورہ کروں اور جو تجویز آپ کو ان باتوں سے روکنے کے لیے قرار پائے' اس پر عمل کیا جائے اور اگر وہ بھی ڈریں اور توجہ نہ کریں تو پھر ساری جماعت کے سامنے رکھ کر اس کا فیصلہ کراؤں لیکن میری انتہائی

کوشش یہی ہوگی کہ دوسروں کو چھوڑ کر اپنی جماعت کے بھی کسی فرد کو اس کا علم نہ ہو' صرف میرے اور آپ کے درمیان ہی یہ بات رہے۔ دوسری دو صورتیں انتہائی مایوسی کی حالت میں عمل میں لائی جائیں ورنہ نہیں' لیکن میں نے' جیسا کہ پہلے عریضہ میں بھی عرض کیا ہے' ان واقعات کا علم صرف مجھ تک ہی محدود نہیں بلکہ بہت سے لوگوں کو اس کا علم ہے اور انہیں میں سے فخرالدین صاحب بھی ہیں۔ ان کو جماعت سے الگ کیا گیا ہے اور وہ جانتے ہیں کہ ان کو علیحدہ محض اسی وجہ سے کیا گیا ہے کہ وہ ان واقعات کا علم رکھتے ہیں۔ ایسی حالت میں اپنے آپ کو بدنامی سے بچانے کے لیے وہ بھی مجبور ہوں گے کہ پبلک میں کوئی بیان شائع کریں اور مجھے علم ہے کہ ان کا ارادہ تھا اور اسی بناء پر میں نے آپ کو لکھا تھا کہ پبلک میں بات آنے سے قبل آپ ان کی تلافی کرلیں اور کسی مناسب طریقہ سے اس اعلان کو منسوخ کر دیں' جس سے آپ کا وقار بھی قائم رہے اور وہ بھی مجبور ہو کر کوئی ایسا قدم نہ اٹھائے' جس کا واپس لینا مشکل ہو جائے۔ پرسوں اتفاق سے میں بک ڈپو کی طرف گیا اور میں نے دیکھا کہ مظہر اور مولوی فضل دین صاحب وہاں بیٹھے ہیں۔ محمد یوسف بن مولوی قطب الدین صاحب نے مظہر سے پوچھا کہ تمہارے ابا کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا کہ

> معافی مانگ رہے ہیں مگر ابھی کوئی جواب نہیں ملا۔ یہ سن کر مجھے بے حد خوشی ہوئی اور میں نے شکر کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے دل کو معافی کی طرف پھیر دیا ہے اور پہلے ارادے سے باز آگیا ہے' اس کے لیے یہ ایک موقع ہے' اب اس سے فائدہ اٹھا لینا چاہیے۔ اس سے جناب کے وقار کو بھی صدمہ نہیں پہنچے گا اور معاملہ بھی نہایت عمدگی سے طے ہو جائے گا۔

پس میں پھر آپ سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں اور سلسلہ حقہ کی عزت کا واسطہ ڈال کر عرض کرتا ہوں کہ آپ نزاکت وقت کو پہچانیں اور سلسلہ کو بدنامی سے بچالیں اور دشمنوں کو ہنسی کا موقع نہ دیں اور فوراً اس کی معافی کا اعلان فرما دیں کیونکہ اب اس نے خود معافی مانگ لی ہے ورنہ بات ہاتھ سے نکل جائے گی اور پھر

کچھ نہیں بن سکے گا۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ

اس کے پاس مواد بہت زیادہ ہے اور اس کو اس نے استعمال کیا تو مشکلات کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہمارے سامنے آ جائے گا' جس کی رو کو روکنا ناممکن ہو جائے گا۔

یہ ایک سچے ناصح کی نصیحت ہے' کاش آپ اس کی طرف پوری توجہ دیں اور اس کو قبول کر کے جماعت کو فتنہ سے بچا لیں۔ اللہ تعالیٰ ہی آپ کے دل کو سیدھا راستہ اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

الناصح المشفق

(عبدالرحمٰن مصری)

14. 6. 37

نقل خط نمبر3

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

سیدنا' السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ۔

دو عریضے میں جناب کی خدمت میں قبل ازیں ارسال کر چکا ہوں۔ ان کے بعد مزید غور کر کے اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اس معاملہ میں مجھے نرمی نہیں دکھانی چاہیے کیونکہ اس معاملہ میں نرمی سلسلہ کے ساتھ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذات اور حضور کی اولاد کے ساتھ خیانت ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بے شمار احسانات کے نیچے ہم دبے ہوئے ہیں۔ میرا نفس مجھے بار بار ملامت کر رہا ہے کہ کیا ان احسانات کا یہی بدلہ ہے کہ ان کی اولاد کو ایک بدی میں مبتلا دیکھ کر اس میں سے انہیں نکالنے کے لیے کوشش نہ کی جائے۔ یہ سلسلہ کے ساتھ بھی خیانت ہے اور وہ اس لیے کہ سلسلہ کے افراد اندر ہی اندر آپ کی یہ حالت دیکھ کر دہریہ ہوتے

چلے جا رہے ہیں اور ہم اعلانیہ ان کو اس سے روک نہیں سکتے۔ یہ بدی ابھی اتنی سرعت کے ساتھ سرایت کر رہی ہے کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ حالت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ اب اس بدی کو بدی نہیں سمجھا جاتا' اگر اس رو کو اس وقت نہ روکا جائے تو خدا جانے کتنی نسلوں تک یہ وبا اسی طرح پھیلتی چلی جائے گی اور کب اس کا خاتمہ ہوگا۔ اگر ہم علماء خاموش رہیں تو یقیناً خدا کے حضور جواب دہ ہوں گے.......

میں عرض کرتا ہوں کہ

اخذ تہ العزۃ بالاثم کی حالت آپ پر نہ آئے۔ آپ ایک گناہ کا ارتکاب کر رہے ہیں اور گناہ سے توبہ کرنے میں عزت ہے' بے عزتی نہیں' پس اگر آپ توبہ کے لیے تیار ہوں تو توبہ کی جو اہم شرائط تمام صوفیا نے لکھی ہیں' اس پر عمل شروع ہو جانا چاہیے اور وہ یہ کہ اس بدی کا ماحول بدلا جائے اور اس کو عملی جامہ پہنانے کے لیے مندرجہ ذیل باتوں پر عمل ضروری ہے۔

① آپ کے پاس محرم عورتوں کے سوائے بالعموم عورتیں نہ جائیں۔

② تمام غیر محرم عورتیں آپ سے پردہ کریں اور یہ آپ ان سے حکماً کروائیں۔ یہ ایک شریعت کا حکم ہے' جس کی پیروی کو بالکل نظرانداز کیا ہوا ہے اور قطع نظر اس حالت کے' ویسے بھی آپ پر بحیثیت خلیفہ ہونے کے یہ فرض ہے کہ آپ شریعت کے احکام کو نافذ کریں۔

③ تمام وہ لوگ' خواہ مرد ہوں خواہ عورتیں' جو اس کام میں آپ کے معاون بنے ہوئے ہیں' ان کو اب رخصت کیا جائے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ آپ فوراً ایسا کریں' بے شک حکمت عملی سے کام لے کر کچھ عرصہ تک انہیں اپنے سے علیحدہ کر دیں۔

④ جو سختیاں' آپ نے محض اپنے اس عیب کو چھپانے کے لیے بعض صحابہ مسیح موعود پر کی ہوئی ہیں' ان کی تلافی کی جائے۔ یہ میرے جائز اور واجبی چار مطالبات ہیں۔ تقویٰ' دیانت اور انصاف تقاضا کرتے ہیں کہ آپ ان پر ٹھنڈے دل سے غور کریں اور دل کی خوشی کے ساتھ انہیں پورا کریں۔ ہاں اگر انہیں یا ان کے پورا کرنے کی طرز اور حکمت میں کوئی ترمیم وغیرہ کرنا چاہیں تو مجھ سے زبانی گفتگو کر سکتے ہیں...

شیخ عبدالرحمٰن مصری

23.6.37

فیصلہ عدالت عالیہ ہائی کورٹ لاہور

بہ نگرانی شیخ عبدالرحمٰن مصری' قادیاں

ڈپٹی کمشنر گورداسپور نے جو حکم شیخ عبدالرحمٰن مصری کی اپیل کے خلاف دیا ہے' اس پر نظرثانی کے لیے موجودہ درخواست ہے۔ شیخ عبدالرحمٰن مصری سے مجسٹریٹ فسٹ کلاس کے حکم کے ماتحت 14 مارچ 1938 کو ضمانت حفظ امن طلب کی گئی تھی اور اس حکم کے خلاف ڈپٹی کمشنر نے 24 مئی 1938 کو اپیل کو مسترد کر دیا تھا' لہذا اب وہ عدالت ہذا میں نظرثانی کی درخواست دے رہا ہے' چنانچہ اس عدالت کے ایک فاضل جج نے حکومت کو حاضری کا نوٹس دیا۔

موجودہ کارروائی کی تحریک کا اصل باعث وہ اختلاف ہے جو جماعت احمدیہ قادیان کے اندر رونما ہوا ہے۔ درخواست کنندہ اس انجمن کا صدر ہے جو خلیفہ سے شدید اختلاف کے باعث علیحدہ ہو چکا ہے۔ درخواست کنندہ کے خلاف اصل الزام یہ ہے کہ اس نے دو پوسٹر شائع کیے۔ اولاً پی۔ اے اگزبٹ جو مورخہ 29 جون 1937 کو شائع ہوا

اور ثانیاً اگزبٹ پی۔ جی جو 13 جولائی 1937 کو شائع کیا گیا۔ ان پوسٹروں کے ذریعے درخواست کنندہ نے اپنا مافی الضمیر بیان کرنے کی کوشش کی ہے اور یہ پوسٹر بجائے خود قابل اعتراض نہیں۔

مدعی نے اگزبٹ پی۔ جی میں سے ایک پیرا کی بنا پر اپنا دعویٰ قائم کیا ہے جو اس طرح شروع ہوتا ہے۔

"میرے عزیزو' میرے بزرگو! آپ نے اپنے ایک بے قصور بھائی' ہاں اپنے اس بھائی کو جس نے محض آپ لوگوں کو ایک خطرناک ظلم کے پنجہ سے چھڑانے کے لیے اپنی عزت' اپنے مال' اپنے ذریعہ معاش اور اپنے آرام کو قربان کر دیا ہے......"

مدعی کا دارومدار اس پیرا پر بھی ہے' جس کا خلاصہ یوں دیا جا سکتا ہے۔

"موجودہ خلیفہ میں ایسے عیوب ہیں کہ اسے معزول کرنا ضروری ہے اور میں نے اپنے آپ کو جماعت سے اس لیے علیحدہ کیا ہے تاکہ میں ایک نئے خلیفہ کے انتخاب کے لیے جدوجہد کر سکوں"۔

میری رائے میں متذکرہ بالا قسم کے بیانات بجائے خود ایسے نہیں ہیں کہ ان کی بنا پر کسی شخص کی حفظ امن کی ضمانت کی جائے۔ مگر عدالت میں درخواست کنندہ نے ایک تحریری بیان دیا ہے' جس کے دوران میں اس نے کہا ہے۔

"موجودہ خلیفہ سخت بدچلن ہے۔ یہ تقدس کے پردہ میں عورتوں کا شکار کھیلتا ہے۔ اس کام کے لیے اس نے بعض مردوں اور بعض عورتوں کو بطور ایجنٹ رکھا ہوا ہے۔ ان کے ذریعہ یہ معصوم لڑکیوں اور لڑکوں کو قابو کرتا ہے۔ اس نے ایک سوسائٹی بنائی ہوئی ہے' اس میں مرد اور عورتیں شامل ہیں اور اس سوسائٹی میں زنا ہوتا ہے"۔

درخواست کنندہ نے آگے چل کر بیان کیا ہے کہ اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ قوم کو اس قسم کے گندے شخص سے آزاد کرائے۔

اب اگر اس پوسٹر کو' جس کا خلاصہ میں نے اوپر بیان کیا ہے' درخواست کنندہ کے بیان کی روشنی میں' جو اس نے عدالت میں دیا ہے' پڑھا جائے' جیسا کہ بہت سے پڑھنے والے ایسا کریں گے' تو ان کا رنگ کچھ اور ہی ہو جائے گا اور میری رائے میں یہ امر قابل اعتراض ہو جاتا اور حفظ امن کی ضمانت کا متقاضی ہے۔

ایک اور بھی امر ہے۔ مورخہ 23 جولائی کو خلیفہ نے ایک خطبہ دیا' جو بعد میں یکم اگست کے اخبار "الفضل" میں' جو کہ جماعت کا سرکاری پرچہ ہے' چھپا۔

اس خطبہ میں جماعت سے علیحدہ ہونے والے شخصوں پر حملے کیے ہیں اور ایسے الفاظ ان کی نسبت استعمال کیے ہیں' جن کی نسبت میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ وہ منحوس (Unfortunate) اور افسوسناک تھے۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فخرالدین نے' جو انجمن کا سیکرٹری تھا' جس کے صدر شیخ عبدالرحمٰن مصری ہیں' ان کا جواب لکھا' جس میں اس نے کہا:

> "اسی لیے تو ہم بار بار جماعت سے آزاد کمیشن کا مطالبہ کر رہے ہیں تاکہ اس کے روبرو تمام امور اور شہادتوں اور مخفی در مخفی حقائق پیش ہو کر اس قضیہ کا جلد فیصلہ ہو جائے کہ کس کا خاندان "فحش کا مرکز" یا بالفاظ دیگر وہ ہے جو خلیفہ نے بیان کیا"۔

اس بیان میں خلیفہ کے خطبہ کے بیان کی طرف اشارہ ہے' جس میں اس نے اپنے دشمنوں اور معترضین کے خاندانوں کے متعلق یہ کہا تھا: "ان میں سے حیا اور پاکیزگی جاتی رہے گی اور فحاشی کا اڈہ بن جائیں گے"۔ میری رائے میں فخرالدین کے اس پوسٹر کا مطلب صاف اور واضح ہے اور ایسا ہی قادیان میں اس کا مطلب سمجھا گیا کیونکہ صرف دو دن بعد سات اگست کو ایک متعصب مذہبی مجنون نے فخرالدین کو مہلک زخم لگایا۔

میاں محمد امین خان نے' جو درخواست کنندہ کا وکیل ہے' اس امر پر زور دیا ہے کہ شیخ عبدالرحمٰن مصری اس آخری پوسٹر کے ذمہ دار نہیں ہیں۔ واقعات یہ ہیں کہ

انجمن ایک مختصر سی حیثیت رکھتی تھی' جس کا صدر عبدالرحمٰن تھا اور سیکرٹری فخر الدین تھے۔ اصل پوسٹرہاتھ کا لکھا ہوا تھا جو اب دستیاب نہیں ہو سکتا' البتہ اس کی نقل ایک کانسٹیبل نے کی تھی' جس کا یہ بیان ہے کہ نیچے فخرالدین سیکرٹری مجلس احمدیہ کے دستخط تھے' مگر اس امر کے برخلاف فخرالدین کے لڑکے نے اصل مسودہ پیش کیا ہے' جو اس کے باپ نے اس کی موجودگی میں لکھا تھا اور جس کے نیچے صرف اس قدر دستخط ہیں' فخرالدین ملتانی' میں کانسٹیبل کے بیان کو قابل قبول سمجھتا ہوں کیونکہ اس کے جھوٹ کہنے کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی' جو وجہ صفائی کے گواہ میں پائی جاتی ہے۔ اس کا مقصد اپنے لیڈر کو چھڑانا ہے۔

یہ امر کہ فخرالدین نے اصل مسودہ پر "سیکرٹری" کے الفاظ نہ لکھے تھے' ظاہر نہیں کرتا کہ صاف کردہ اور شائع کنندہ کاپی پر بھی یہ الفاظ نہیں لکھے گئے تھے۔ میری رائے میں شیخ عبدالرحمٰن پر بھی اس پوسٹر کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے' خصوصاً اس بیان کے پیش نظر جو انہوں نے عدالت میں دیا ہے۔

ان حالات میں' مقامی حکام نے شیخ عبدالرحمٰن کے برخلاف جو کچھ کارروائی حفظ امن کی ضمانت کی' کی' وہ مناسب تھی۔

ایک ہزار روپیہ کی ضمانت کچھ بھاری ضمانت نہیں ہے اور یہ ضمانت دی جا چکی ہے اور نصف سے زائد عرصہ گزر چکا ہے' لہٰذا درخواست مسترد کی جاتی ہے۔

دستخط ایف ڈبلیو سکیمپ جج

(عدالت عالیہ ہائی کورٹ لاہور)

مورخہ 23 ستمبر1938

شیخ مصری صاحب اور میر محمد اسماعیل

مصری صاحب نے مولف کو بتایا کہ جب انہوں نے اپنے صاحبزادے کے

انکشاف پر مرزا محمود کے بارے میں تحقیقات شروع کی تو اس قدر الم انگیز واقعات سامنے آئے کہ وہ حیران رہ گئے۔ اسی اثناء میں انہوں نے مرزا محمود کے ماموں ڈاکٹر میر محمد اسماعیل سے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے تو وہ کہنے لگے:

"حضور سلسلے کا اتنا کام کرتے ہیں' اگر تھوڑی بہت یہ تفریح بھی کر لیتے ہیں تو کیا حرج ہے"۔

شیخ صاحب اور قاضی اکمل

شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ "جب میں نے خلیفہ صاحب" کی اہلیہ مریم کی موت کی تفصیلات کے بارہ میں "پیغام صلح" میں لکھنا شروع کیا اور یہ بتایا کہ اس کے رحم سے اس قدر پیپ خارج ہوتی تھی کہ مرنے کے بعد بھی بند نہیں ہوتی تھی' اس لیے چار مرتبہ کفن تبدیل کیا گیا تو اس مضمون کی اشاعت کے بعد قاضی اکمل نے مجھے خط لکھا اور میری تصحیح کرتے ہوئے بیان کیا کہ چار نہیں' پانچ کفن تبدیل کیے گئے تھے۔

مولانا محمد اسماعیل غزنوی مرحوم کی تحقیق

مولانا محمد اسماعیل غزنوی حکیم نورالدین کے نواسے تھے اور مرزا محمود سے ان کی خاصی بے تکلفی تھی۔ انہوں نے متعدد افراد کو بتایا کہ "مرزا محمود احمد ایک عورت کو شب باشی کا پانچ صد روپیہ ادا کرتا تھا"۔ مجھے علم ہوا تو میں نے کھوج لگانا شروع کیا اور بالآخر اسے ڈھونڈ نکالا اور پوچھا تم کیسے مرزا محمود سے پانچ سو روپیہ فی رات وصول کر لیتی ہو۔ اس عورت نے بے باکانہ جواب دیا:

"مولوی توں راتیں میرے نال سوں' جے صبح توں مینوں پنج سو روپیہ نہ دتا تے میں تینوں ہزار روپیہ دیواں گی"۔

مولوی صاحب یہ جواب سن کر حیران رہ گئے۔ ملک عزیز الرحمن صاحب کا کہنا

ہے کہ یہ بیگم عثمانی تھیں۔

قادیان کا راجہ اندر ـــــ دریا کے کنارے

مولانا موصوف ہی نے بتایا کہ مرزا محمود دریائے بیاس کے کنارے پھیروچچی میں پکنک منایا کرتا تھا اور ایسے موقع پر وہاں متعدد خیمے لگائے جاتے تھے۔ ایک مرتبہ وہاں ڈاک بنگلہ تعمیر کرنے کا پروگرام بھی بنا تھا۔ ایسے ہی ایک جشن کے موقع پر' وہ وہاں گئے تو گیٹ کیپر نے انہیں روک لیا۔ ازاں بعد خلیفہ جی کو اطلاع دی گئی اور انہیں اندر بلا لیا گیا اور وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ مرزا محمود پندرہ بیس بالکل عریاں لڑکیوں کے جھرمٹ میں بیٹھا ہے اور اس کے اپنے جسم پر بھی کوئی کپڑا نہیں۔ وہ اس منظر کی تاب نہ لا سکے اور نگاہیں نیچی کر لیں تو مرزا محمود نے نہایت اوباشانہ طریقے سے پوچھا: "مولانا کیا ہوا ہے"۔

مولوی ظفر محمد صاحب ظفر کا مقاطعہ کیوں؟

مولوی ظفر محمد صاحب ظفر عربی زبان کا نہایت اعلیٰ ذوق رکھتے ہیں اور عربی اور اردو ہر دو زبانوں میں اس قدر خوبصورت شعر کہتے ہیں کہ ان کے قادیانی ہونے پر شبہ ہونے لگتا ہے۔ ایک مرتبہ پاپائے ثانی نے ان کا سوشل بائیکاٹ کر دیا اور پھر بڑی مدت کے بعد ان کی جان چھوٹی۔ وہ کہا کرتے تھے کہ

"جن باتوں کا مجھے علم ہے اگر میں تمہیں بتا دوں تو تم مرتد ہو جاؤ"۔

یہ فقرہ کسی تفسیر کبیر کا محتاج نہیں' البتہ قادیانیوں کی پختہ زناری کی "داد" دینی پڑتی ہے کہ

"وہ سب کچھ جان کر بھی انوار خلافت اور برکات خلافت کا ڈھنڈورا پیٹتے پھرتے ہیں"۔

جب میں نے مولوی صاحب ایسے بے ضرر انسان کے ساتھ اس بدترین سلوک کی تحقیقات شروع کی تو پتہ چلا کہ انہیں بھی یہ سزا "اس جرم" کی پاداش میں ملی تھی کہ انہیں اپنے "مصلح موعود" کی عدیم المثال جنسی انارکی کا علم ہوگیا تھا۔ اب ذرا تفصیل مطالعہ فرمائیں۔

① مولوی ظفر محمد صاحب قادیانی امت کے گسٹاپو (نظارت امور عامہ) میں ملازم تھے اور مولوی فرزند علی ان کے افسر اعلیٰ کے طور پر کام کر رہے تھے۔ یہ ان دنوں کا تذکرہ ہے جب خلیفہ جی کا مصری صاحب سے یدھ ہو رہا تھا۔ جن لوگوں کو قادیان اور ربوہ کے نظام حکومت کے بارہ میں علم ہے' وہ جانتے ہیں کہ وہاں ہر کام' خواہ وہ کسی سطح پر ہو' خلیفہ جی کی اشیرباد اور اشارے کے بغیر نہیں ہوسکتا' مگر مرید سادہ بعض اوقات "حسن ظنی" کے چکر میں پھنس جاتا ہے اور پھر قادیانی طلسم ہوشربا کی بھول بھلیوں میں بھٹکتا رہتا ہے۔ ظفر صاحب کے ساتھ بھی یہی ہوا۔ خلیفہ جی نے سکیورٹی فورس کے نچلے عملہ کو بلاواسطہ یہ حکم دیا کہ مصری صاحب کی بیٹی "امتہ الرحمٰن" کو اغوا کر لیا جائے۔ انہی محافظین میں سے کسی نے مولوی ظفر صاحب کو بتایا کہ

> "حضرت صاحب نے حکم دیا ہے کہ مصری صاحب کی بیٹی امتہ الرحمٰن کو اغوا کر لیا جائے"۔

مولوی صاحب موصوف کو یقین نہ آیا کہ "ہمارے حضرت یہ کام بھی کرتے ہیں"۔ انہوں نے اپنی اس بے یقینی کا ذکر اپنے افسر مولوی فرزند علی سے کیا اور اس نے فوراً مولوی ظفر محمد کی اس "ایمانی کمزوری" کی رپورٹ خلیفہ جی کو پہنچا دی اور اس طرح ان کا نام "مقربین" کی فہرست سے کٹ گیا۔

② جرم بہرحال جرم ہے' خواہ وہ کھلے بندوں کیا جائے یا تقدس کی جعلی رداؤں میں لپٹ کر۔ جب خلیفہ جی کے نت نئے "معرکوں" کا چرچا بڑھنے لگا تو مولوی ظفر صاحب نے اپنے طور پر لڑکوں اور لڑکیوں کے بیانات لے کر انہیں ایک کاپی میں

محفوظ کرنا شروع کر دیا۔ ایک دن وہ کاپی دفتر میں چھوڑ آئے اور مولوی تاج دین نے یہ کاپی اٹھا کر خلیفہ جی کو پہنچا دی اور اس طرح "خدا کے مقرر کردہ خلیفہ" کو یقین ہوگیا کہ مولوی ظفر محمد کا ایمان بہت کمزور ہوگیا ہے اور اس کا علاج یہ ہے کہ اس کا منہ بند کرنے کے لیے فوراً اس کا بائیکاٹ کر دیا جائے کیونکہ "چپ کا روزہ" بعض قویٰ کی تقویت کے لیے خاصا مفید ہے۔

اب یہ بھی شبہ ہوا کہ کہیں انہوں نے کچھ ریکارڈ گھر میں نہ چھپا رکھا ہو۔ اس شک کو دور کرنے کے لیے امور عامہ کے ذریعے مولوی صاحب کے گھر میں چوری کروائی گئی اور معمولی معمولی چیزیں بھی اٹھوا لی گئیں۔ انہی چیزوں میں سے مولوی صاحب کے بیٹے ناصر احمد ظفر کے بچپن کا ایک فریم شدہ فوٹو بھی ہے' جو اب کچھ عرصہ ہوا مرزا ناصر احمد پاپائے سوم نے ناصر احمد ظفر کو واپس کیا ہے مگر دانشمند مرید نے نہ تو اپنے والد سے دریافت کیا اور نہ مرزا ناصر احمد سے کہ "حضور میرا یہ بچپن کا فوٹو کس "معجزہ" کے نتیجے میں آپ کے گھر پہنچا ہے"۔

مولوی صدر دین امیر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا بیان

مولوی صدر دین صاحب کا بیان ہے کہ

"مجھے یقینی ذرائع سے یہ علم ہوگیا تھا کہ مرزا محمود عجمی ذوق کا دلدادہ ہے۔ اس وجہ سے میں نے ہائی سکول میں مرزا محمود کا داخلہ بند کر دیا تھا اور جب تک میں ٹی۔ آئی۔ ہائی سکول قادیان کا ہیڈ ماسٹر رہا ہوں' میں نے کبھی اس کو سکول میں گھسنے نہیں دیا"۔

ڈاکٹر اللہ بخش صاحب سابق جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا بیان

ڈاکٹر صاحب نے متعدد مرتبہ بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ وہ مرزا محمود کو ملنے کے لیے گئے تو مرزا محمود کے منہ سے شراب کی بو آ رہی تھی۔ کیمیکل ایگزا مینر ہونے کی وجہ سے انہوں نے فوراً ہی پتہ لگا لیا کہ یہ بو شراب کی ہے۔

عبدالعزیز نومسلم کی صاحبزادی "خلافت ماب" کے چنگل میں

عبدالعزیز نومسلم کی صاحبزادی ایک مرتبہ بدقسمتی سے "قصر خلافت" میں چلی گئیں۔ وہاں کشتہ زوجام عشق کی معجز نمائی سے وجود میں آنے والی "ذریت مبشرہ" پہلے ہی تاک میں بیٹھی تھی۔ مرزا محمود نے اپنے روحانی و جسمانی فیوض سے اسے مالا مال کر دیا۔ لڑکی نے ساری بپتا اپنے والد کو کہہ سنائی تو قادیانی ریاست کی خاندانی انتظامیہ حرکت میں آ گئی۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا' وہ خود عبدالعزیز مذکور کی تحریر میں پڑھیے۔

"مجھے ایک روز ولی اللہ شاہ (سالار خلیفہ قادیان) نے اپنے دفتر میں بلایا اور کہا کہ تمہارے متعلق جو افواہ فضل کریم عبدالکریم صاحبان نے پھیلائی ہے' اس کے متعلق تم ایک تحریر لکھ دو کہ وہ سراسر غلط ہے۔ میں نے بہت ٹالنے کی کوشش کی مگر انہوں نے ایک مسودہ لکھ کر میرے سامنے رکھ دیا اور کہا کہ دستخط کر دو۔ میں نے جواب دیا کہ میں غلط بات پر کیوں دستخط کر دوں۔ انہوں نے جواب دیا کہ بات تو دراصل تمہاری ٹھیک ہے مگر سلسلہ کی بدنامی ہوتی ہے' اس لیے تم دستخط کر دو۔ میں نے پھر جواب دیا کہ میں سچی بات سے کیسے انکار کروں اور خواہ مخواہ آپ تنگ نہ کریں ورنہ اصل حقیقت آپ کو سناؤں تو خلیفہ صاحب کی پردہ دری ہوگی۔ جب انہوں نے دیکھا کہ میں کسی طرح راضی نہیں ہوتا تو دھمکانا شروع کیا کہ

تمہارا وظیفہ بند ہو جائے گا اور تم قادیان سے نکالے جاؤ گے"۔

(عبدالعزیز نومسلم "مباہلہ" یکم جنوری 1929ء ص 20)

مقدسین قادیان کی سیہ کاریاں اور خفیہ عیاشیاں

"میں ہی نہیں بلکہ قادیان کی نوے فی صد آبادی مقدسین قادیان کی سیہ کاریوں اور خفیہ عیاشیوں سے آگاہ ہے' اس لیے میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ اخبار "مباہلہ" نے میری معلومات میں اضافہ کیا' ہاں یہ کہہ سکتا ہوں کہ میں اخبار "مباہلہ" کے بیان کردہ واقعات کی تائید اور تصدیق کرتا ہوں۔

خاکسار پرانا قادیانی ہے اور قادیان کا ہر فرد و بشر مجھے خوب جانتا ہے۔ ہجرت کا شوق مجھے بھی دامن گیر ہوا اور میں قادیان ہجرت کر آیا۔ قادیان میں سکونت اختیار کی۔ خلیفہ قادیان کے محکمہ قضا میں بھی کچھ عرصہ کام کیا مگر دل میں آرزو آزاد روزگار کی تھی اور اخلاص مجبور کرتا تھا کہ اپنا کاروبار شروع کر کے خدمت دین بجا لاؤں' چنانچہ خاکسار نے احمدیہ دوا گھر کے نام سے ایک دواخانہ کھولا جس کے اشتہارات عموماً اخبار "الفضل" میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ اگر میں یہ کہوں تو بجا ہوگا کہ قادیان کی رہائش ہی میری عقیدت زائل کرنے کا باعث ہوئی' ورنہ اگر میں قادیانی بھائیوں کی طرح دور دور ہی رہتا تو آج مجھے اس تجارتی کمپنی کے ایکٹروں کے سربستہ رازوں کا انکشاف نہ ہوتا یا اگر میں خاص قادیان میں اپنا مکان بنا لیتا یا خلیفہ قادیان کا ملازم ہو جاتا تو بھی مجھے آج اس اعلان کی ہرگز جرات نہ ہوتی۔ مختصراً یہ کہ آج میں اس قابل ہوں کہ اس دجالی فرقہ سے توبہ کروں۔ میری دعا ہے اور برادران اسلام سے بھی درخواست دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ قادیان کے واقف حال لوگوں کو سچی گواہی دینے کی جرات عطا

فرمائے اور ان کو توفیق دے کہ وہ سچائی کے مقابلہ میں کسی تکلیف کو روک نہ سمجھیں"۔

(خاکسار شیخ مشتاق احمد "احمدیہ دواگھر" قادیان'

اخبار "مباہلہ" دسمبر 1929)

بدمعاشی سے مفاہمت مردہ خراب ہونے کے ڈر سے

حکیم عبدالوہاب صاحب بیان کرتے ہیں کہ شیخ عبدالحمید آڈیٹر ریلوے کی بیٹی اور عبدالباری سابق ناظر بیت المال قادیان کی ہمشیرہ ثریا اور مرزا محمود کی بیٹی ناصرہ بیگم آپس میں سہیلیاں تھیں۔ ثریا ایک دن اپنی سہیلی کو ملنے "قصر خلافت" گئی تو رات کو وہیں سو گئی۔ مرزا محمود نے بیٹی کی موجودگی ہی میں اس سے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی۔ ثریا نے باقاعدہ مقابلہ کیا تو مرزا محمود نے بہانہ بناتے ہوئے کہا "مجھے غلط فہمی ہوئی ہے' میں سمجھا میری اہلیہ ہیں"۔ ثریا نے جواب دیا "سہیلیاں تو اکٹھی سو جاتی ہیں مگر وہ بیوی' جس کی باری چوتھے دن آتی ہے کس طرح یہ پسند کر سکتی ہے کہ وہ اپنی بیٹی کے پاس جا کر سو جائے' پھر بیٹی کی موجودگی میں ایسا کرنا شرافت کی کون سی علامت تھی"۔ ثریا نے ——————— واپس آ کر اپنی والدہ کو تمام واقعات سے آگاہ کر دیا۔ تو اس کے بعد ثریا کے والد شیخ عبدالحمید نے اپنی وصیت منسوخ کر دی اور قادیان آنا جانا ترک کر دیا۔ تقریباً چار سال بعد پھر آنا جانا شروع کر دیا۔ کسی نے پوچھا: "شیخ صاحب کونسی نئی بات وقوع پذیر ہوئی ہے جو آپ نے آنا جانا شروع کر دیا ہے"۔ شیخ صاحب نے جواب دیا: "ساری دنیا چھوڑ کر ہم یہاں آئے تھے' اب کہاں جائیں' اپنا مردہ کون خراب کرے۔ اس لیے ظاہراً میں نے تعلقات بحال کر لیے ہیں"۔

"زکوٰۃ کا حسن استعمال"

عرصہ ہوا "حقیقت پسند پارٹی" کی طرف سے مرزا محمود کی مالی بے اعتدالیوں کے

متعلق ایک حیرت انگیز ٹریکٹ شائع ہوا تھا' جس کے ایک لفظ کی بھی تردید کرنے کی قادیانی امت کو ہمت نہیں ہوئی۔ اس میں مرزا محمود کے اس فرمان کو بھی ہدف تنقید بنایا گیا ہے کہ زکوۃ براہ راست "خلیفہ" کے نام آنی چاہیے کیونکہ یہ خاص حق خلافت ہے۔ اسی ٹریکٹ میں مرقوم ہے۔

"ہم اپنے قطعی اور یقینی علم کی بنا پر جانتے ہیں کہ خلیفہ صاحب کی بہت سی بدکاریوں کا موجب یہ طریق عمل ہوا ہے۔ وہ زکوۃ کے روپیہ سے ان عورتوں اور لڑکیوں کی مالی امداد کرتے ہیں' جن سے بدکاری کرتے اور کرواتے ہیں"۔

("خلیفہ ربوہ مرزا محمود کی مالی بے اعتدالیاں" ص 38)

مبلغین کو شادی کے فوراً بعد بیرون ملک بھیجنے کا "فلسفہ"

"اس (مرزا محمود) نے اپنے جنون زوج کی تسکین کے لیے اپنی "عبقریت" کو اپنی کوریت میں غرق کر کے عصمت اور حیا کے تصور کے استیصال کے لیے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ وہ قادیان میں اپنے پرچارکوں کو شادی کے بعد معاً دور دراز ملکوں میں بھیج دیتا تھا۔ اس طرح ان کی معلقہ بیویاں اس کے لیے کال گرلز (Call Girls) بن جاتیں۔ اس طرح یہ بھی ہوا کہ ان مظلوم عورتوں کو اپنے خاوندوں کی غیر موجودگی میں بچوں کی مائیں بننا پڑا۔ اسی طرح نائجیریا کے ایک "مبلغ" اور واقف زندگی کی بیوی کو یہی سانحہ الیمہ پیش آیا۔ ذرا سی لہر اٹھی مگر جہاں جنسی معصیت کا دور دورہ تھا' وہاں یہ الم ناک حادثہ دب کر رہ گیا"۔

("فتنہ انکار ختم نبوت" ص 45)

"خاندان نبوت" کے اتالیق کا درس عبرت حاصل کرنا

مرزا محمد حسین صاحب 44 - اے' آریہ نگر' سمن آباد' لاہور قادیانی امت کے خاندان نبوت کی مستورات کے اتالیق رہے ہیں۔ وہ ایک علم دوست' خلوت پسند اور کم آمیز شخص ہیں مگر اس کے باوصف لاہور کے علمی و ادبی حلقوں میں خاصے معروف ہیں۔ حضرت آغا شورش کاشمیری مرحوم نے اپنی کتاب "نورتن" میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ گاہے ماہے وہ قادیانیت سے اپنی علیحدگی کی داستان اپنے رفقاء کو سناتے رہتے ہیں۔ میرے استفسار پر انہوں نے بتایا کہ

> "میرا بچپن غربت' جوانی' علالت اور بڑھاپا کتابوں میں گزرا ہے۔ میں قادیان میں مرزا محمود احمد کے گھر میں مستورات کا اتالیق رہا ہوں اور کسی (Closed Society) میں رہتے ہوئے وہاں کے سربراہ کی خواتین کا استاد ہونا اس معاشرے کے لحاظ سے خاصی فخر کی بات ہوتی ہے۔ اگر میں مرزا محمود احمد اور اس کے جلو میں رہنے والے افراد کی بدچلنی کے بارہ میں حق الیقین کے مقام تک نہ پہنچتا تو نہ قادیان کو چھوڑتا اور نہ قادیانیت کو ترک کرتا"۔

جب میں نے اس ایجاز و اختصار کی کچھ مزید تفصیل چاہی تو وہ قدرے تامل کے بعد گویا ہوئے:

> "مستورات کا استاد ہونے کی وجہ سے مجھے خلیفہ جی کی مختلف بیویوں کی باہمی چپقلش اور سوقیانہ طعنے بازی کا علم تو ہوتا رہتا تھا مگر میں اسے زیادہ اہمیت نہ دیتا تھا۔ رفتہ رفتہ مجھے ڈاکٹر احسان علی' مصلح الدین سعدی اور پھر نذیر ڈرائیور سے بڑے تواتر کے ساتھ یہ معلوم ہونا شروع ہوا کہ

"قصر خلافت" میں جنسی عصیان کا ناپاک دھندہ ہوتا ہے۔ میں اپنی طبیعت اور مزاج کے اعتبار سے ان باتوں کو تسلیم کرنے کے لیے قطعاً تیار نہ تھا' گو حقائق اور واقعات دن بدن نکھر کر سامنے آ رہے تھے۔ میں یہ سوچ کر دل کو تسلی دیتا رہا کہ "خلیفہ صاحب" کے اردگرد رہنے والے لوگ بدمعاش ہیں مگر خود ان کے بارے میں کوئی ایسی بات میرے حاشیہ خیال میں بھی نہ تھی۔ آخر' میں نے اس امر کا ارادہ کر لیا کہ ان افراد میں سے کسی کو اعتماد میں لوں اور پھر "خلیفہ صاحب" کو ان لوگوں کی خباثتوں سے مکمل طور پر آگاہ کر دوں تاکہ اس ذہنی خلجان سے نجات پاؤں' جس سے میں گزر رہا تھا۔ میں نے اپنے اس ارادہ کا مصلح الدین سعدی سے ذکر کیا تو اس نے کہا: پہلے "حضرت صاحب" سے اجازت لے لیں۔ بعد ازاں مجھے بتایا گیا کہ "حضرت صاحب" تمہارے متعلق سن کر حیران تو ہوئے مگر اب انہوں نے اجازت دے دی ہے۔ میں اس وقت بھی اس یقین سے معمور تھا کہ یہ جھوٹ بول رہا ہے۔ تھوڑے وقفے کے بعد جب مجھے کوکین والا پان لا کر دیا گیا اور ساتھ ہی یہ ہدایت نامہ بھی کہ مریم کے پاس مت جانا' اسے مطمئن کرنا تمہارے لیے ممکن نہ ہو گا۔ تمی کے پاس جانا' وہ تمہاری شاگرد ہے اور شاگرد ویسے بھی استاد سے دبتا ہے' اس لیے تم اس سے خوب نپٹ لو گے' اسی دوران مجھے نذیر ڈرائیور سے یہ بھی معلوم ہو چکا تھا کہ مرزا محمود بہت خوش ہے کہ میں بھی زیر دام آ گیا ہوں اور اس نے کہا: "یہ اب پھنسا ہے"۔

گو اب میرا یقین تو ڈانواں ڈول ہو رہا تھا' لیکن پھر بھی میں نے اتمام حجت کی خاطر مزید آگے جانے کا تہیہ کر لیا اور مصلح الدین سعدی کی معیت میں کمرۂ خاص کی طرف روانہ ہوا۔ میرا "راہبر" بھی سوچ رہا ہو گا

کارواں غولان صحرائی کو رہبر مان کر

ہوچکا گمراہ گمراہی کو منزل جان کر

ابھی کچھ زینے باقی تھے کہ میرے گائیڈ نے مجھے کہا کہ "حضرت صاحب" کو کچھ لوگ ملنے آ گئے ہیں' تھوڑی دیر ٹھہر جائیں۔ اتنا کہہ کر وہ اوپر چلا گیا اور میں ڈاکٹر حشمت اللہ کے کمرہ میں بیٹھ گیا۔ قریباً نصف گھنٹے کے بعد مصلح الدین سعدی واپس لوٹا تو اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ اس نے آتے ہی مجھ سے کہا "ماسٹر صاحب' آپ اس سلسلہ میں اور لوگوں سے بھی باتیں کرتے رہے ہیں' اب انجام کے لیے تیار ہو جائیں"۔

تب یہ عقدہ کھلا کہ اس خلوت کدہ میں جانے کے لیے ایک ہی Source استعمال ہو سکتا تھا کیونکہ مختلف ذرائع استعمال کرنے سے راز کھل جانے کا اندیشہ بھی تھا اور یہ فکر بھی کہ یہ لوگ کہیں اس عشرت کدے سے باہر بھی اپنا تعلق قائم نہ کر لیں۔

اس کے ساتھ ہی "واقفان سر خلافت" کی گفتگو میں سرد مہری اور تہدید غالب آ گئی۔ ہسپتال میں مرزا محمود کے حکم پر میری پٹی' بند کر دی گئی تاکہ میں T. B Of The Spine سے صحت یاب نہ ہوں اور مر جاؤں اور اس راز کو افشا نہ کر سکوں۔ اس طرح مجھے مرزا محمود کو اس کے "حواریوں" کی بدمعاشی سے آگاہ کرنے کی حسرت ہی رہی' البتہ خود مذہب کے پردہ میں ہونے والی جنسی یورشوں اور ان میں مرزا محمود اور اس کے خاندان اور ساتھیوں کے ملوث ہونے کا ایسا قطعی علم ہوا کہ میرے لیے اس فضا میں رہنا دوبھر ہو گیا۔ واپس گھر آیا تو دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا۔ اعتقادات کی عمارتیں زمین بوس ہو چکی تھیں۔ جس شخص کے لیے مسلسل پانچ سال تک تہجد میں دعائیں کرتا رہا' اسے **فداہ ابی و امی** کہتا رہا' وہ اس قدر بد کردار نکلا کہ اس کا مثیل تلاش کرنے نکلیں تو صدیوں بھٹکتے

رہیں۔ اس بے قراری' بے چینی' بے کلی اور اضطراب کے عالم میں لیٹا تو خوفناک بخار نے آلیا۔ ساری رات انگاروں پر جلتے ہوئے کاٹی۔ صبح ہوش آیا تو دیکھا کہ سر کے سارے بال ایک ہی رات میں جھڑ چکے تھے۔ اب میں دہریت کے بدترین ریلے کی زد میں تھا۔ میں نے قرآن پاک کو اٹھا کر گندگی میں پھینک دیا۔ (استغفر اللہ) چند دن یہی حالت رہی۔ مگر پھر اللہ تعالیٰ نے دستگیری فرمائی اور مجھے اس دوسری گمراہی سے بھی نکالا اور میں نے دوبارہ نمازیں شروع کر دیں۔

اس کے کچھ عرصہ بعد کمالیہ میں ایک ماہر طبیب سے ملاقات ہوئی' تو انہوں نے مجھے بالکل "فارغ البال" دیکھ کر کہا: اس عمر میں بالوں کی جڑیں تو رہتی ہیں' آپ کے بالوں کی تو جڑیں ہی جل چکی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے آپ کو کوئی شدید صدمہ پہنچا ہے۔ اس پر میں نے اس واقعہ کا مختصراً ذکر کیا تو وہ کہنے لگے: مرزا صاحب خدا کا شکر ادا کریں کہ آپ پر اس Shock کا سب سے ہلکا اثر ہوا ہے کیونکہ اکثر اوقات ایسے مواقع پر فالج ہو جاتا ہے یا دانت گر جاتے ہیں اور کمترین اثر یہ ہوتا ہے کہ بال گر جاتے ہیں"۔

شاید اسی شدید صدمہ کا اثر ہے کہ وہ آج بھی زندگی کے معبد میں ایک راہب کی طرح حیات مستعار کے دن پورے کر رہے ہیں۔

عبدالرب خاں صاحب برہم کی جرات رندانہ

خان عبدالرب خاں صاحب برہم صدر انجمن کے دفتر بیت المال میں کام کرتے تھے۔ آپ نے ایک مخلص قادیانی دوست کو مرزا محمود احمد خلیفہ قادیان کی نجی زندگی کے واقعات سنائے۔ اس پر اس "مخلص" قادیانی دوست نے مرزا محمود احمد کو لکھ بھیجا کہ خان صاحب موصوف نے آپ کی بدچلنی کے واقعات سنا کر مجھے محو حیرت کر

دیا ہے اور دلائل بھی ایسے دیے ہیں جو میرے دل و دماغ پر اثرانداز ہو رہے ہیں۔ اس شکایت کے چند گھنٹے بعد مرزا بشیر احمد ایم۔ اے المعروف "قمر الانبیاء" نے خان صاحب موصوف کو بلا کر سمجھایا کہ اگر حضور کچھ باتیں دریافت کریں تو اس سے لاعلمی کا اظہار کر دینا۔ آپ خاموش ہو گئے۔ مرزا بشیر احمد صاحب کے دل میں خیال آیا' بس اب کام بن گیا۔

اس کے ایک آدھ گھنٹہ بعد برہم صاحب کو "قصر خلافت" میں مرزا محمود احمد نے بلایا۔ جب آپ وہاں گئے تو وہ مخلص احمدی دوست بھی موجود تھا اور خان صاحب موصوف کے والد محترم بھی وہیں تھے اور دو تین تنخواہ دار ایجنٹ بھی تھے اور سب کو اکٹھے کرنے کا مطلب یہ تھا تاکہ رعب ڈال کر حق کو بدلا جا سکے۔ خلیفہ صاحب نے جب خان صاحب موصوف سے دریافت کیا تو اس بے خوف مجاہد نے کہا' جو کچھ میں نے آپ کی بدچلنی کے متعلق ان صاحب سے کہا وہ حرف بحرف درست ہے۔ آخر جب کام نہ بنا تو کھڑے ہو کر خلیفہ صاحب نے احسان گنوانے شروع کر دیے اور ساتھ ہی یہ کہا کہ تم نے میری ہمشیرہ کا دودھ پیا ہوا ہے۔ خان صاحب موصوف نے کہا' یہ درست ہے لیکن یہ حق کا معاملہ ہے۔ دنیاداری کے مقابلہ میں حق مقدم ہے اور اس حق کے لیے ہی اس جماعت میں شامل تھے۔ خان صاحب موصوف نے ملاقات کے فوراً بعد دلیرانہ اقدام یہ کیا کہ "قصر خلافت" سے آ کر ازخود بیعت سے علیحدگی کا اعلان کر دیا۔ آپ نے ایک کتاب "بلائے دمشق" بھی لکھی ہے۔ خان صاحب کا حلفیہ بیان درج ذیل ہے:

> "میں شرعی طور پر پورا پورا اطمینان حاصل کرنے کے بعد خدا کو حاضر و ناظر جان کر یہ کہتا ہوں کہ موجودہ خلیفہ صاحب یعنی مرزا محمود احمد کا چال چلن نہایت خراب ہے۔ اگر وہ مباہلہ کے لیے آمادگی کا اظہار کریں تو میں خدا کے فضل سے ان کے مدمقابل مباہلہ کے لیے ہروقت تیار ہوں"۔

(عبدالرب خاں برہم، فیصل آباد)

ایک مضطرب مرید کی چٹھی عیار پیر کے نام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

سیدنا حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ نبصرہ العزیز

السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ

با ادب گزارش ہے کہ ایک عرصہ سے بعض باتوں کے متعلق حضور کی خدمت عالیہ میں عرض کرنا چاہتا تھا، لیکن بعض مصروفیتوں کی وجہ سے حضور سے عرض نہ کر سکا، اب مورخہ 19 اکتوبر 1938 خاکسار کو تبلیغ کا موقع ملا۔ جب خاکسار نے بعض لوگوں کو تبلیغ کی، تو انہوں نے میری گفتگو کو روک کر کہا، کیا تم لوگ ہم سیدھے سادے مسلمانوں کو ورغلا کر ایسے شخص کا مرید بنانا چاہتے ہو جو کہ بدچلن اور زانی ہے۔ (نعوذ باللہ من ذالک) جس کی بدچلنی کے متعلق اس کے مرید بھی شور مچا رہے ہیں۔ جب تک تم اپنے خلیفہ کی پوزیشن صاف نہ کرو، اس وقت تک آپ لوگوں کو قطعاً حق حاصل نہیں کہ ہم مسلمانوں کو آکر پھسلانے کی کوشش کرو۔ سیدی، میں نے ان گندے الزامات کو غلط اور جھوٹا ثابت کرنے کی اپنی لیاقت کے مطابق ازحد کوشش کی، لیکن وہ یہی اعتراض کرتے رہے کہ اگر یہ الزامات جھوٹے بھی ہیں تو آپ کے خلیفہ کو اپنی طرف سے پوری طرح پوزیشن صاف کرنے کی کوشش کرنا ضروری ہے۔ اب تمہارا تبلیغ کرنے کا ہمیں کوئی حق نہیں ہے۔ اس قسم کے واقعات کئی بار سامنے آتے رہے ہیں اور دشمن کے پاس اس وقت حربہ ہی یہی ہے جو کہ تبلیغ کے لیے یقیناً رکاوٹوں کا موجب ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام فداہ روحی کے لائے ہوئے نور کو اس طریق سے مدھم کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

ان حالات میں حضور پرنور جس طریق سے مناسب خیال فرمائیں۔ میرے نزدیک بھی ضروری ہے کہ کوئی تسلی بخش علاج تجویز فرمائیں کہ جس سے حضور والا کی پوزیشن ایسی صاف ہو کہ دشمن کے حربہ کا پورے طور پر انسداد ہو جائے اور آئندہ حضور کی ذات والا صفات پر ایسے الزامات لگانے کی کسی حریف سلسلہ کو جرات نہ ہو۔

میرے پیارے آقا اس قسم کے الزامات کا سلسلہ ایک عرصہ سے جاری ہے' چنانچہ عبدالعزیز نومسلم کی لڑکی کا واقعہ' مستریوں کی لڑکی اور لڑکے کا گند اچھالنا۔ پھر زینب اور حلیمہ کا واقعہ پھر والدہ عبدالسلام کا واقعہ' اسی طرح محمودہ اور عائشہ کا واقعہ اور اسی قسم کے اور کئی واقعات جو حضور سے پوشیدہ نہیں ہیں اور وقتاً" فوقتاً" حضور کو بدنام کرنے کے لیے الزام لگائے جا رہے ہیں۔ اب اس قسم کے الزام حد سے تجاوز کر رہے ہیں۔ اس کے متعلق حضور نے 6 اگست 1937 کے خطبے میں بھی ذکر فرمایا تھا۔

تو بدیں حالات میرے آقا' ازحد ضروری ہے کہ حضور سنت نبویؐ کے مطابق کوئی ایسا طریق اختیار فرمائیں کہ جس سے مخالف کا ہمیشہ کے لیے منہ بند ہو جائے یا ہمیں کم ازکم وہ ہتھیار مل جائے جس سے دشمن کو لاجواب کیا جا سکے۔

مثلاً حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب سے معلوم ہوا ہے کہ حضور نے دشمن کے چھوٹے سے چھوٹے الزام کا بھی عقلی و نقلی' غرضیکہ ہر طریق سے' دندان شکن جواب دیا ہے اور پھر وہ جواب بھی ایسا کہ دشمن کی نسلوں تک سے اس کا جواب نہ بن سکا۔

باقی رہا یہ سوال کہ ہمارے علماء چار گواہوں کی شرط پیش کرتے ہیں' ہمارے مخالف کے پاس تو بیسیوں گواہ پیش کرنے کا دعویٰ ہے۔

پس اس قسم کے دلائل عوام الناس کے لیے بجائے تسلی کے ٹھوکر کا موجب بن رہے ہیں۔ ان حالات کو پیش کر کے عاجز' حضور والا سے قوی امید رکھتا ہے کہ

حضور نہ صرف جماعت کی تسلی و تشفی کے لیے بلکہ دیگر بندگان خدا کی ہدایت کے لیے بھی، جو کہ محض اس قسم کے وساوس کی وجہ سے احمدیت جیسی صداقت سے محروم ہو رہے ہیں، ان الزامات سے اپنی ذات بابرکات کو پاک و صاف کر کے عند اللہ ماجور ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ حضور کا حافظ و ناصر اور دشمنوں کے ہر شر سے محفوظ رکھے۔ آمین۔ والسلام۔ فقط آداب

خاکسار

خادم عبدالرحیم مہاجر

مستورات کی چھاتیوں پر خفیہ دستاویزات

"جب اس شاطر سیاست کے خفیہ اڈوں پر حکومت چھاپہ مارتی تھی تو یہ اسلحہ اور کاغذات کمال ہوشیاری سے زیر زمین دفن کر دیتا تھا۔ قادیان کی سرزمین میں فسادات کے موقع پر احمدی نوجوانوں اور سابق فوجیوں کے ہاتھوں جو ماڈرن اسلحہ مہیا کیا اور ان کی فوجی گاڑیاں حرکت میں آئیں تو اس پر حکومت کی جانب سے یکدم چھاپہ پڑا، جس کی اطلاع قبل از وقت خلیفہ کو نہ ہو سکی کیونکہ وہاں احمدی سی۔ آئی۔ ڈی ناکام رہی لیکن خلیفہ کی اپنی اہرمنی فراست ان کے کام آئی کیونکہ جب پولیس سر پر آگئی تو اس "مقدس پاکباز مسلم مصلح دوراں" نے اپنی مستورات کی چھاتیوں پر خفیہ دستاویزات باندھ کر کوٹھی دارالسلام (قادیان) بھجوا دیں اور قادیانی فوجیوں نے فوراً اسلحہ زیر زمین کر دیا"۔

مخدرات میدان معصیت میں

"طویل مشاہدے کے بعد یقین ہوا اور پیر پرستی کے برگ حشیش کا

اثر زائل ہوا لیکن سارا ماجرا بیان کرنے کی استعداد مفقود ہوگئی۔ چونکہ سیاہ کاریاں محیرالعقول تھیں' اس لیے ان کی نوعیت اس سیاہ کار کے لیے مدافعت بن گئی۔ کون مان سکتا کہ اس نے محرم اور غیر محرم کی تمیز کو روند کر رکھ دیا تھا اور اس کے لیے وہ اپنی جنسی محفل میں کہا کرتا تھا کہ

"آدم کی اولاد کی افزائش ہی اس طرح ہوئی ہے کہ کوئی مقدس سے مقدس رشتہ مجامعت میں حائل نہیں ہوسکتا"۔

العیاذ باللہ۔

جیسا کہ اس تالیف میں ایک جگہ محمد یوسف ناز کا بیان نقل ہوا ہے' وہ اپنی مخدرات کو میدان معصیت میں پیش کرتا اور اس کے تربیت یافتگان ان سے حظ اندوز ہوتے اور خود اس روح فرسا منظر کا تماشا کر کے ابلیسی لذت محسوس کرتے"۔

خلوت سیئہ کے وقت کلام الٰہی کی توہین

"مبینہ طور پر خلوت سیئہ (خلوت صحیحہ ناقل) کے وقت قرآن کریم کو پاس رکھنے والا بھی خدا کی گرفت سے بچ جائے تو اللہ تعالٰی کے عظیم صبر بخشنے کے بعد ہی اس کی سیاہ کاریوں کے وسیع و عریض رقبے کو جاننے والا اپنے ایمان کی دولت کو محفوظ رکھ سکتا ہے--- جب یہ شخص اپنے باپ کو بھی نہیں بخشتا تو یہ کیا نہ کرتا ہوگا"۔

مولف "فتنہ انکار ختم نبوت" سے ان الفاظ کی وضاحت چاہی گئی تو انہوں نے کہا کہ

"مصلح الدین سعدی نے موکد بعذاب قسم کھا کر مجھے بتایا کہ ایک دن' میں مرزا محمود کی ہدایت پر ایک لڑکی کے ساتھ داد عیش دے رہا تھا کہ وہ آیا۔ اس نے لڑکی کے سرہنوں کے نیچے سے قرآن پاک نکالا"۔ (استغفر

اللہ)

آخری فقرہ کے بارہ میں ان کا کہنا ہے کہ مولوی فضل دین صاحب نے انہیں بتایا کہ انہیں ان کے بڑے بھائی مولوی علی محمد صاحب اجمیری نے بتایا تھا کہ مرزا محمود اپنی محفل خاص میں کہا کرتا تھا کہ "حضرت مسیح موعود" بھی یہی کام کرتے تھے۔

تین سہیلیاں' تین کہانیاں

قادیان اور ربوہ میں بے شمار ایسی کہانیاں جنم لیتی ہیں جو مجبور مریدوں کی ارادت اور قادیانی گستاپو کے تشدد کے باعث ہمیشہ کے لیے دفن ہو جاتی ہیں اور اس ریاست اندر ریاست کو مذہب کے لبادے میں ہر شرمناک کارروائی کرنے کی کھلی چھٹی مل جاتی ہے اور حکومت کا قانون' عاجز اور بے بس ہی نہیں' لاوارث اور یتیم ہو جاتا ہے۔ انہی کہانیوں میں سے ایک کہانی غلام رسول پٹھان کی بیٹی کلثوم کی ہے' جس کی نعش تالاب میں پائی گئی۔ اسی لڑکی کلثوم کی سہیلی عابدہ بنت ابوالہاشم خاں بنگالی کو شکار کے بہانے باہر لے جایا گیا اور ترکی ضلع جہلم میں "اتفاقیہ" گولی کا نشانہ بنایا گیا۔ تیسری سہیلی امت الحفیظ صاحبہ بنت چوہدری غلام حسین صاحب ابھی بقید حیات ہیں۔ اگر وہ اپنی دو سہیلیوں کے "اتفاقیہ" قتل پر روشنی ڈال سکیں تو تاریخ میں ان کا نام سنہرے حروف سے لکھا جائے گا اور اس طرح مرزا محمود احمد کی "کرامات" میں بھی اضافہ ہو جائے گا۔

"مصلح موعود" کی کہانی حکیم عبدالوہاب کی زبانی

حکیم عبدالوہاب عمر قادیانی امت کے "خلیفہ اول" مولانا نورالدین کے صاحبزادے ہیں۔ ان کا بچپن اور جوانی "قصر خلافت" کے در و دیوار کے سائے میں گزری ہے اور اس آسیب کا سایہ جس پر بھی پڑا ہے' اس نے مشاہدہ پر اکتفا کم ہی

کیا ہے' وہ حق الیقین کے تجربے سے گزرا ہے' یہی حال حکیم صاحب کا ہے اگرچہ اس مرتبہ میں متعدد دوسرے افراد بھی ان کے شریک ہیں' لیکن انہیں یہ امتیاز حاصل ہے کہ وہ اپنی داستان بھی بغیر کسی لاگ لپٹ کے کہہ سناتے ہیں اور اپنے اوپر قادیانیوں کے معروف طریق کے مطابق تقدس کی جعلی ردا نہیں اوڑھتے اور اگر اس اظہار حقیقت میں ان کا کوئی عزیز زد میں آ جائے تو وہ اسے بچانے کی بھی زیادہ جدوجہد نہیں کرتے' عموماً وہ اپنی آپ بیتی حکایت عن الغیر کے طور پر سناتے ہیں اور گو ان روایات کے مندرجات بتا دیتے ہیں کہ ان کا مرکزی کردار وہ خود ہی ہیں لیکن اگر کوئی پیچھے پڑ کر کریدنا ہی چاہے کہ یہ نوجوان کون تھا' تو وہ بتا دیتے ہیں "کہ یہ میں ہی تھا"۔ انہوں نے بتایا:

① " 1924 میں مرزا محمود بغرض سیر و تفریح کشمیر تشریف لے گئے۔ دریائے جہلم میں پیراکی میں مصروف تھے کہ مرزا محمود نے غوطہ لگا کر ایک سولہ سالہ نوجوان کے منارۂ وجود کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ وہ اتنا کہہ کر خاموش ہوگئے تو ان کے دواخانہ کے انچارج جناب اکرم بٹ نے پوچھا: آپ کو کیسے پتہ چلا؟ تو وہ بولے: یہ میں ہی تھا"۔

② "قصر خلافت" قادیان کے گول کمرہ سے ملحق ایک اور کمرہ ہے۔ مرزا محمود احمد نے ایک نوجوان سے کہا: اندر ایک لڑکی ہے' جاؤ اس سے دل بہلاؤ۔ وہ اندر گیا اور اس کے سینے کے اہراموں سے کھیلنا چاہا۔ اس لڑکی نے مزاحمت کی اور وہ نوجوان بے نیل مرام واپس لوٹ آیا۔ مرزا محمود نے اس نوجوان کو کہا: تم بڑے وحشی ہو۔ جواباً" کہا گیا کہ اگر جسم کے ان ابھاروں کو نہ چھیڑا جائے تو مزہ کیا خاک ہوگا۔ مرزا محمود نے کہا: لڑکی کی اس مدافعت کا سبب یہ ہے کہ وہ ڈرتی ہے کہ

"اس طرح کہیں اس نشیب و فراز کا تناسب نہ بدل جائے"۔

③ "ایک دفعہ آپ کی بیگم مریم نے اس نوجوان کو خط لکھا کہ فلاں وقت مسجد مبارک (قادیان) کی چھت سے ملحقہ کمرہ کے پاس آکر دروازہ

کھٹکھٹانا تو میں تمہیں اندر بلا لوں گی۔ دروازہ کھلا تو اس نوجوان کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ جب اس نے دیکھا کی بیگم صاحبہ ریشم میں ملبوس سولہ سنگھار کیے موجود تھیں۔ اس نوجوان نے کبھی کوئی عورت نہ دیکھی تھی' چہ جائیکہ ایسی خوبصورت عورت۔ وہ مبہوت ہوگیا۔ اس نوجوان نے کہا کہ حضور اجازت ہے۔ انہوں نے جواب دیا: ایسی باتیں پوچھ کر کی جاتی ہیں۔ اس وقت نوجوان نے کچھ نہ کیا کیونکہ اس کے جذبات مشتعل ہوچکے تھے۔ اس نے سوچا کہ "گرو جی کچھرے ہی میں نہال ہو جائیں گے" اس لیے اس وقت کنارہ کرنا ہی بہتر ہے۔ بیگم صاحبہ موصوفہ نے اس خط کی واپسی کا مطالبہ کیا جو اس نوجوان کو لکھا تھا۔ اس نوجوان نے جواب دیا کہ میں نے اس کو تلف کر دیا ہے۔ تقسیم ملک کے بعد مرزا محمود احمد کے پرائیویٹ سیکرٹری میاں محمد یوسف صاحب اس نوجوان کے پاس آئے' کہا: میں نے سنا ہے کہ آپ کے پاس حضور کی بیویوں کے خطوط ہیں اور آپ اس کو چھاپنا چاہتے ہیں۔ اس نوجوان نے جواب دیا: بہت افسوس ہے کہ آپ کو اپنی بیوی پر اعتماد ہوگا اور مجھے بھی اپنی بیوی پر اعتماد ہے' اگر کسی پر اعتماد نہیں تو وہ حضور کی بیویاں ہیں"۔

④ "مرزا محمود احمد نے اپنی ایک صاحبزادی کو رشد و بلوغت تک پہنچنے سے پیشتر ہی اپنی ہوس رانی کا نشانہ بنا ڈالا۔ وہ بے چاری بے ہوش ہوگئی' جس پر اس کی ماں نے کہا: اتنی جلدی کیا تھی' ایک دو سال ٹھہر جاتے۔ یہ کہیں بھاگی جا رہی تھی یا تمہارے پاس کوئی اور عورت نہ تھی"۔

دواخانہ نور الدین کے انچارج جناب اکرم بٹ کا کہنا ہے کہ میں نے حکیم صاحب سے پوچھا: یہ صاحبزادی کون تھی؟ تو انہوں نے بتایا: "امتہ الرشید"۔

نوٹ : اس روایت کی مزید وضاحت کے لیے صالح نور کا بیان غور سے پڑھیں' جو اسی کتاب میں درج کیا جا رہا ہے۔ ملک عزیز الرحمٰن صاحب بحوالہ ڈاکٹر

نذیر ریاض اور یوسف ناز بیان کرتے ہیں کہ جنسی بے راہروی کے ان مظاہر پر جب مرزا محمود سے پوچھا جاتا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں تو وہ کہتا: لوگ بڑے احمق ہیں' ایک باغ لگاتے ہیں' اس کی آبیاری کرتے ہیں۔ جب وہ پروان چڑھتا ہے اور اسے پھل لگتے ہیں تو کہتے ہیں:

"اسے دوسرا ہی توڑے اور دوسرا ہی کھائے"۔

ربوہ کی معاشی نبوت کا عظیم فراڈ

حکومت کے خلوت خانہ خیال کی نذر

① صدر انجمن احمدیہ قادیان ایک رجسٹرڈ باڈی ہے۔ تقسیم ملک سے قبل اس انجمن کی جائیداد ملک کے مختلف حصوں میں بھی تقسیم کے بعد ناصر آباد' محمود آبا' شریف آباد' کریم نگر فارم' تھرپارکر سندھ کی زمینیں پاکستان میں آ گئیں تو مرزا محمود نے ربوہ میں ایک ڈی انجمن "ظلی صدر انجمن احمدیہ" قائم کی اور چوہدری عبداللہ خاں برادر چوہدری ظفر اللہ خاں ایسے قادیانیوں کے ذریعے یہ زمین اپنے صاجزادوں اور انجمن کے نام منتقل کرا لی اور مقصد پورا ہو جانے کے بعد یہ ظلی صدر انجمن' مرزا غلام احمد کی ظلی نبوت کی طرح "اصلی" بن گئی اور صدر انجمن احمدیہ قادیان نے وہاں کی تمام جائیداد بھارتی حکومت سے واگذار کروا لی اور اسی مقصد کے حصول کے لیے موجودہ خلیفہ مرزا ناصر احمد کے ایک بھائی مرزا وسیم احمد کو وہاں ٹھہرایا گیا' جو آج بھی وہیں مقیم ہے۔

② جیسا کہ پہلے ذکر آ چکا ہے' قادیان میں سکنی زمین' صدر انجمن احمدیہ لوگوں کو فروخت کرتی تھی مگر وہ خریداروں کے نام رجسٹریشن ایکٹ کے ماتحت رجسٹر نہیں کروائی جاتی تھی۔ جیسا کہ ربوہ میں ہوتا ہے' اس طرح سرکاری کاغذات میں زمین اصل مالکان کے نام ہی رہتی ہے' حالانکہ وہ اسے فروخت کر کے

لاکھوں روپیہ ہضم کر چکے ہوتے ہیں۔ اس عیاری پر پردہ ڈالنے کے لیے خلیفہ ربوہ نے مہاجرین قادیان کو چکمہ دے کر کہ قادیان "خدا کے رسول کا تخت گاہ" ہے (نعوذ باللہ) اور انہیں اس بستی میں واپس جانا ہے' انہیں قادیان کے مکانوں کا کلیم داخل کرنے سے منع کر دیا اور خود چار کروڑ روپے کا بوگس کلیم داخل کر دیا۔ اب اگر مرید بھی کلیم داخل کر دیتے تو حکومت اور مریدوں سے دہرے فراڈ کی قلعی کھل سکتی تھی' اس لیے مریدوں کو کلیم داخل کرنے سے منع کر دیا گیا مگر بہت سے شاطر مرید اس عیاری کو سمجھ گئے اور انہوں نے خود بھی بے پناہ بوگس کلیم داخل کیے اور پھر قادیانی اثر و رسوخ سے منظور کروائے۔

اگر حکومت صرف قادیانیوں کی پاکستان میں جعلی اور بوگس الاٹمنٹوں کی تحقیقات کروائے تو کروڑوں روپے کے فراڈ کا پتہ لگ سکتا ہے اور مولف کتاب ہذا بعض جعلی کلیموں کے نمبر تک حکومت کو مہیا کرنے کا پابند ہے۔

③ ربوہ کی زمین صدر انجمن احمدیہ کو کراؤن لینڈ ایکٹ کے تحت علامتی قیمت پر دی گئی تھی۔ مرزا محمود نے یہاں بھی قادیان والا کھیل دوبارہ کھیلا اور ٹوکن پرائس پر حاصل کردہ اس زمین کو ہزاروں روپیہ مرلہ کے حساب سے مریدوں کے نام فروخت کیا مگر رجسٹریشن ایکٹ کے ماتحت سب لیز ہولڈرز کے نام زمین منتقل نہ ہونے دی' اس طرح مریدوں کا لاکھوں روپیہ بھی جیب میں ڈالا اور گورنمنٹ کے لاکھوں روپیہ کے ٹیکس بھی ہضم کیے گئے' مریدوں پر الٹا رعب بھی قائم رہا کہ وہ زمین خریدنے کے باوجود مالکانہ حقوق سے محروم رہے اور یہی وجہ ہے کہ جب بھی کسی نے "خاندان نبوت" کی عیاشیوں اور بدمعاشیوں کے متعلق آواز بلند کی' اسے اپنی "ریاست" سے باہر نکال دیا اور قبائلی نظام کے مطابق اس کا سوشل بائیکاٹ کر دیا۔ اب جو مرید ایک "نبی" کے انکار کی وجہ سے ساری ملت اسلامیہ کو کافر قرار دے کر علیحدہ ہوئے ہیں' وہ اپنی

مخصوص Conditioning اور لایعنی علم الکلام کی وجہ سے واپس امت مسلمہ کے سمندر میں تو نہیں آ سکتے' وہ اسی گندے اور متعفن جوہڑ میں رہنے پر مجبور ہیں' اس لیے ایسے مریدوں سے سچائی کی توقع عبث ہے۔

④ (i) ربوہ کو کھلا شہر قرار دینے کے سلسلہ میں سب سے پہلا اور اہم قدم یہ ہے کہ ربوہ کی لیز فوراً ختم کی جائے۔

(ii) ربوہ کو چنیوٹ کے ساتھ شامل کر کے سرکاری دفاتر ربوہ کے اندر منتقل کیے جائیں اور اندرون شہر خالی پڑی ہوئی زمین پر فوراً سرکاری عمارات تعمیر کی جائیں۔ ربوہ میں چند کارخانے قائم کیے جائیں اور اردگرد کے لوگوں کو وہاں معاش کی سہولتیں مہیا کی جائیں تاکہ قادیانی یلغار اور لالچ کا ہدف نہ بن سکیں۔

⑤ ربوہ کے تمام تعلیمی اداروں سے قادیانی اساتذہ کو فوراً تبدیل کر دیا جائے تاکہ وہ مسلمان طلبہ کو کفر کی تعلیم دینے کی ناپاک جسارت نہ کر سکیں۔

⑥ ربوہ میں بڑا تھانہ قائم کیا جائے اور اس کی عمارت گول بازار کے سامنے ٹیلی فون ایکسچینج کے ساتھ تعمیر کی جائے۔

⑦ خدام الاحمدیہ اور دوسری نیم عسکری تنظیموں کو توڑ دیا جائے اور نظارت امور عامہ (شعبہ احتساب) کو ختم کر کے ربوہ کا نام تبدیل کر کے چک ڈ ھگیاں اس کا پہلا نام رکھ دیا جائے تاکہ قادیانی اپنی وجالیت نہ پھیلا سکیں۔ اگر مندرجہ بالا امور پر عمل نہ کیا گیا تو ربوہ کبھی کھلا شہر نہ بن سکے گا۔ وہاں قادیان سے بدتر غنڈہ گردی ہو رہی ہے اور ہوتی رہے گی کیونکہ قادیان میں تو پھر کچھ آبادی ہندوؤں' سکھوں اور مسلمانوں کی تھی مگر یہاں تو انگریز کی معنوی ذریت کے علاوہ اور کوئی ہے ہی نہیں۔

⑧ قادیانی ڈاکٹروں' مسلح افواج میں قادیانی افسروں اور سرکاری محکموں میں اعلیٰ عہدوں پر فائز قادیانیوں کے سالانہ اجلاس' ربوہ کے سالانہ میلے پر منعقد

ہوتے ہیں' جہاں خلیفہ کو حکومت کے راز منتقل ہوتے ہیں اور ملک کی معیشت پر قادیانی گرفت کو مضبوط کرنے کے پروگرام بنتے ہیں' اس لیے تمام اعلیٰ عہدوں پر فائز قادیانیوں کی چھٹی ضروری ہے تاکہ وہ اپنی اسلام دشمن اور ملک دشمن ذہنی ساخت کے باعث ملک و قوم کو مزید نقصان نہ پہنچائیں۔

جناب صلاح الدین ناصر کا ازالہ اوہام

جناب صلاح الدین ناصر ایک نہایت معزز فیملی سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کے والد خان بہادر ابوالہاشم بنگال میں ڈپٹی ڈائریکٹر مدارس تھے۔ ناصر صاحب پارٹیشن کے بعد پاکستان آ گئے۔ کچھ دیر ربوہ میں بھی مقیم رہے' لیکن جب ان کو خلیفہ جی کی عدیم المثال' جنسی بے راہ روی کا یقینی علم حاصل ہوگیا تو وہ رات کی تاریکی میں والدہ اور ہمشیرگان کو ساتھ لے کر لاہور آ گئے' وہ مرزا محمود کی ننگ انسانیت حرکتوں کو بیان کرتے ہوئے کبھی مداہنت سے کام نہیں لیتے' جب ان کی قادیانیت سے علیحدگی کے بارہ میں دریافت کیا گیا تو کہنے لگے:

> "بھئی ہماری قادیانیت سے علیحدگی' لائبریری کے کسی اختلاف کا نتیجہ نہیں' ہم نے تو لیبارٹری میں ٹیسٹ کر کے دیکھا ہے کہ اس مذہبی انڈسٹری میں دین نام کی کوئی چیز نہیں۔ ہوس اور بوالہوس دو لفظوں کو اکٹھا کر دیں تو قادیانیت وجود میں آ جاتی ہے"۔

اتنا کہہ کر خاموش ہوگئے تو میں نے کہا' جناب اس اجمال سے تو کام نہ چلے گا' کچھ بتائیں شاید کسی قادیانی کو ہدایت نصیب ہو جائے تو فرمانے لگے:

> "یوں تو مرزا محمود یعنی "مودے" کی بے راہروی کے واقعات طفولیت ہی سے میرے کانوں میں پڑنا شروع ہوگئے تھے اور ہماری ہمشیرہ عابدہ بیگم کا ڈرامائی قتل بھی ان مذہبی سمگلروں کی بدفطرتی اور بدمعاشی کو Expose کرنے کے لیے کافی تھا' مگر ہم حالات کی آہنی گرفت میں اس طرح پھنس

چکے تھے کہ ان زنجیروں کو توڑنے کے لیے کسی بہت بڑے دھکے کی ضرورت تھی اور جب دھکا بھی لگ گیا تو پھر عقیدت کے طوق و سلاسل اس طرح ٹوٹتے چلے گئے کہ خود مجھے ان کی کمزوری پر حیرت ہوتی تھی"۔

میں نے ہمت کر کے پوچھ لیا' جناب وہ دھکا تھا کیا؟ یہ سن کر ان کی آنکھوں میں نمی سی آ گئی۔ ماضی کے کسی دل دوز واقعہ نے انہیں چرکے لگانے شروع کر دیے تھے۔ چند سیکنڈ کے بعد کہنے لگے:

"تقسیم برصغیر کے بعد ہم رتن باغ لاہور میں مقیم تھے۔ جمعہ پڑھنے کے لیے گئے تو مرزا محمود نے اعلان کیا کہ جمعہ کے بعد صلاح الدین ناصر مجھے ضرور ملیں۔ جمعہ ختم ہوا تو لوگ مجھے مبارکباد دینے لگے کہ "حضرت صاحب نے تمہیں یاد فرمایا ہے"۔ میں نے خیال کیا شاید کوئی کام ہوگا' اس لیے میں جلد ہی اس کمرہ کی طرف گیا' جہاں اس دور کا شیطان مجسم مقیم تھا۔ میں کمرہ میں داخل ہوا تو میری آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ مرزا محمود پر شیطنت سوار تھی' اس نے مجھے اپنی "ہومیوپیتھی" کا معمول بنانا چاہا۔ میں نے بڑھ کر اس کی داڑھی پکڑ لی اور گالی دے کر کہا: "اگر مجھے یہی کام کرنا ہے تو اپنے کسی ہم عمر سے کر لوں گا' تمہیں شرم نہیں آتی' اگر جماعت کو پتہ لگ گیا تو تم کیا کرو گے"۔ میری یہ بات سن کر مرزا محمود نے بازاری آدمیوں کی طرح قہقہہ لگایا اور کہا: "داڑھی منڈوا کر پیرس چلا جاؤں گا"۔

یہ دن میرے لیے قادیانیت سے ذہنی وابستگی رکھنے کا آخری دن تھا"۔

جناب صلاح الدین ناصر "حقیقت پسند پارٹی" کے پہلے جنرل سیکرٹری رہے ہیں۔ اس دور میں ملک کے گوشے گوشے میں تقاریر کر کے انہوں نے قادیانیت کی حقیقت کو خوب واشگاف کیا۔ اسی زمانہ کا ایک واقعہ سناتے ہوئے کہنے لگے:

"گجرات کے ایک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے میں نے مرزا محمود کے متعلق کہا کہ اس کی اخلاقی حالت سخت ناگفتہ بہ ہے۔ اس پر ایک قادیانی اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا: اس کی وضاحت کریں۔ میں نے کہا: یہ الفاظ بہت واضح ہیں۔ وہ پھر بولا: کیا اس نے تمہاری شلوار اتاری تھی۔ میں نے جواب دیا: اسی بات کو بیان کرنے سے میں جھجھک رہا تھا۔ آپ اپنے خلیفہ کے مزاج شناس ہیں' آپ نے خوب پہچانا ہے' یہی بات تھی۔

جلسہ کے تمام سامعین کھلکھلا کر ہنس پڑے اور وہ صاحب آہستہ سے کھسک گئے۔

میں کہاں آ نکلا

جناب محمد صدیق ثاقب زیروی قادیانی امت کے خوش گلو شاعر ہیں۔ اگر وہ اپنی شاعری کو مرزا غلام احمد کے خاندان کی قصیدہ خوانی کے لیے وقف کر کے تباہ نہ کرتے تو ملک کے اچھے شعراء میں شمار ہوتے۔ سچ کہنے کی پاداش میں وہ ربوائی ریاست کے زیر عتاب رہ چکے ہیں مگر اب چونکہ انہوں نے خوف فساد کی وجہ سے قادیانی امت کے سیاسی و معاشی مفادات کے لیے اپنے آپ کو رہن کر رکھا ہے اور ہفت روزہ "لاہور" قادیانی امت کا سیاسی آرگن بن گیا ہے' اس لیے اب ربوہ میں ان کی بڑی آؤ بھگت اور خاطر مدارات ہوتی ہے اور ہر طرف سے انہیں "بشریٰ لکم" کی نوید ملتی ہے۔ عرصہ ہوا انہوں نے ایک نظم اپنے "خلیفہ صاحب" کے بارہ میں لکھی تھی مگر اشاعت کے مرحلہ پر اس پر یہ نوٹ لکھ دیا گیا۔

"ایک پیر خانقاہ کی لادینی سرگرمیوں سے متاثر ہو کر"

قارئین غور فرمائیں کہ "پیر خانقاہ" اور ربوہ کے مذہبی قبرستان کے احوال میں کیسی مماثلت و مشابہت ہے' بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ اسی کی تصویر ہے۔

شورش زہد بپا ہے میں کہاں آ نکلا

ہر طرف مکر و ریا ہے میں کہاں آ نکلا

نہ محبت میں حلاوت نہ عداوت میں خلوص
نہ تو ظلمت نہ ضیا ہے میں کہاں آ نکلا

چشم خود بیں میں نہاں حرص زرد گوہر کی
کذب کے لب پہ دعا ہے میں کہاں آ نکلا

راستی لحظہ بہ لحظہ ہے رواں سوئے دروغ
صدق پابند جفا ہے میں کہاں آ نکلا

دن دہاڑے ہی دکانوں پہ خدا بکتا ہے
نہ حجاب اور حیا ہے میں کہاں آ نکلا

یاں لیا جاتا ہے بالجبر عقیدت کا خراج
کیسی بے درد فضا ہے میں کہاں آ نکلا

خندہ زن ہے سفلگی اس کی ہر اک سلوٹ میں
یہ جو سرسبز قبا ہے میں کہاں آ نکلا

دلنوازی کے پھریروں کی ہواؤں کے تلے
جانے کیا رینگ رہا ہے میں کہاں آ نکلا

عجز سے کھلتی سمٹتی ہوئی باچھوں پہ نہ جا
ان کے سینوں میں دغا ہے میں کہاں آ نکلا

یہ ہے مجبور مریدوں کی ارادت کا خمار
یہ جو آنکھوں میں جلا میں کہاں آ نکلا

قلب مومن پہ سیاہی کی تہیں اتنی دبیز
ناطقہ سہم گیا ہے میں کہاں آ نکلا

الغرض یہ وہ تماشا ہے جہاں خوف خدا
چوکڑی بھول گیا ہے میں کہاں آ نکلا

مولوی عبدالستار نیازی اور دیوان سنگھ مفتون

مولانا عبدالستار صاحب نیازی کی شخصیت محتاج تعارف نہیں' بلکہ خود تعارف ان کا محتاج ہے۔ مذہبی و دینی علوم کے علاوہ سیاسی نشیب و فراز پر جس طرح وہ نظر رکھتے ہیں اور جس جرات اور بے باکی سے باطل کو للکارتے ہیں' یہ انہی کا حصہ ہے۔ مولانا موصوف نے مولف اور امیر الدین صاحب سیمنٹ بلڈنگ تھارٹن روڈ لاہور کے سامنے بیان کیا کہ

"ایوب حکومت میں جب دیوان سنگھ مفتون پاکستان آئے تو مجھے ملنے کے لیے بھی تشریف لائے۔ دوران گفتگو انہوں نے بڑی حیرانگی سے کہا: میں عرصہ دراز کے بعد ربوہ میں مرزا محمود سے ملا ہوں' خیال تھا کہ وہ کام کی بات کریں گے مگر میں جتنا عرصہ وہاں بیٹھا رہا' وہ یہی کہتے رہے کہ فلاں لڑکی سے تعلقات استوار کیے تو اتنا مزہ آیا' فلاں سے کیے تو اتنا!"

مرزا محمود احمد کی ایک بیوی کا خط دیوان سنگھ مفتون کے نام

حکیم عبدالوہاب عمر بیان کرتے ہیں کہ مرزا محمود خلیفہ ربوہ کی ایک بیوی نے ایک مرتبہ ایڈیٹر "ریاست" سردار دیوان سنگھ مفتون کو خط لکھا کہ تم راجوں مہاراجوں کے خلاف لکھتے ہو' ہمیں بھی اس ظالم کے تشدد سے نجات دلاؤ جو ہمیں بدکاری پر مجبور کرتا ہے۔ ایڈیٹر مذکور نے ظفر اللہ خاں وغیرہ قادیانیوں سے تعلق کی وجہ سے کوئی جرات مندانہ اقدام تو نہ کیا' البتہ "ریاست" میں خلیفہ جی کی معزولی کے بارہ میں ایک نوٹ تحریر کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ جس شخص پر اہل خانہ تک جنسی بے راہروی کے الزامات لگا رہے ہوں' اسے اس قسم کے عہدہ سے

چمٹا رہنا سخت ناعاقبت اندیشانہ فعل ہے۔ قادیانی "رائل پارک فیملی" کے قریبی حلقوں کا کہنا ہے کہ یہ بیوی مولوی نورالدین جانشین اول جماعت قادیان کی صاحبزادی امتہ الحی بیگم تھیں۔

راجہ بشیر احمد رازی کی تجرباتی داستان

راجہ بشیر احمد رازی حال مشن روڈ بالمقابل ناز سینما لاہور' راجہ علی محمد صاحب کے صاحبزادے ہیں' جو ایک عرصہ جماعت ہائے احمدیہ گجرات کے امیر رہے۔ 1945 میں زندگی وقف کرنے کے بعد ربوہ چلے گئے اور صدر انجمن احمدیہ ربوہ میں نائب آڈیٹر کے عہدے پر فائز ہوئے۔ اسی دوران ان کے تعلقات شیخ نورالحق "احمدیہ سنڈیکیٹ" اور ڈاکٹر نذیر احمد ریاض سے ہوگئے جو مرزا محمود احمد کی خلوتوں سے پوری طرح آشنا تھے۔ راجہ صاحب ایک قادیانی گھرانے میں پلے تھے' اس لیے متعدد مرتبہ سننے کے باوجود انہیں اس بات کا یقین نہیں آتا تھا کہ یہ سب کچھ "قصر خلافت" میں ہوتا ہے۔ انہوں نے ڈاکٹر نذیر ریاض صاحب سے کہا کہ "میں تو اس وقت تک تمہاری باتوں کو ماننے کے لیے تیار نہیں' جب تک خود اس ساری صورت حال کو دیکھ نہ لوں"۔ ڈاکٹر صاحب مذکور نے ان سے پختہ عہد لینے کے بعد ان کو بتایا کہ محاسب کا گھڑیال ہمارے لیے سٹینڈرڈ ٹائم کی حیثیت رکھتا ہے' جب اس پر 9 بجیں تو آ جانا۔ مقررہ وقت پر راجہ صاحب ڈاکٹر نذیر کی معیت میں "قصر خلافت" پہنچے تو خلاف توقع دروازہ کھلا تھا۔ راجہ صاحب کچھ ٹھٹکے کہ یہ کیا معاملہ ہے' کہیں ڈاکٹر سچ ہی نہ کہہ رہا ہو' پھر انہیں یہ بھی خیال آیا کہ کہیں انہیں قتل کروانے یا پٹوانے کا تو کوئی پروگرام نہیں' مگر انہوں نے حوصلہ نہ چھوڑا اور ڈاکٹر نذیر کے پیچھے پیچھے زینے طے کرتے گئے۔ جب اوپر پہنچے تو ڈاکٹر نے انہیں ایک کمرہ میں جانے کا اشارہ کیا اور خود کسی اور کمرہ میں چلے گئے۔ راجہ صاحب نے پردہ ہٹا کر دروازے کے اندر قدم رکھا تو عطر کی لپٹوں نے انہیں مسحور کر دیا اور انہوں نے دیکھا کہ چھوٹی مریم آراستہ و پیراستہ بیٹھی

ہے اور انگریزی کے ایک مشہور جنسی ناول "فینی ہل" کا مطالعہ کر رہی ہے۔ راجہ صاحب کہتے ہیں کہ

"یہ منظر دیکھ کر میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے اور میری سوچ کے دھاروں میں تلاطم برپا ہوگیا۔ میں نے چشم تصور سے اپنے والد محترم کو دیکھا اور کہا تم اس کام کے لیے چندہ دیتے رہے ہو' پھر مجھے اپنی والدہ محترمہ کا خیال آیا جو انڈے بیچ کر بھی چندہ کے طور پر ربوہ بھجوا دیا کرتی تھیں' اسی حالت میں آگے بڑھا اور پلنگ پر بیٹھ گیا۔ وہاں تو دعوت عام تھی' مگر میں سعی لاحاصل میں مصروف تھا اور مجھے ڈاکٹر اقبال کا یہ مصرعہ یاد آ رہا تھا ع

یہ ناداں گر گئے سجدے میں جب وقت قیام آیا

اصل میں مجھے اس قدر Shock ہوا تھا کہ میں کسی قابل ہی نہ رہا تھا' اس لیے میں نے بہانہ کیا کہ میں کھانا کھا کر آیا ہوں۔ مجھے پتہ نہیں تھا کہ مجھے یہ فریضہ سرانجام دینا ہے اور اگر شکم سیری کی حالت میں' میں یہ کام کروں تو مجھے اپنڈیکس کی تکلیف ہو جاتی ہے' اس طرح معرکہ اولیٰ میں ناکام واپس لوٹا اور آتے ہوئے مریم نے مجھے کہا: "کل اکیلے ہی آ جانا' یہ ڈاکٹر نذیر بڑا بدنام آدمی ہے' اس کے ساتھ نہ آنا"۔ دوسرے دن ڈاکٹر صاحب سے ملاقات ہوئی تو وہ کہنے لگے کہ تمہاری شکایت ہوئی ہے کہ "یہ کون ہیجڑہ سا لے آئے تھے"۔ دوسرے دن میں ذہنی طور پر تیار ہو کر گیا اور گزشتہ شکایت کا ہی ازالہ نہ ہوا' میرے اعتقادات' نظریات اور خلیفہ جی اور ان کے خاندان کے بارہ میں میرا مریدانہ حسن ظن بھی حقائق کی چٹان سے ٹکرا کر پاش پاش ہوگیا اور میں نے واپس آکر سب سے پہلا کام یہ کیا کہ ملازمت سے مستعفی ہوگیا۔ ازاں بعد مجھے رشوت کے طور پر لنڈن بھیجنے کی پیشکش ہوئی' مگر میں نے سب چیزوں پر لات مار دی"۔

اب آپ "کمالات محمودیہ" ص 55 سے ان کی تحریر کا متعلقہ حصہ ملاحظہ فرمائیں۔

"یہ ان دنوں کی بات ہے جب ہم ربوہ کے کچے کوارٹروں میں' خلیفہ صاحب ربوہ کے کچے "قصر خلافت" کے سامنے رہائش پذیر تھے۔ قرب مکانی کے سبب شیخ نورالحق "احمدیہ سنڈیکیٹ" سے راہ و رسم بڑھی تو انہوں نے خلیفہ صاحب کی زندگی کے ایسے مشاغل کا تذکرہ کیا' جن کی روشنی میں ہمارا وقف کار احمقاں نظر آنے لگا۔ اتنے بڑے دعوے کے لیے شیخ صاحب کی روایت کافی نہ تھی۔ خدا بھلا کرے ڈاکٹر نذیر احمد ریاض صاحب کا' جن کی ہمرکابی میں مجھے خلیفہ صاحب کے ایک ذیلی عشرت کدہ میں چند ایسی ساعتیں گزارنے کا موقع ہاتھ آیا' جس کے بعد میرے لیے خلیفہ صاحب ربوہ کی پاک دامنی کی کوئی سی بھی تاویل و تعریف کافی نہ تھی اور اب میں بفضل ایزدی علیٰ وجہ البصیرت خلیفہ صاحب ربوہ کی بداعمالیوں پر شاہد ناطق ہوگیا ہوں۔ میں صاحب تجربہ ہوں کہ یہ سب بداعمالیاں ایک سوچی سمجھی ہوئی سکیم کے تحت وقوع پذیر ہوتی ہیں اور ان میں اتفاق اور بھول کا دخل نہیں۔ محاسب کا گھڑیال (نوٹ: محاسب کے گھڑیال سے مراد یہ ہے کہ اگر ایک شخص کو رات نو بجے کا وقت' عشرت کدے کے لیے دیا گیا ہے تو اس کی گھڑی میں بے شک 9 بج چکے ہوں' جب تک محاسب کا گھڑیال 9 نہ بجائے' اس وقت تک وہ شخص اندر نہیں آ سکتا۔) ان رنگین مجالس کے لیے سٹینڈرڈ ٹائم (Standard Time) کی حیثیت رکھتا تھا' اب نہ جانے کونسا طریقہ رائج ہے۔ میرے اس بیان کو اگر کوئی صاحب چیلنج کریں تو میں حلف موکد .عذاب اٹھانے کو تیار ہوں"۔

والسلام

(بشیر رازی سابق نائب آڈیٹر' صدر انجمن احمد' ربوہ)

یوسف ناز "بارگاہ نیاز" میں

"ایک مرتبہ' جبکہ میاں صاحب چاقو لگنے کی وجہ سے شدید زخمی ہوگئے تھے' اس کے چند دن بعد مجھے ربوہ جانے کا اتفاق ہوا۔ میں نے دیکھا دفتر پرائیویٹ سیکرٹری کے سامنے مرزا صاحب کے مریدان باصفا کا ایک جم غفیر ہے۔ ہر شخص کے چہرے پر اضطراب کی جھلکیاں صاف دکھائی دے رہی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اپنے پیر کے دیدار کی ایک معمولی سی جھلک ان کے دل ناصبور کو اطمینان بخش دے گی۔

پرائیویٹ سیکرٹری کے حکم کے مطابق کچھ احتیاطی تدابیر اختیار کی گئی تھیں' یعنی ہر شخص کی الگ الگ چار جگہوں پر جامہ تلاشی لی جاتی تھی اور اس امر کی تاکید کی جاتی تھی کہ "حضرت اقدس کے قریب پہنچ کر نہایت آہستگی سے السلام علیکم کہا جائے اور پھر یہ کہ اس کے جواب کا منتظر نہ رہا جائے' بلکہ فوراً دوسرے دروازے سے نکل کر باہر آجایا جائے۔ میں خود ملاقات کی غرض سے حاضر ہوا تھا۔ گراں بندشوں نے کچھ آزردہ سا کر دیا اور میں واپس چلا گیا۔ چنانچہ پھر دو بجے بعد از دوپہر دوبارہ حاضر ہوا۔ شیخ نورالحق صاحب' جو ان کے ذاتی دفتر کا ایک رکن ہے' اس سے اطلاع کے لیے کہا۔ "حضرت اقدس" نے خاکسار کو شرف باریابی بخشا۔ اس وقت کی گفتگو جو ایک مرید (میرے) اور ایک پیر (مرزا صاحب) کے درمیان تھی' ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔

میں نے نہایت بے تکلفی سے کام لیتے ہوئے حضور سے دریافت کیا کہ "آج کل تو آپ سے ملنا بھی کارے دارد ہے"۔

فرمایا: "وہ کیسے؟"

عرض کیا کہ "چار چار جگہ جامہ تلاشی لی جاتی ہے تب جا کر آپ تک رسائی ہوتی ہے"۔

جواباً" انہوں نے میرے "عمود لمی" کو پکڑ کر ارشاد فرمایا کہ

"جامہ تلاشی کہاں ہوئی ہے کہ جس مخصوص ہتھیار سے تمہیں کام
لینا ہے وہ تو تمام احتیاطی تدابیر کے باوجود اپنے ساتھ اندر لے آئے ہو"۔

اس حاضر جوابی کا بھلا میرے پاس کیا جواب ہو سکتا تھا۔ میں خاموش ہو گیا مگر ایک بات جو میرے لیے معمہ بن گئی' وہ یہ تھی کہ سنا تو یہ تھا کہ چارپائی سے ہل نہیں سکتے' حتیٰ کہ سلام کا جواب بھی نہیں دے سکتے تھے مگر وہ میرے سامنے اس طرح کھڑے تھے جیسے انہیں قطعی کوئی تکلیف نہیں تھی۔

میں میاں صاحب کی خدمت میں التماس کروں گا کہ اگر وہ اس بات کو جھٹلانے کی ہمت رکھتے ہیں تو حلف موکد .عذاب اٹھائیں اور میں بھی اٹھاتا ہوں"۔

ایم یوسف ناز' کراچی
حال مقیم لاہور

(یہاں عبارت کی عریانی دور کرنے کی سعی کی گئی ہے)

قادیانی امت کے نام نہاد "خالد بن ولید"

قادیانی امت نے اپنے متبنی کی اتباع میں وحدت امت کو ملیامیٹ کرنے اور مسلمانوں میں فکری انتشار پیدا کرنے کے لیے اسلامی اصطلاحات کا جس بے دردی سے استعمال کیا اور ان مقدس ناموں کی جس قدر توہین کی ہے' ایک عامی تو درکنار' اچھے بھلے تعلیم یافتہ افراد کو بھی اس سے پوری شناسائی نہیں۔ مرزا غلام احمد کے لیے نبی اور رسول کا استعمال تو عام ہے۔ ان کی اہلیہ کے لیے "ام المومنین"۔ جانشینوں کے لیے "خلیفہ"۔ ان کے اولین پیروؤں کو "صحابہ" اور "رضی اللہ عنہم" کا خطاب ہی نہیں دیا' بلکہ انہیں بمراحل اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر سمجھا جاتا ہے۔ ع— "صحابہ سے ملا جو مجھ کو پایا" کہنے پر اکتفا نہیں کیا جاتا بلکہ ایک قرآنی آیت **یاتی من بعدی اسمہ احمد** کی لایعنی تاویلات کر کے اسے بانی جماعت پر چسپاں کیا جاتا ہے اور ایک دوسری آیت کی غلط توجیہ کرتے ہوئے موسس قادیانیت کی

"بعثت" کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت ثانیہ قرار دے کر اس کے ماننے والوں کو صحابہ سے افضل قرار دیا جاتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام اور صلحا امت کی توہین ہر قادیانی اس طرح کر جاتا ہے کہ سلب ایمان کی وجہ سے اسے احساس ہی نہیں ہوتا کہ وہ کیا ناپاک حرکت کر رہا ہے۔ حیرت ہے کہ آئین مملکت کے بارہ میں ژاژخائی کرنے پر تو قانون حرکت میں آجاتا ہے' مگر قرآن مجید' حضرت خاتم النبیین' صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور مقدس اسلامی اصطلاحات کے متعلق قادیانی امت کی دیدہ دلیری پر سرکاری مشینری کے کان پر جوں نہیں رینگتی۔

اگر پوری تفصیل درج کی جائے تو بجائے خود اسی کی ایک کتاب بنتی ہے' اسی بے راہروی میں قادیانی امت کے پوپ دوم نے ملک عبدالرحمٰن خادم گجراتی' مولوی اللہ دتہ جالندھری اور مولوی جلال الدین شمس کو "خالد بن ولید" کا خطاب دیا تھا کیونکہ ان ہر سہ افراد نے سب کچھ جان بوجھ کر جھوٹ بولنے' افترا پردازی کرنے اور قادیانیت کی حمایت اور خلیفہ کی "پاکبازی" ثابت کرنے میں سب قوتیں ضائع کیں۔ گو یہ الگ امر ہے کہ ان میں سے ہر ایک کو ذاتی طور پر اسی گوسالہ سامری کی جانب سے ذلیل ترین الفاظ کا تحفہ ملا۔ کوئی "طاعونی چوہا" کہلایا اور کوئی "لندن میں رہنے کے باوجود مولوی کا مولوی ہی رہا"۔

ان خطاب یافتہ پالتو مولویوں میں سے ایک کے متعلق اس کے سگے بھائی نے اپنی کتاب "ربوہ کا مذہبی آمر" میں لکھا ہے کہ "وہ فن اغلامیات میں ید طولیٰ رکھتے تھے" دوسرے صاحب اپنی گوناگوں "صفات" کی وجہ سے "رحمت منزل" گجرات کے اطفال و بنات سے ایسے گہرے مراسم رکھتے تھے کہ امیر ضلع تلاش کرتے رہتے تھے مگر وہ اچانک بلڈ پریشر کے دورہ کے باعث غائب ہو کر اسی مقام پر جا پہنچا کرتے تھے۔ تیسرے صاحب کی "مساعی جمیلہ" بھی کسی سے کم نہیں۔

قاضی خلیل احمد صدیقی
"حور و غلمان" کے نرغے میں

قاضی خلیل احمد صدیقی اب بھی خاصے وجیہ ہیں۔ میٹرک کے بعد اپنے عنفوان شباب میں قادیانی امت کے بیگار کیمپ "جامعہ احمدیہ" یا مشنری ٹریننگ سنٹر میں داخل ہوئے۔ وہ خود بھی اس وقت قیامت تھے مگر ان پر کئی اور قیامتیں ٹوٹ پڑیں' جس کی تفصیل کچھ عرصہ بعد انہوں نے اپنے ٹریکٹ "میں نے مرزائیت کیوں چھوڑی" میں دی۔ ملاحظہ فرمائیں۔

"میں خدا تعالٰی کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے' حلف موکد .عذاب شہادت دیتا ہوں کہ میں نے خلیفہ صاحب ربوہ کے صاحب زادے مرزا نعیم احمد کے ایما پر زنا کرنے میں شرکت کی۔ مرزا نعیم احمد نے اپنے گھر کی کوئی نوکرانی و مہترانی (جو کہ مسلمان ہیں) کو زنا کیے بغیر نہیں چھوڑا' نیز ایک واقعہ پر مرزا نعیم احمد نے مجھے خلیفہ صاحب کی بیوی (مہر آپا بنت سید عزیز اللہ شاہ) کے ساتھ برا کام (زنا) کرنے کو کہا۔ میں نے مرزا نعیم احمد صاحب کو جوابا" کہا کہ میاں صاحب' وہ تو ہماری ماں ہیں اور آپ کی بھی ماں ہیں--- یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ والدہ کے ساتھ برا کام کیا جائے؟ کچھ تو خدا کا خوف کرو اور حضور کی عزت کی طرف دیکھو۔ تو مرزا نعیم نے جواب دیا "بھائی ماں واں مت سمجھو' جو بات میں نے تم سے کہی ہے' یہ مہر آپا کے فرمان کے مطابق کہی ہے۔ تمہیں ان کا حکم ٹالنے کی اجازت نہیں"۔

میں آج تک یہی سمجھ رہا تھا کہ مرزا نعیم احمد نوجوان ہے۔ اگر وہ کسی بدی کا ارتکاب کرتا ہے یا کرواتا ہے تو عجوبہ کی بات نہیں۔ اس کے ذاتی چال چلن سے جماعت احمدیہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا' لیکن مہر آپا کے متعلق جب مرزا نعیم نے بات کی تو بے اختیار میرے منہ سے نکل گیا--- ع

ایں خانہ ہمہ آفتاب است

واقعات اور حقائق مخفی در مخفی تو بہت سے ہیں' لیکن مذکورہ بالا واقعہ کے بعد مجھے اچھی طرح علم ہوگیا کہ "احمدیت" کی آڑ لے کر شہوت پرستی کی تعلیم دی جاتی ہے اور نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں وغیرہ کی عصمتوں سے جو ہولی کھیلی جاتی ہے' وہ ناقابل بیان ہے۔

تقدس و خلافت کے پردے میں عیاشیوں کا ایک وسیع جال بچھا ہوا ہے' جس میں بھولے بھالے لڑکوں و لڑکیوں کو مذہب کے نام پر قابو کیا جاتا ہے۔ چنانچہ ان حالات کی وجہ سے میں "ان" سے بہت متنفر ہوگیا اور میں نے اب صدق دل سے اس ناپاک (Society) جماعت سے اپنا قطع تعلق کرلیا ہے اور توبہ کر کے صحیح معنوں میں مسلمان ہوگیا ہوں۔

یاد رہے کہ میں ربوہ کے قصر خلافت میں عرصہ چھ ماہ تک آتا جاتا رہا ہوں اور مجھ سے کوئی پردہ وغیرہ نہیں کیا جاتا تھا۔ نیز مجھے معلوم ہے کہ علاوہ قصر خلافت کے "خاندان نبوت" میں کیسے کیسے رنگین اور سنگین حالات رونما ہوتے ہیں جو وقت آنے پر بتلائے جا سکتے ہیں۔ اگر میرے مذکورہ بالا بیان کی صحت پر نعیم کو کوئی اعتراض ہو تو میں بروقت ان کے بالمقابل مباہلہ کرنے کے لیے تیار ہوں"۔

راقم الحروف

خلیل احمد' سابقہ متعلم جامعہ احمدیہ' ربوہ

27 - 11 - 1961

راحت ملک کا چیلنج خلیفہ ربوہ کے نام

جناب عطاء الرحمٰن راحت ملک' گجرات کے مشہور لیبر لیڈر ہیں۔ کسی زمانہ میں وہ مرزا محمود آنجہانی کے چرنوں میں تھے' وہاں انہوں نے جنسی بے راہروی کا ایسا

طوفان دیکھا کہ چکرا کر رہ گئے۔ جب انہیں یقین کامل ہوگیا کہ مرزا محمود ایک بدکردار اور بدکار انسان ہے تو انہوں نے بیعت کا طوق اپنے گلے سے اتار پھینکا اور "دور حاضر کا مذہبی آمر" کے نام سے ایک خوبصورت کتاب لکھی جس میں خلیفہ ربوہ کے دعویٰ الہام کی قلعی کھولتے ہوئے لکھا ہے۔

جس کی آغوش میں ہر شب ہے نئی مہ لقا
اس سے خدا بولتا ہے مجھ کو یہ معلوم نہ تھا

اسی دور میں انہوں نے خلیفہ ربوہ کو ایک کھلی چٹھی لکھی تھی جو ہم درج ذیل کرتے ہیں۔

مکرمی میاں صاحب! سلام مسنون!

آپ کا دعویٰ ہے کہ خدا آپ سے خلوت اور جلوت میں باتیں کرتا ہے اور نیز یہ کہ آپ صاحب الہام ہیں۔ علاوہ ازیں آپ کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ آپ خدا کے محبوب ہیں۔ خدا آپ پر عاشق ہے اور ہر لحہ آپ سے مکالمہ و مخاطبہ کرتا ہے۔ اگر آپ کے مندرجہ بالا دعاوی درست ہیں تو میں یہ دریافت کرنے کی جسارت کروں گا کہ:

1- کیا خدا کا محبوب ہونے کا مدعی لوگوں کو اس قسم کی گالیاں دے سکتا ہے مثلاً خبیث، کمینہ صفت، کتے، مسیلمہ کذاب، بکواسی، لومڑی وغیرہ؟
2- کیا خدا کے محبوب ہونے کا دعویٰ کرنے والا زنا کر سکتا ہے؟
3- کیا تاریخ اسلام سے ایک مثال بھی ایسی دی جا سکتی ہے کہ کسی خلیفہ نے اپنے مریدوں میں سے بعض کو محض اس لیے خارج کر دیا ہو کہ وہ اس خلیفہ پر تنقید کرتے تھے؟
4- کیا آپ میرے ساتھ اس بات پر مباہلہ کرنے کو تیار ہیں کہ آپ نے کبھی اپنے بڑے صاحبزادے کو جانشین بنانے کی دل میں آرزو نہیں کی اور موجودہ تحریک اپنے صاحبزادے مرزا ناصر احمد کے لیے زمین ہموار کرنے کی غرض سے

نہیں چلائی؟

5 - کیا آپ میرے ساتھ اس موضوع پر مباہلہ کرنے کو تیار ہیں کہ "آپ زانی نہیں ہیں؟"

6 - کیا آپ میرے ساتھ اس بات پر مباہلہ کریں گے کہ آپ نے لوگوں کے چندوں سے اپنے عزیز و اقربا کو فائدہ نہیں پہنچایا اور نیز یہ کہ آپ چھ ہزار روپیہ سالانہ انجمن سے نہیں لے رہے؟

7 - کیا آپ میرے ساتھ اس موضوع پر مباہلہ کرنے کو تیار ہیں کہ آپ نے ربوہ میں ناجائز اسلحہ زیر زمین نہیں رکھا ہوا اور نہ ہی آپ کو اس کا علم ہے؟

8 - کیا آپ میرے ساتھ اس بات پر مباہلہ کریں گے کہ بچپن میں آپ پر عالم مفعولیت طاری نہیں رہا؟

9 - کیا آپ میرے ساتھ مباہلہ کرنے کو تیار ہیں کہ انجمن کے حسابات میں گڑبڑ نہیں ہے اور اس گڑبڑ کا آپ کو کوئی علم نہیں یا یہ گڑبڑ آپ کے ایما پر نہیں ہو رہی ہے؟

10 - کیا آپ میرے ساتھ اس موضوع پر مباہلہ کرنے کو تیار ہیں کہ جن لوگوں کو جماعت سے خارج کیا گیا ہے' ان کا قصور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ وہ آپ کی بدعنوانیوں پر تنقید کرتے ہیں؟

11 - کیا آپ اس بات پر مباہلہ کرنے کو تیار ہیں کہ آپ کے دل میں خلیفہ مولوی نورالدین کی قدر و منزلت اور احترام ہے؟

مندرجہ بالا گیارہ شقوں کے علاوہ اور بھی بہت سے امور ہیں لیکن فی الحال میں آپ کی توجہ ان امور کی طرف مبذول کرانے کے بعد آپ کو مباہلے کی دعوت دیتا ہوں۔ اگر آپ خود کو خدا کا محبوب کہتے ہیں تو آیئے فیصلہ انہی امور پر ہو جائے۔ یقیناً خدا فیصلہ کرے گا اور ہم میں سے جو بھی جھوٹا ہوگا' وہ ڈاکٹر ڈوئی کی طرح فالج کی موت مرے گا۔ اگر آپ اپنے دعاوی میں سچے ہیں تو آیئے اس چیلنج کو منظور فرمایئے

اور فیصلہ خدا کے ہاتھ میں چھوڑ دیجئے' لیکن میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ آپ ان امور پر کبھی مباہلہ کے لیے تیار نہیں ہوسکتے کیونکہ آپ اپنے اعمال سے بخوبی واقف ہیں اور ڈاکٹر ڈوئی کی موت مرنا پسند نہیں کریں گے۔

ڈاکٹر نذیر احمد ریاض کا خط اپنے ایک دوست کے نام

آپ کو یاد ہوگا کہ جب تک ہم ربوہ میں رہے' ہماری آپس میں کچھ ایسی قلبی مجالست رہی کہ باہم مل کر طبیعت بے حد خوش ہوتی تھی۔ کبھی شعر و شاعری کے سلسلہ میں' تو کبھی مخلص کے مصنوعی تقدس پر نکتہ چینی کرنے میں بڑا لطف آتا تھا۔ دراصل خلیفہ صاحب کا اصول ہے کہ ؎

مست رکھو ذکر و فکر صبح گاہی میں انہیں
پختہ تر کر دو مزاج خانقاہی میں انہیں

اور خود خوب رنگ رلیاں مناؤ' عیش و عشرت میں زندگی بسر کرو۔ ہم نے تو بھائی خلوص دل سے وقف کیا تھا' خدا ہمیں ضرور اس کا اجر دے گا۔ انہیں یہ خلوص پسند نہ آیا۔ اللہ تعالیٰ بہتر حکم و عدل ہے' خود فیصلہ کر دے گا کہ ٹھکرائے ہوئے ہیرے کتنے عزیز تھے۔

شروع شروع میں میرے دل کی عجیب کیفیت تھی' ہر وقت دل مختلف افکار کی آماجگاہ بنا رہتا تھا۔ ماں باپ کی یاد' عزیزوں کی جدائی کا احساس' دوستوں کے بچھڑنے کا غم اور حاسدوں کے تیروں کی چبھن سبھی کچھ تھا' لیکن ؎

ہر داغ تھا اس دل میں بجز داغ ندامت

سب سے بڑا معلم انسان کی فطرت صحیحہ ہے' جس کی روشنی میں انسان اپنے قدموں کو استوار رکھتا ہے اور ہر افتاد پر ڈگمگانے سے بچاتا ہے۔ اگر یہ کلی طور پر مسخ

ہو جائے تو پھر کسی بے راہ روی کا احساس دل میں نہیں رہتا۔ اللہ تعالٰی سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی رضا کی راہوں پر چلائے۔ آمین

آپ کا ریاض

جناب غلام حسین صاحب احمدی فرماتے ہیں۔

میں نے اپنی شہادت کے علاوہ حبیب احمد کا بھی ذکر کیا تھا' وہ مجھے قادیان میں مل گئے۔ میں نے ان سے قسم دے کر دریافت کیا تو انہوں نے قسم کھا کر مجھے بتلایا کہ حضرت صاحب (مرزا محمود احمد) نے دو مرتبہ ان سے لواطت کی ہے۔ ایک دفعہ قصر خلافت میں' دوسری دفعہ ڈلہوزی میں۔ میں نے اس سے تحریری شہادت مانگی تو پوری تفصیل کے ساتھ نہیں لکھی بلکہ نامکمل لکھ کر دی۔

حبیب احمد صاحب اعجاز اس کی پوری پوری تصدیق فرما رہے ہیں' جو درج ذیل ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

و علی عبدہ المسیح الموعود

بخدمت شریف جناب بھائی غلام حسین صاحب' السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ کے بعد التماس ہے کہ میں نے آپ کو جو بات بتائی تھی' میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں کہ وہ بات بالکل صحیح ہے۔ اگر میں جھوٹ بولوں تو خدا کی لعنت ہو مجھ پہ......"

خاکسار حبیب احمد اعجاز

چوہدری علی محمد صاحب ماحی کا بیان

چوہدری محمد علی صاحب ماحی روزنامہ "نوائے وقت" لاہور اور "کوہستان" کے

نمائندہ کے طور پر کام کرتے رہے ہیں۔ قادیانی امت کی متعدد فرموں میں بطور اکائونٹنٹ کام کرتے رہے ہیں اور خلیفہ ربوہ کی مالی بے اعتدالیوں اور فراڈ کے دستاویزی ثبوت اپنے پاس رکھتے ہیں۔ ان کا بیان ملاحظہ فرمائیں۔

"میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر اس پاک ذات کی قسم کھاتا ہوں جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے کہ صوفی روشن دین صاحب ربوہ میں انجمن کی چکی پر عرصہ تک بطور مستری کام کرتے رہے اور وہ قادیان کے پرانے رہنے والوں میں سے ہیں اور مخلص احمدی ہیں اور جن کے مرزا محمود احمد صاحب اور ان کے خاندان کے بعض افراد سے قریبی تعلقات تھے اور خصوصاً مرزا حنیف احمد بن مرزا محمود احمد کے صوفی صاحب موصوف کے ساتھ نہایت عقیدت مندانہ مراسم تھے۔ قلبی عقیدت کی بنا پر مرزا حنیف احمد گھنٹوں صوفی صاحب کو قصر خلافت میں اپنے ایک کمرۂ خاص میں بھی لے جا کر ان کی خاطر و مدارات کرتے۔ انہوں نے مجھ سے بارہا بیان کیا کہ مرزا حنیف احمد خدا کی قسم کھا کر کہتا ہے کہ جس کو تم لوگ خلیفہ اور مصلح موعود سمجھتے ہو' وہ زنا کرتا ہے اور یہ کہ مرزا حنیف احمد نے اپنی آنکھوں سے اپنے والد کو ایسا کرتے دیکھا۔ صوفی صاحب نے یہ بھی کہا کہ انہوں نے کئی دفعہ مرزا حنیف احمد سے کہا کہ تم ایسا سنگین الزام لگانے سے قبل اچھی طرح اپنی یادداشت پر زور ڈالو۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ جس کو تم کوئی غیر سمجھے ہو' وہ دراصل تمہاری والدہ ہی تھیں' مبادا خدا کے قہر و غضب کے نیچے آ جاؤ۔ تو اس پر مرزا حنیف احمد اپنی رویت عینی پر حلفاً" مصر رہے کہ ان کا والد پاک سیرت نہیں ہے اور یہ بھی کہا کہ انہوں نے اپنے والد کی کبھی کوئی کرامت مشاہدہ نہیں کی۔ البتہ یہ تڑپ ان میں شدت کے ساتھ پائی جاتی ہے کہ کسی طرح انہیں جلد از جلد دنیاوی غلبہ حاصل ہو جائے"۔

اگر میں اس بیان میں جھوٹا ہوں اور افراد جماعت کو اس سے محض دھوکا دینا مقصود ہے تو خدا تعالیٰ مجھ پر اور میری بیوی بچوں پر ایسا عبرت ناک عذاب نازل فرمائے جو ہر مخلص اور دیدۂ بینا کے لیے ازدیادِ ایمان کا موجب ہو۔

ہاں اس نام نہاد خلیفہ کی مالی بدعنوانیوں' خیانتوں اور دھاندلیوں کے ریکارڈ کی رو سے میں عینی شاہد ہوں کیونکہ خاکسار نے ساڑھے نو سال تحریک جدید اور انجمن احمدیہ کے مختلف شعبوں میں **اکاؤنٹنٹ** اور نائب آڈیٹر کی حیثیت سے کام کیا ہے۔

(خاکسار چوہدری علی محمد عفی عنہ
واقف زندگی' نمائندہ خصوصی "کوہستان" لائل پور)

محمد صالح نور کا لرزہ خیز بیان

مولوی محمد صالح نور محمد یامین تاجر کتب کے بیٹے ہیں۔ قادیان اور ربوہ میں مختلف عہدوں پر فائز رہے۔ مرزا محمود کے داماد عبدالرحیم کے پرسنل سیکرٹری بھی رہے ہیں۔ ان کا حلفیہ بیان ملاحظہ فرمائیں۔

> "میں پیدائشی احمدی ہوں اور 1957 تک' میں مرزا محمود احمد صاحب کی خلافت سے وابستہ رہا۔ خلیفہ صاحب نے مجھے ایک خود ساختہ فتنہ کے سلسلہ میں جماعت ربوہ سے خارج کر دیا۔ ربوہ کے ماحول سے باہر آ کر خلیفہ صاحب کے کردار کے متعلق بہت ہی گھناؤنے حالات سننے میں آئے' اس پر میں نے خلیفہ صاحب کی صاحبزادی امتہ الرشید بیگم (بیگم میاں عبدالرحیم احمد) سے ملاقات کی۔ ان سے خلیفہ صاحب کے بدچلن ہونے' بدقماش اور بدکردار ہونے کی تصدیق کی' باتیں تو بہت ہوئیں' لیکن خاص بات قابل ذکر یہ تھی کہ جب میں نے امتہ الرشید بیگم سے یہ کہا' آپ کے خاوند کو ان حالات کا علم ہے تو انہوں نے کہا کہ صالح نور صاحب' آپ کو کیا بتلاؤں کہ ہمارا باپ ہمارے ساتھ کیا کچھ کرتا رہا ہے؟ اگر وہ تمام

واقعات میں اپنے خاوند کو بتلا دوں تو وہ مجھے ایک منٹ کے لیے بھی اپنے گھر میں بسانے کے لیے تیار نہ ہوگا' تو پھر میں کہاں جاؤں گی۔ اس واقعہ پر امتہ الرشید کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور یہ لرزہ خیز بات سن کر' میں بھی ضبط نہ کر سکا اور وہاں سے اٹھ کر دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ اس وقت میں ان واقعات کی بنا پر' جو میں ڈاکٹر نذیر احمد ریاض' محمد یوسف ناز' راجہ بشیر احمد رازی سے سن چکا ہوں' حق الیقین کی بنا پر خلیفہ صاحب کو ایک بدکردار اور بدچلن انسان سمجھتا ہوں اور اسی کی بنا پر وہ آج خدا کے عذاب میں گرفتار ہیں"۔

خاکسار

(محمد صالح نور' واقف زندگی

(سابق کارکن' وکالت تعلیم تحریک جدید' ربوہ)

مولوی عمر الدین صاحب شملوی مبلغ جماعت قادیان کی روایات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

میں آج بتاریخ 29 مئی 1940 کو خانہ خدا مسجد میں بیٹھ کر خدا کو حاضر و ناظر جان کر اور اس کی قسم کھا کر اختصار کے ساتھ مندرجہ ذیل بیان دیتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اے خدا' اگر میں نے اس کے بیان کرنے میں افترا پردازی کی ہو' تو تیری ذات جو علیم خبیر ہے' مجھے اس افترا پردازی کی سخت سے سخت سزا دے۔

① 1916 کے قریب کا واقعہ ہے کہ میاں محمود احمد صاحب نے' جبکہ میں ان کا مخلص مرید تھا' میرے پاس میاں عبدالسلام خلف حضرت مولانا نورالدین اعظم کو

شملہ' گرمیوں کے موسم میں بھیجا تو میاں عبدالسلام صاحب نے مجھے بتایا کہ میاں محمود احمد صاحب کا چال چلن خراب ہے' اس لیے تم اس کو مصلح موعود نہ ثابت کیا کرو اور میں اس کا عینی شاہد ہوں۔ جب میں بڑا ہوں گا تو میاں محمود احمد سے مباہلہ کروں گا تاکہ دنیا کو ثابت ہو جائے کہ

"میں میاں محمود احمد پر بدچلنی کا الزام لگانے میں سچا ہوں اور میاں محمود احمد بدچلن ہے"۔

میں نے یہ واقعہ انہی دنوں تحریرا میاں محمود احمد کو لکھ کر بھیج دیا تھا' جس کے جواب میں میاں صاحب نے کہا کہ عبدالسلام کی ماں کی شرارت ہے۔

② ایک دفعہ میں ایک تبلیغی دورہ کے لیے حافظ جمال احمد کے ساتھ پنجاب میں بھیجا گیا تو اس وقت میر قاسم علی صاحب ایڈیٹر "فاروق" قادیان سے' نوشہرہ میں دریافت کیا کہ یہ کیا بات ہے' قادیان میں میاں محمود احمد کے خلاف گندے پوسٹر' جن پر زنا کی تصویریں بنائی ہوئی ہیں' لگائے جاتے ہیں۔ یہ کون لوگ ہیں جو حضرت پر اتنا بڑا الزام لگاتے ہیں۔ میر قاسم علی صاحب نے بجائے ان لوگوں کا کچھ ذکر کرنے کے فرمایا:

اگر میاں صاحب کے متعلق' میں تمہیں اصل بات بتا دوں تو تم ابھی مرتد ہو جاؤ گے۔ تم تو ایک میاں کا ذکر کرتے ہو' یہاں تند نہیں تانی ہی ٹوٹی ہوئی ہے اور ساتھ ہی یہ فرمایا: اگر تم اس امر کا میاں صاحب سے میرے نام پر ذکر کرو گے تو میں صاف انکار کر دوں گا۔ میں نے قادیان جا کر یہ سب باتیں میاں صاحب کو بتا دیں تو انہوں نے فرمایا کہ "سب میر قاسم علی کی بیوی کی شرارت ہے"۔

③ میاں صاحب جب خلیفہ ہوئے تو میں نے ایک شخص کو' جو اس وقت شملہ کے وٹرنری ہسپتال میں ملازم تھے اور بیعت نہ کرتے تھے' بیعت کے لیے بہت مجبور کیا تو انہوں نے انکار کر دیا اور پورے وثوق سے کہا کہ میں محمود احمد کو خوب جانتا ہوں اور میں قادیان میں ہی پڑھا ہوں۔ میاں تو لواطت (یہاں عبارت کی عریانی کا ازالہ

کرنے کی کوشش کی گئی ہے) کا رسیا ہے اور یہ وبا آج کل عام ہے اور میاں اس کا شکار ہے۔ تب میں نے اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیا لیکن پھر بھی اس کو تاکید کی کہ وہ جماعت میں ضرور شامل ہو جائے۔

1927 کا واقعہ ہے کہ جناب میاں صاحب بھی شملہ میں تھے اور مولوی عبدالکریم اور ان کی ہمشیرہ سکینہ بی بی اور ان کے بھائی محمد زاہد نے میرے داماد بابو عبدالحمید صاحب کو بتایا کہ میاں محمود احمد سخت زناکار ہے اور قوم کی عصمت سے کھیلتا ہے اور اس پر زاہد نے اپنی ذاتی شہادت دی اور ان کی ہمشیرہ سکینہ بی بی نے بھی اپنی ذاتی شہادت پیش کی اور کہا کہ ہم اپنی ذاتی شہادت کی بنا پر کہتے ہیں کہ میاں محمود احمد سخت بدچلن ہے۔ میں نے اس کو زنا کرتے دیکھا تھا اور اس پر میں نے جرح کر کے بیان کی تغلیط کی کوشش کی لیکن وہ اپنے بیان پر پوری طرح قائم رہے تو میں حیرت میں پڑ گیا اور میاں صاحب کو ایک لمبی چٹھی لکھی' جس میں محمد زاہد اور سکینہ بی بی کے بیان کردہ واقعات کو پوری تفصیل سے لکھا گیا۔

میں' ان تمام واقعات کو سننے کے باوجود میاں صاحب کا دل سے مرید تھا' اس لیے میں نے میاں صاحب سے مرتد ہونے والے اپنے داماد اور ایک شخص کو زور سے نصیحت کی۔

میرا داماد بابو عبدالحمید' جو مخلص احمدی اور بہت صالح نوجوان ہے' اس نے میاں محمود احمد کو انہیں دنوں تمام حالات لکھ کر مباہلہ کا مطالبہ کیا اور میاں صاحب سے علیحدہ ہوگیا۔ مگر میں نے اسے بہت سمجھایا کہ جب تک شریعت کے مطابق چار گواہ الزام زنا کے ثبوت میں پیش نہیں ہوتے' ملزم کو بری ہی سمجھنا چاہیے۔ پھر ساتھ ہی حضرت مسیح موعود کا واسطہ دے کر اسے دوبارہ بیعت کی رغبت دی تو اس نے پھر بیعت کر لی مگر جب وہ کچھ عرصہ قادیان' خلیفہ صاحب سے ملنے کے لیے گیا تو خلیفہ صاحب نے بہت محبت سے پرخلوص استقبال کیا اور اکیلے کمرہ میں بہت دیر تک باتیں ہوتی رہیں اور جب خلیفہ صاحب نے یہ دیکھ لیا کہ مرید واقعی اب بہت اخلاص

رکھتا ہے تو اس سے کہا کہ عبدالحمید تمہاری وجہ سے سلسلہ کی بدنامی ہوئی۔ یعنی نہ تم میرے متعلق الزام زنا کو مشتہر کرتے اور نہ یہ رسوائیاں ہوتیں' اس لیے اب تم کو کفارہ اس طرح ادا کرنا چاہیے کہ کسی طرح سکینہ سے یہ تحریر لکھوا کر مجھے لا دو کہ میں نے کسی شخص کو نہیں کہا کہ میاں صاحب نے میرے ساتھ زنا کیا ہے' لوگ یونہی میرے نام سے میاں صاحب کو بدنام کر رہے ہیں۔

اس پر مخلص مرید مذکور کو دل میں سخت شک پڑ گیا کیونکہ وہ یہ جانتا تھا کہ یہ سب کچھ' جو اب کرنے کرانے کی تعلیم دے رہے ہیں' یہ بالکل جعلسازی ہے۔ خلیفہ صاحب کو خوب علم ہے کہ وہ لڑکی (سکینہ) ان پر الزام لگاتی ہے اور اس نے اپنے شوہر (عبدالحق مرزا) کو بھی' جو میاں صاحب کا مخلص مرید ہے' بتا دیا تھا اور وہ خود اس کا معترف ہے' پھر ایسی تحریر لکھوانا جعلسازی کے سوا کچھ نہیں۔ ان حالات میں اس مخلص مرید کو بالآخر میاں صاحب کی بیعت سے علیحدہ ہونا پڑا۔

مباہلہ والوں کا تمام دکمال واقعہ میرے سامنے ہے۔ وہ میرے قریبی رشتہ دار ہیں اور میں نے ان سب کے بیانات خود لیے ہیں اور خوب ٹھوک بجا کر ان بیانات کی پرکھ کی اور میاں صاحب کو تمام معاملہ سے مطلع کیا۔ ان حالات کے علاوہ شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری کا مطالبہ بھی ہے اور مولوی فخر الدین صاحب ملتانی جیسے مخلص احمدی کا' محض اس لیے قتل کروایا جانا ہے کہ وہ حقیقت کو طشت ازبام کرنے کے لیے خلیفہ صاحب کے ظلم و تشدد کے باوجود پیچھے نہ ہٹتے تھے' معاملہ کو بالکل واضح کر دیتا ہے۔

چوہدری غلام رسول صاحب کا اعلان حق

نوٹ: چوہدری صاحب موصوف آج کل گورنمنٹ کالج لاہور میں پروفیسر ہیں۔

"میرا خلیفہ صاحب کی بیعت سے علیحدگی کا سبب خلیفہ کی بدچلنی' بدکرداری' زناکاری اور غیر فطری افعال کا ارتکاب ہے۔ یہ الزامات خلیفہ صاحب ربوہ کی ذات پر

متواتر نصف صدی سے لگ رہے ہیں۔ اب خلیفہ صاحب اپنی بدکاریوں اور بدکرداریوں کی وجہ سے جنون کے ابتدائی دور سے گزر رہے ہیں اور مفلوج اور پیری کا شکار ہونے کی وجہ سے مضمحل الاعضا اور مخبوط الحواس ہیں۔ اس وجہ سے الزامات کی تردید کے لیے ان سے مخاطب نہیں ہوتا بلکہ مرزا بشیراحمد صاحب ایم۔ اے' مرزا شریف احمد صاحب (دونوں خلیفہ صاحب کے بھائی ہیں) نواب مبارکہ بیگم صاحبہ' امتہ الحفیظ صاحبہ (دونوں خلیفہ صاحب کی ہمشیرگان ہیں) مرزا ناصر احمد ایم۔ اے آکسن' مرزا مبارک احمد بی۔ اے' ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب ایم۔ بی۔ بی۔ ایس اور دیگر خلیفہ کے صاحبزادگان و صاحبزادیاں اور خلیفہ کی ازواج اور خلیفہ کے مخلص مرید چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب جج عالمی عدالت' سید نعیم احمد بن سید عزیز اللہ شاہ (خلیفہ صاحب کے نسبتی بھائی ہیں) اور مولوی عبدالمنان صاحب عمر ایم۔ اے سے کہتا ہوں اگر وہ خلیفہ صاحب کو نیک چلن' خدا رسیدہ اور حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی پیش گوئی مصلح موعود کا حقیقی مصداق سمجھتے ہیں تو خلیفہ صاحب پر عائد کردہ الزامات بالمقابل حلف موکد .حذاب قسم کھا کر تردید کریں۔

میں قارئین سے کہوں گا کہ یہ لوگ خلیفہ صاحب ربوہ کی سیاہ بداعمالیوں سے پوری طرح واقف ہیں' اس لیے یہ کبھی ان کی پاکیزگی کا حلف موکد .حذاب اٹھانے کے لیے تیار نہ ہوں گے"۔

یوسف ناز کا حلفیہ بیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اشھدان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ

واشھدان محمد عبدہ و رسولہ

میں اقرار کرتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے نبی اور خاتم النبیین ہیں اور اسلام سچا مذہب ہے۔ میں احمدیت کو برحق سمجھتا ہوں اور حضرت مرزا غلام احمد قادیان علیہ السلام کے دعوے پر ایمان رکھتا ہوں اور ان کو مسیح موعود مانتا ہوں اور اس کے بعد میں موکد بعذاب حلف اٹھاتا ہوں۔

میں اپنے علم، مشاہدہ اور رویت عینی اور آنکھوں دیکھی بات کی بنا پر خدا کو حاضر و ناظر جان کر اس پاک ذات کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ

"مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفہ ربوہ نے خود اپنے سامنے اپنی بیوی کے ساتھ غیر مرد سے زنا کروایا"۔

اگر میں اس حلف میں جھوٹا ہوں تو خدا کی لعنت اور عذاب مجھ پر نازل ہو۔ میں اس پر مرزا بشیر الدین محمود احمد کے ساتھ بالمقابل حلف اٹھانے کو تیار ہوں۔

محمد یوسف ناز معرفت عبدالقادر

تیرتھ سنگھ، جے بلوائی روڈ، عقب شالیمار ہوٹل، کراچی

○

مصری عبدالرحمٰن صاحب کے بڑے لڑکے حافظ بشیر احمد نے میرے سامنے ہاتھ میں قرآن شریف لے کر یہ لفظ کہے، خدا تعالیٰ مجھے پارہ پارہ کر دے اگر میں جھوٹ بولتا ہوں کہ موجودہ خلیفہ صاحب نے میرے ساتھ بدفعلی کی ہے۔ میں خدا کی قسم کھا کر یہ واقعہ لکھ رہا ہوں۔

بقلم خود محمد عبداللہ احمدی،

سیمنٹ فرنیچر ہاؤس، مسلم ٹاؤن، لاہور

○

"میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر، جس کی جھوٹی قسم کھانا کبیرہ گناہ ہے، یہ تحریر کرتا ہوں کہ میں نے حضرت مرزا محمود احمد صاحب قادیان کو اپنی آنکھ سے زنا کرتے

دیکھا ہے۔ اور میں اقرار کرتا ہوں کہ اس نے میرے ساتھ بھی بدفعلی کی ہے۔ اگر میں جھوٹ بولوں تو مجھ پر خدا کی لعنت ہو۔ میں بچپن سے وہیں رہتا تھا"۔

(منیر احمد)

○

مرزا گل محمد صاحب مرحوم (آپ قادیان کے رئیس اعظم تھے اور وہاں بڑی جائیداد کے مالک تھے) مرزا غلام احمد صاحب کے خاندان کے رکن تھے۔ ان کی دوسری بیوہ (چھوٹی بیگم) نے مجھے بیان کیا کہ خلیفہ صاحب کو میں نے اپنی آنکھوں سے ان کی صاحبزادی اور بعض دوسری عورتوں کے ساتھ زنا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ میں نے خلیفہ صاحب سے ایک دفعہ عرض کی' حضور یہ کیا معاملہ ہے؟

آپ نے فرمایا کہ:

"قرآن و حدیث میں اس کی اجازت ہے' البتہ اس کو عوام میں پھیلانے کی ممانعت ہے"۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

میں خداوند تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر حلفیہ تحریر کر رہی ہوں۔ شاید میری مسلمان بہنیں اور بھائی اس سے کوئی سبق حاصل کریں۔ فقط

(سیدہ ام صالحہ بنت سید ابرار حسین' سمن آباد' لاہور)

○

میں خدا تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر' اسی کی قسم کھا کر' جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے' یہ شہادت دیتا ہوں کہ میں اس ایمان اور یقین پر ہوں کہ موجودہ خلیفہ مرزا محمود احمد دنیادار' بدچلن اور عیش پرست انسان ہے۔ میں ان کی بدچلنی کے متعلق خانہ خدا' خواہ وہ مسجد ہو یا بیت اللہ شریف یا کوئی اور مقدس مقام ہو' حلف موکد بعذاب اٹھانے کے لیے ہر وقت تیار ہوں۔ اگر خلیفہ صاحب مباہلہ کے لیے نکلیں تو میں مباہلہ کے لیے حاضر ہوں۔

یہ الفاظ میں نے دلی ارادہ سے لکھ دیے ہیں' تاکہ دوسروں کے لیے ان کی حقیقت کا انکشاف ہوسکے۔ والسلام

خاکسار محمد عبداللہ' آنکھوں کا ہسپتال' قادیان' حال فیصل آباد)

جناب قریشی محمد صادق صاحب شبنم (بی۔اے)

نظارت امور عامہ میں محتسب کوتوال شہر' کے طور پر رہے ہیں۔ آل انڈیا نیشنل لیگ کے سیکرٹری اور خلیفہ ربوہ کے بڑے چہیتے تھے۔ انہوں نے اپنے طور پر خلیفہ کو جو خط لکھا' ملاحظہ فرمائیں۔

"جب میں لاہور میں آیا تھا تو میں نے آپ کے اخلاق اور آپ کی بیویوں' لڑکیوں اور میاں شریف احمد صاحب اور میاں بشیر احمد صاحب اور ان کے لڑکوں کے اخلاق کے متعلق بہت سی باتیں سنی تھیں' لیکن خوش اعتقادی کی وجہ سے میں یقین نہ کرتا تھا۔ آخر جب میں قادیان آیا تو سب سے پہلے غائب سے ان کے متعلق تحقیقات کرنے کی تحریک میرے دل میں ڈالی گئی' تو پھر جب میں محتسب ہوا تو آفیشل طور پر بھی میں نے تحقیق کی اور جو جو معلومات مجھے اس بارہ میں ہوئیں' وہ میں نے کچھ تو نظارت کی معرفت اور کچھ براہ راست تحریری طور پر پہنچا دیں۔ ان معلومات میں سے بعض کا ذکر میں ذیل میں مجمل طور پر کرتا ہوں کیونکہ مفصل طور پر رپورٹ کر چکا ہوں اور بعض کی رپورٹ کا موقع نہیں ملا۔

1- آپ امرد پرست اور ایرانی مذاق کے شائق ہیں۔

2- آپ محرم اور نامحرم عورتوں کے ساتھ بدکاری کرتے ہیں۔

3- آپ اپنی بیویوں اور لڑکیوں کو دوسروں کے حوالے کرتے ہیں کہ ان کے ساتھ زنا کریں' گویا آپ نے ایک حسن بن صباحی باطنی فرقہ بنایا ہوا ہے۔

4- آپ شراب پیتے ہیں۔

5- آپ کا لڑکا مبارک بدکار ہے' شراب پیتا ہے' نماز نہیں پڑھتا۔

6 - میاں بشیر احمد صاحب عجمی ذوق رکھتے ہیں۔

7 - میاں بشیر احمد صاحب کے لڑکے لواطت کرتے ہیں' نمازیں نہیں پڑھتے۔

8 - میاں شریف احمد صاحب طفل تراشی کرتے ہیں' نماز بہت کم پڑھتے ہیں۔

9 - میں نے ایک رپورٹ میں ثابت کر دیا تھا کہ آپ کی بیوی عزیزہ کا شیخ بشیر احمد کے ساتھ تعلق ہے۔ آپ نے نہ کوئی گواہ کو سزا دی اور نہ ہی اپنی بیوی کو اور نہ ہی شیخ بشیر احمد صاحب کو۔ معاملات بدستور ہیں' کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔

10 - میں نے رپورٹ مندرجہ (9) میں یہ بھی ثابت کر دیا تھا کہ آپ کی لڑکیوں امتہ القیوم اور امتہ الرشید کا ایک غیر آدمی کے ساتھ تعلق ہے۔ آپ نے شہادت بھی لی لیکن طرفین میں سے کسی کو بھی سزا نہ دی۔ ان تمام واقعات کے میرے پاس مکمل ثبوت ہیں' جن کو بروقت پیش کروں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ"۔

بیٹا بھی اپنے باپ کی پاکیزگی کی قسم کھانے کو تیار نہیں

بسلسلہ خط و کتابت شفیق الرحمٰن اور مرزا رفیع احمد ولد مرزا محمود احمد

خط نمبر 1 ' شفیق الرحمٰن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مکرم مرزا رفیع احمد صاحب!

میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے علم کلام سے متاثر ہوں' کتب دیکھی ہیں' اپنی استعداد کے مطابق مطالعہ بھی کیا ہے' جن کی سچائی رمق نظر آتی ہے۔ چونکہ

اب ایک گروہ کی طرف سے' مرزا صاحب کے خلیفہ مرزا محمود احمد پر' نہایت ہی بھیانک الزامات لگائے گئے ہیں' وہ الزامات ہیں بھی ان کے مریدوں کی طرف سے' جو کسی زمانہ میں خلیفہ صاحب کے نہایت ہی قریب رہ چکے ہیں۔ ان میں ایک مولوی عبدالرحمٰن صاحب مصری ہیں۔

ان الزامات کی تردید یا تو خلیفہ صاحب کی ازواج کر سکتی ہیں کیونکہ بیوی اپنے خاوند کے عیوب سے بکلی واقف ہوتی ہے یا خلیفہ صاحب کے صاحبزادگان کر سکتے ہیں کیونکہ وہ گھر کے ماحول سے خوب واقف ہوتے ہیں۔ میں مرحوم خلیفہ صاحب کی بیوگان کی طرف تو خط نہیں لکھ سکتا' آپ کے نام سے واقف تھا کیونکہ آپ ایک دفعہ ڈیرہ غازی خاں تشریف لائے تھے۔ آپ سے خدا کے نام پر اپیل کرتا ہوں کہ میری تسلی حلف سے کریں کہ وہ تمام الزامات جو خلیفہ صاحب پر لگائے گئے ہیں' غلط ہیں۔ خلیفہ صاحب کی زندگی مقدس انسانوں کی طرح تھی۔ وہ مرزا صاحب کی پیش گوئی' مصلح موعود کے مصداق ہیں۔ مجھے اس بات سے تسلی نہیں ہے کہ آپ خلیفہ صاحب کو مان رہے ہیں۔ اس وجہ سے بعض اوقات وہ الزامات غلط ہوسکتے ہیں کہ ایک آدمی اپنے خاندان کے وقار کو ملحوظ رکھ کر بھی حقیقت سے چشم پوشی کرتا ہے اور اس کا اظہار نہیں کر سکتا' چونکہ یہ مذہب کا معاملہ ہے' اس وجہ سے نہیں ہے۔ خدا کے نام پر اپیل کرتا ہوں کہ میری تسلی حلف سے کریں کہ وہ تمام الزامات جو خلیفہ صاحب پر لگائے گئے ہیں' غلط ہیں۔ خلیفہ صاحب کی زندگی مقدس انسانوں کی طرح تھی۔ وہ مرزا صاحب کی پیش گوئی مصلح موعود کے مصداق ہیں۔ مجھے اس بات سے تسلی نہیں ہے کہ آپ خلیفہ صاحب کو مان رہے ہیں۔ اس وجہ سے بعض اوقات وہ الزامات غلط ہوسکتے ہیں کہ ایک آدمی اپنے خاندان کے وقار کو ملحوظ رکھ کر بھی حقیقت سے چشم پوشی کرتا ہے اور اس کا اظہار نہیں کر سکتا۔ چونکہ یہ مذہب کا معاملہ ہے' اس وجہ سے نہیں ہے۔ خدا کے نام پر اپیل کی ہے اور حلف کا مطالبہ کیا ہے۔ اگر آپ نے خاموشی اختیار کی تو میں سمجھ لوں گا کہ عاید کردہ الزامات مبنی برصداقت ہیں اور

قیامت کے روز میرا ہاتھ آپ کے گریبان میں ہوگا۔

شفیق الرحمٰن خاں معرفت
مولوی محمد افضل صاحب
بلاک نمبر 12 ' ڈیرہ غازی خاں

خط نمبر 2 ' بجواب شفیق الرحمٰن ' جواب مرزا رفیع احمد صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکرم شفیق الرحمٰن خاں صاحب
السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ

آپ کا خط کچھ عرصہ ہوا ' ملا تھا۔ چونکہ پچھلے دنوں میں دورہ پر رہا ' اس لیے جلد جواب نہ دے سکا۔ آپ نے اپنے خط میں جو دل آزار مفتریانہ باتیں لکھی ہیں ' ان کو میں حوالہ بخدا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہی اس کا فیصلہ فرما دے گا۔ اس امر کا بہت افسوس ہے کہ آپ قرآن کریم کی تعلیم سے بالکل لاعلم ہیں۔ ان لوگوں کی جن باتوں کو آپ نے بیان کیا ہے ' قرآن کریم نے جھوٹا قرار دیا ہے۔ آپ سورۃ نور پر غور کریں ' اس کی آیت 12 - 13 میں صاف طور پر ایسے لوگوں کو جھوٹا اور کاذب فرمایا گیا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی گواہی ہے۔ جب آپ اللہ تعالیٰ کی گواہی قبول نہیں کرتے تو میری گواہی اس کے مقابل پر کیا حیثیت رکھتی ہے۔ یہ یقین رکھیں اور مجھے اس بارے میں کوئی شبہ نہیں کہ قیامت کے دن میرا گریبان آپ کے ہاتھ میں نہیں ہوگا۔ میرا خدا مجھے یقیناً اس ذلت سے بچائے گا۔ میں نے اس کی اتنی عنایات دیکھی ہیں کہ میں اس بارہ میں شبہ کر ہی نہیں سکتا۔ ہاں اگر آپ نے ان باتوں سے توبہ نہ کی اور قرآن کریم کے فیصلہ کو ' جو سورۃ نور میں بیان ہوا ہے ' قبول نہ کیا تو آپ کا گریبان قیامت کے دن میرے ہاتھ میں ہوگا اور آپ اس دن کی رسوائی سے بچ نہیں سکیں گے۔ انشاء اللہ۔

والسلام مرزا رفیع احمد

خط نمبر 2' شفیق الرحمٰن: حلفیہ قسم کا مطالبہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مکرم و محترم مرزا صاحب' السلام علیکم!

مدت ہوئی ہے کہ آپ کی طرف سے میرے خط کا جواب موصول ہوا تھا۔ جواب الجواب ارسال کرنے میں تساہل ہوا ہے۔ میں نے آپ کو لکھا تھا کہ آپ ان الزامات کی تردید حلفاً" کریں جو خلیفہ صاحب کی ذات پر متواتر لگتے رہے ہیں۔ آپ نے تردید کرنے کی بجائے سورۃ نور کی آیت 12 - 13 کی طرف توجہ دلائی ہے۔ میں نے ان آیات کو غور سے پڑھا' وہاں تو خلیفہ صاحب کی ذات پر عائد کردہ الزامات کی تردید نظر نہیں آئی' وہاں صرف حضرت عائشہ صدیقہؓ پر بے بنیاد الزامات کی تردید خود اللہ تعالیٰ کر رہا ہے۔ کیا خدا تعالیٰ نے بھی خلیفہ صاحب کے الزامات کی تردید کی ہے۔ اگر کی ہے تو کہاں؟

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے فتویٰ کی بنا پر خلیفہ صاحب کو الزام لگانے والوں نے مباہلہ کے لیے بلایا' لیکن خلیفہ صاحب مقابل پر نہ آئے' حالانکہ بڑے مرزا صاحب کے فتویٰ کی بنا پر ہی ان کو مباہلہ پر آنا پڑتا تھا۔ نامعلوم ان کے پاس کونسی شرعی دلیل تھی جس کی وجہ سے وہ مباہلہ پر نہ اترے۔ آپ نے لکھا کہ جب آپ کو قرآن کی گواہی میں یقین نہیں تو میری گواہی پر کیسے یقین آئے گا۔ قرآن کی گواہی کے متعلق تو لکھ چکا ہوں کہ وہ خلیفہ صاحب کے الزامات کی تردید نہیں کر رہی' باقی رہا آپ کی گواہی میں یقین سے کہتا ہوں کہ آپ ان الفاظ میں قسم اٹھائیں تو میں آپ کو صادق ہی گردانوں گا کیونکہ ہر آدمی نے ایک دن خدا کے سامنے کھڑا

ہونا ہے۔ حلف کے الفاظ یہ ہیں:

"میں اس خدا کو حاضر جان کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے کہ مرزا محمود احمد صاحب کی ذات پر جو وقتاً" فوقتاً" زنا کے الزامات لگتے رہتے ہیں' وہ غلط اور بے بنیاد ہیں۔ میں گھر کا ایک فرد ہونے کی وجہ سے حق الیقین کی بنا پر کہتا ہوں کہ مرزا محمود احمد صاحب مرحوم مقدس' پاکباز اسلامی عبادات کو کماحقہ ادا کرنے والے اور خدا کے مقرر کردہ مصلح موعود ہیں۔ اگر میں اپنے حلف میں جھوٹا ہوں تو خدا تعالیٰ مجھ پر ایک سال تک ایسا عذاب نازل کرے جو تمام دنیا کے لیے عبرت کا موجب ہو"۔

مجھے امید ہے کہ آپ ان الفاظ میں قسم کھانے سے گریز نہیں کریں گے اور مجھے دوسرے دلائل طائل سے تسلی دلانے کی کوشش نہ کریں۔ میرے لیے اب صرف قسم ہی بریت کی دلیل ہے' وہ بھی خلیفہ صاحب کے خاندان کے کسی فرد کی۔ اس وجہ سے میں نے آپ کی طرف رجوع کیا ہے' جواب دے کر ممنون فرمائیں۔
والسلام

شفیق الرحمٰن خاں معرفت مولوی محمد افضل صاحب
بلاک نمبر 12' ڈیرہ غازی خاں
9 - 6 - 1966

خط نمبر 3 'شفیق الرحمٰن

قصر خلافت کی رنگین اور سنگین محفلیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مکرم و محترم جناب صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب!

السلام علیکم ـــــ مزاج شریف!

آپ کی خدمت میں مورخہ 66-6-9 کو جواباً" مراسلہ ارسال کیا تھا۔ آپ نے میرے پہلے خط مورخہ 66-4-2 کے جواب میں سورۂ نور کی آیت نمبر 12 و 13 کی طرف اشارہ کیا تھا' اسی تحقیق کی خاطر آپ کی خدمت میں لکھا تھا کہ آیا خلیفہ صاحب ثانی کی ذات پر ان سنگین الزامات کی حلفاً" تردید کر سکتے ہیں' جو انہی کے مریدین کی طرف سے عائد کیے گئے ہیں' جبکہ مریدین کے علاوہ الزام لگانے والوں میں خلیفہ صاحب کے خاندان کے افراد اور ان کے قریبی رشتہ دار بھی شامل ہیں مثلاً آپ کے چھوٹے بھائی مرزا حنیف احمد صاحب' بی اے ایل ایل بی نے ربوہ میں اپنے دوستوں کے سامنے خلیفہ صاحب کی ذات پر عائد کردہ الزامات کی توثیق کی تھی۔ اس توثیق کی وجہ بعض افراد ربوہ چھوڑ کر پہلے جھنگ چلے گئے' اب وہ رحیم یار خاں میں آباد ہیں۔ بعض اب بھی ربوہ میں رہتے ہیں۔ وہ اپنی خانگی مجبوریوں کی وجہ سے ربوہ کو نہیں چھوڑ سکتے کیونکہ ان کا گزارہ آپ لوگوں کے ہاتھ میں ہے۔ اسی طرح سید خاندان (ام طاہر اور بشریٰ زوجین خلیفہ صاحب ثانی کا خاندان) کے افراد مثلاً سید نعیم احمد صاحب بھی ولایت جاتے ہوئے اپنے دوستوں کو قصر خلافت کی رنگین محافل کا حال بتا کر گئے تھے۔

جن افراد کا میں نے ذکر کیا ہے' وہ زندہ ہیں۔ وہ کبھی بھی حلفاً" تردید نہیں کر سکتے کہ انہوں نے خلیفہ صاحب ثانی کی ذات پر الزام نہیں لگائے۔ ان حقائق اور شواہد کی موجودگی میں جب آپ بھی خاموشی اختیار کر کے الزام لگانے والوں میں شامل ہوتے ہیں تو خلیفہ صاحب ثانی پر عائد کردہ الزامات کو غلط قرار دوں یا صحیح۔ فقط

خاکسار

شفیق الرحمٰن خاں معرفت مولوی محمد افضل خان صاحب

بلاک نمبر 12' ڈیرہ غازی خاں' 66-6-10

خط نمبر 2 ' بجواب شفیق الرحمٰن

سوال گندم جواب چنا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شفیق الرحمٰن خاں صاحب' السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ

آپ کا خط ملا۔ میرا جواب وہی ہے جو پہلے لکھ چکا ہوں۔ ایک انسان جس کا توکل اپنے حاضر و ناظر عالم الغیب اور قدرتوں والے خدا پر ہو' اسے دنیا کی کیا پرواہ ہو سکتی ہے۔ دنیا اسے گندہ کہے' حرام کار قرار دے یا جو چاہے وہ کہے' اسے اس سے کیا۔ اسے تو اپنے خدا سے واسطہ اور تعلق ہے اور وہ خدا کے حکم کے خلاف نہیں کر سکتا۔ یہی طریق میرے باپ نے اختیار کیا اور یہی میں بھی بتوفیق الٰہی اختیار کروں گا۔ رہا یہ کہ مرزا حنیف احمد یا کسی اور رشتہ دار نے ایسی بات کی' اول تو یہ بات جھوٹ اور خلاف عقل معلوم ہوتی ہے اور اگر صحیح ہے تو بھی جس نے ایسا کہا' وہ جھوٹا ہے کیونکہ قرآن کریم اسے جھوٹا قرار دیتا ہے۔ کیا آپ کو علم نہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ان کی بہن نے ایسا الزام لگایا تھا۔ کیا حضرت لوط علیہ السلام کے اپنے مریدوں اور قریبیوں نے ان پر اس سے بڑھ کر الزام نہیں لگایا کہ انہوں نے شراب کے نشہ میں اپنی بیٹیوں کے ساتھ بدفعلی کی اور کیا حضرت سلیمان پر اس سے بڑھ کر الزام نہیں لگایا گیا کہ نعوذ باللہ وہ چھپ کر بت پرستی کرتے تھے اور اوریاہ کو قتل کرا کے اس کی بیوی سے زنا کیا۔ کیا آپ ان الزامات کو' جو ان معصوموں اور پاک بازوں پر لگائے گئے اور ان کے اپنے مریدوں اور قریبیوں کی طرف سے لگائے گئے' سچا مانتے ہیں اور دل میں نہانی کفر رکھتے ہیں۔ اگر سچا نہیں مانتے تو کیوں اس لیے کہ قرآن کریم انہیں جھوٹا قرار دیتا ہے۔ میں بھی اسی وجہ سے ان لوگوں کو' جنہوں نے میرے باپ پر' ہمارے خلیفہ اول پر یا دوسرے پاک بازوں پر الزام لگائے

ہیں' جھوٹا اور مورد نفرین سمجھتا ہوں کیونکہ قرآن کریم انہیں جھوٹا قرار دیتا ہے۔
والسلام

مرزا رفیع احمد

خط نمبر 4 ' شفیق الرحمٰن

کیا خلیفہ صاحب کے خاندان کا کوئی فرد بھی خلیفہ کی پاک دامنی پر قسم کھا سکتا ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مکرم و محترم جناب مرزا رفیع احمد سلمہ الرحمٰن

السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ

آپ کا خط ملا' جس میں آپ نے گزشتہ انبیاء علیہم السلام پر بائبل کی رو سے عائد کردہ الزامات کو دہرا کر یہ لکھا ہے کہ یہ الزامات ان کے مریدین نے لگائے تھے۔ افسوس اس امر کا ہے کہ آپ نے حقائق پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ کسی نبی پر بھی ان کی زندگی میں ان کے کسی مرید نے بھی زنا وغیرہ کا الزام عائد نہیں کیا۔ جن الزامات کی آپ نے نشان دہی کی ہے' بائبل کے مفسرین اور قرآن مجید کے مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ باتیں بعد کی اختراع ہیں۔ اگر آپ کے پاس کوئی تاریخی ثبوت ہو کہ کسی نبی پر ان کی زندگی میں' ان کے ماننے والوں میں سے کسی نے زنا کا الزام لگایا ہے تو مجھے حوالہ کے ساتھ تحریر کریں۔

دوم : تمام انبیاء علیہم السلام کی بریت اور عصمت پر قرآن مجید نے گواہی دی ہے۔ اس وجہ سے ہر مسلمان ہر ایک نبی کی پاک دامنی کے لیے ہر قسم کا حلف اٹھانے کو تیار ہے' بلکہ آپ سے بھی یہ کہا جائے کہ بائبل کے مطعون انبیاء علیہم

السلام کی پاک دامنی پر حلف اٹھائیں تو آپ انشراح صدر سے تیار ہو جائیں گے۔
سوم : آپ' خلیفہ صاحب پر زنا کا الزام لگانے والوں کو قرآن کی کسی نامعلوم آیت کی روشنی میں قابل نفرین اور جھوٹا قرار دیتے ہیں۔ جب آپ کو خلیفہ صاحب کی پاک دامنی پر اتنا ہی یقین ہے تو پھر آپ مندرجہ ذیل قسم کھانے سے گریز کیوں کرتے ہیں۔ یہ الفاظ' میں کسی اور خط میں بھی لکھ چکا ہوں' اب دوبارہ لکھ دیتا ہوں۔

"میں اپنے خدا کو حاضر و ناظر جان کر قسم کھاتا ہوں' جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے کہ مرزا محمود احمد مرحوم خلیفہ ثانی کی ذات پر جو وقتاً" فوقتاً" الزامات لگتے رہے ہیں' وہ غلط اور بے بنیاد ہیں۔ میں گھر کا ایک فرد ہونے کی وجہ سے حق الیقین کی بنا پر کہتا ہوں کہ مرزا محمود احمد صاحب مرحوم مقدس' پاکباز' اسلامی عبادات کو کماحقہ ادا کرنے والے اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی پیش گوئی مصلح موعود کے حقیقی مصداق ہیں۔ اگر میں حلف میں جھوٹا ہوں تو خدا تعالٰی مجھ پر ایک سال تک ایسا عذاب نازل کرے جو تمام دنیا کے لیے عبرت کا موجب ہو"۔

مجھے امید ہے کہ میرے متذکرہ بالا حلف کے الفاظ کو لکھ کر دستخط کر دیں گے۔
میرے نزدیک خلیفہ صاحب کی بریت کے لیے دو ہی راستے تھے:
اول : ان کا خود مباہلہ کرنا۔
دوم : آپ کے گھر کے کسی ممبر کا حلف اٹھانا۔ (گھر کے ممبر سے مراد آپ کی ازواج اور لڑکے ہیں) چونکہ خلیفہ صاحب اپنی زندگی میں مباہلہ کی دعوت دینے والوں کے مقابل نہیں آئے۔ اب کسی متذبذب آدمی کے اطمینان کا ایک ہی طریقہ ہے' وہ ہے گھر کے کسی آدمی کا حلف اٹھانا۔ اس وجہ سے میں نے آپ کی خدمت میں لکھا تھا۔ افسوس یہ ہے کہ آپ جواب دیتے ہیں لیکن حلف نہیں اٹھاتے۔ آپ کا حلف نہ

اٹھانے کی وجہ سے میرا شک یقین میں متبدل ہوتا جا رہا ہے۔ آپ قرآن کی روشنی میں الزام لگانے والوں کو جھوٹا قرار دیتے ہیں' لیکن خلیفہ صاحب کی پاک دامنی پر حلف نہیں اٹھاتے' اس کی کیا وجہ ہے؟

میرے نزدیک تو قرآن مجید کی کسی آیت سے اشارۃ النص کے طور پر بھی ان کی بریت ظاہر نہیں ہوتی۔ معلوم نہیں کہ آپ سورۂ نور کی آیت 12 - 13 سے خلیفہ صاحب کی پاک دامنی پر کس طرح استدلال کرتے ہیں؟

میں تمام بحثوں کو ایک طرف رکھتے ہوئے صرف آپ سے یہ استدعا کرتا ہوں کہ آپ متذکرہ بالا لفظوں میں قسم کھا کر مجھے اطمینان دلا دیں۔ میں قسم کا مطالبہ اس وجہ سے کر رہا ہوں کہ ڈیرہ غازی خان میں اس قسم کے آدمی بھی ہیں جو اس تحدی سے دعویٰ کرتے ہیں کہ خلیفہ صاحب کے خاندان کا کوئی فرد بھی آپ کی پاک دامنی پر قسم نہیں کھا سکتا۔ والسلام

شفیق الرحمٰن خاں معرفت مولوی محمد افضل صاحب
بلاک نمبر 12' ڈیرہ غازی خان
7 - 11 - 66

اہلیہ صاحبہ جناب عبدالرب خاں اور "قمر الانبیا"

عبدالرب خاں صاحب حال فیصل آباد' بیان کرتے ہیں کہ "ہم مرزا بشیر احمد المعروف "قمر الانبیاء" کے گھر میں رہ رہے تھے کہ ایک رات کو آندھی سی آگئی۔ سب افراد خانہ کمروں میں جانے لگے۔ میری اہلیہ مرحومہ برآمدے سے گزر رہی تھیں کہ میاں بشیر سامنے سے آگئے اور انہوں نے میری اہلیہ کو چھاتیوں سے پکڑنا چاہا۔ وہ بڑی غیرت مند خاتون تھیں' انہوں نے ایک زناٹے دار تھپڑ میاں بشیر کے چہرے پر رسید کیا' جس سے وہ دہرے ہوگئے۔ صبح کے وقت انہوں نے مجھے ناشتے پر بلایا۔ میں نے انہیں اس بدمعاشی پر ڈانٹا تو وہ کہنے لگے' رات آندھی تھی' کچھ مجھے نزلہ کی

شکایت بھی تھی' اس لیے میں نے سمجھا کہ شاید میری بیوی ہیں۔ ابھی انہوں نے اتنا ہی کہا تھا کہ میری اہلیہ اوپر سے آگئیں اور انہوں نے ایک دوہنٹر میری پشت پر رسید کیا اور کہا: چلو اٹھو' تم اس بدمعاش کے پاس بیٹھے ہوئے ہو"۔

"قمرالانبیا" غیور پٹھان کے کمرے میں

حکیم عبدالوہاب عمر صاحب کا بیان ہے کہ مرزا بشیر احمد المعروف "قمرالانبیاء" ایک پٹھان لڑکے غیور میں بڑی دلچسپی لیا کرتے تھے اور ٹی آئی ہائی سکول قادیان میں انہوں نے پارٹیشن کروا کے غیور کے لیے ایک علیحدہ کمرے کا اہتمام بھی کر دیا تھا۔ غیور' پیازی رنگ کا بہت ہی حسین و جمیل لڑکا تھا۔ میاں صاحب کو اسے دیکھے بغیر چین نہ آتا تھا۔ ایک دفعہ وہ میٹرک کا امتحان دینے کے لیے بٹالہ گیا اور پھر امتحان ختم ہونے کے بعد قادیان واپس پہنچا۔ آدھی رات کا عمل تھا اور بارش ہو رہی تھی۔ میاں صاحب کو پتہ لگا تو انہیں آتش شوق نے بے قرار کر دیا اور وہ بارش میں بھیگتے ہوئے غیور کے کمرے کی کھڑکی کے سامنے جا کھڑے ہوئے اور کافی دیر اس سے گفتگو کرتے رہے۔ میاں صاحب کا ارادہ تھا کہ غیور کی شادی' صاحبزادی ناصرہ بیگم سے کروا دیں' مگر خلیفہ جی راضی نہ ہوئے۔ اس پر میاں بشیر احمد نے خان بہادر دلاور خاں سے غیور کے لیے سلسلہ جنبانی کی۔ خان صاحب مذکور نے اپنی سوانح میں لکھا ہے کہ میں نے اس لڑکے کے بارہ میں تحقیقات کی تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ منشیات کا عادی ہے۔ اس پر میں حیران ہوا کہ میاں صاحب نے ایسے لڑکے کے بارہ میں سفارش کیوں کی۔ غیور معروف و مجہول ہر رنگ میں طبع آزما رہا' منشیات کا عادی ہوگیا اور پھر انہی وجوہ کی بنا پر راہی ملک عدم ہوا۔

دربارہ میاں شریف احمد

مولوی عبدالکریم ٹمپل روڈ لاہور کے والد محترم "خاندان نبوت" کے گھر میں

خانساماں کے طور پر کام کرتے تھے۔ اس وجہ سے ان کا بچپن انہی "مقدسین" کے درمیان گزرا ہے۔ انہوں نے متعدد افراد کے سامنے اور خود مولف کے سامنے متعدد مرتبہ بیان کیا کہ ایک مرتبہ وہ شام کے دھندلکے میں مختلف کمروں میں شمعیں روشن کر رہے تھے کہ انہیں ایک کمرے سے کچھ آوازیں سنائی دیں۔ کمرے کے اندر گئے تو وہاں مرزا شریف احمد استانی میمونہ کی صاحبزادی صادقہ کے ساتھ مصروف پیکار تھا۔ دروازہ کھلا تو صادقہ کی جان میں جان آئی اور میاں شریف بھی آہستہ سے کھسک گیا اور صادقہ نے ان کا شکریہ ادا کیا۔

● یہی صاحب بیان کرتے ہیں کہ فوج سے یک گونہ تعلق رکھنے کی وجہ سے میاں شریف کو گاہے ماہے انبالے جانے کا موقع ملتا تھا۔ ایک مرتبہ وہ ایک خوبصورت بے ریش' امرد ہندو لڑکے جگدیش کو بہلا پھسلا کر اپنے ساتھ لے آئے اور پھر ایک عرصہ تک اس کے ساتھ ان کے تعلقات اور عجمی ذوق کے واقعات لوگوں کی زبان پر آتے رہے اور "مخلص مرید" بسا اوقات ان حالتوں میں بھی ان کی دست بوسی کر رہے ہوتے' جبکہ وہ جنبی حالت میں ہوتے۔

● میاں شریف کی ایک صاحبزادی امتہ الودود اچانک دماغ کی شریان پھٹ جانے کی وجہ سے فوت ہوگئی تھیں۔ اس کے متعلق مختلف نوع کی روایات واقفان حال بیان کرتے ہیں۔ مولوی صاحب موصوف کا کہنا ہے کہ چونکہ میں خود انہی کے گھروں میں پلا ہوں' اس لیے میں نے اس حادثہ فاجعہ کے بارہ میں مکمل تحقیقات کی تو مجھے معلوم ہوا کہ امتہ الودود کو اس کی سہیلی صادقہ ملنے کے لیے آئی۔ گرمی کے دن تھے' اس لیے اس نے کہا' میں ذرا غسل کر لوں۔ وہ غسل کرنے کے لیے باتھ روم میں چلی گئی۔ جب نہا دھو کر اس نے باتھ روم کا دروازہ کھولا تو اس نے دیکھا کہ میاں شریف کچھ فاصلے پر کھڑا ہے اور فحش اشارے کر رہا ہے۔ اتنے میں امتہ الوودو بھی آگئی۔

اب یہ تینوں اس طرح کھڑے تھے کہ میاں شریف درمیان میں تھا اور صادقہ

اور وہ دونوں آمنے سامنے تھے۔ امتہ الوود و نے دیکھا کہ صادقہ کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا ہے اور جا رہا ہے۔ اس نے پوچھا' کیا معاملہ ہے۔ اس پر میاں شریف نے مڑکر دیکھا تو اپنی صاحبزادی کو پیچھے کھڑا پایا۔ بیٹی اس صدمہ کو برداشت نہ کر سکی اور فوراً ہی ہلاک ہو گئی۔

سدومیت اور ربوہ

تقسیم برصغیر سے قبل قادیان اور سدومیت کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ تھا اور آج کل سدومیت ربوہ کی کاٹیج انڈسٹری ہے۔ جائے رہائش سے محروم' قبائلی معاشرے میں جکڑے ہوئے' معمولی تنخواہوں پر "خدمت دین" کا فریضہ سرانجام دینے والے ملازمین یا ملزمان ایک لمبے عرصے تک رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے سے محروم رہتے ہیں اور انہیں ایک ایسی بستی میں رہنا پڑتا ہے' جہاں نہ کوئی پارک ہے نہ سینما' نہ ہوٹل ہے نہ تھیٹر' وہاں زندگی کی تمام آسائشیں صرف ایک خاندان کے لیے وقف ہیں' جو دوسروں کو تو اس امر کی نصیحت کرتا ہے ع

مرد وہ ہے جو جفاکش ہو گل اندام نہ ہو

لیکن خود موسم گرما کی پہلی کرن پڑنے پر بورین کی طرف بھاگ کھڑا ہوتا ہے اور گاہے ماہے "مہمات دینیہ" کی سرانجام دہی کے لیے یورپ اور امریکہ میں گلچھرے اڑاتا پھرتا ہے۔ اب مجبور مریدوں کے لیے "تفریح" کا سوائے اس کے کوئی ذریعہ نہیں کہ وہ عجمی ذوق سے اپنا دل بہلائیں' اس لیے وہ دوران سال تو تعلیمی اداروں کے طلبا سے دل بہلاتے ہیں اور پھر ورائٹی کی تلاش میں اپنے "ظلی حج" یعنی سالانہ میلے کا انتظار کرتے ہیں اور اس "روحانیت سے معمور" موقع پر ڈیوٹی پر متعین نوجوان اپنے ساتھیوں اور "افسروں" کا نشانہ ستم بنتے ہیں اور اکثر و بیشتر تو خود اس قدر عادی ہو جاتے ہیں کہ ان کی "آتش شوق" انہیں بے چین کیے رکھتی ہے۔ میلے کے موقع کے علاوہ خدام الاحمدیہ کے اجتماعات اور تربیتی کلاسیں اس "فن شریف" کے مظاہرے

کے دن ہوتے ہیں۔ 1974 میں ایسی ہی ایک تربیتی کلاس کے موقع پر ایک ہی رات میں "اساتذہ اور طلبا" کی سترہ ایسی وارداتیں ہوئیں' جن کی ازاں بعد انکوائری ہوئی مگر اس تحقیق کا مقصد بھی نئے شکاروں کی تعیین کے علاوہ کچھ نہ تھا' سو کچھ نہ ہوا۔ ایسی ہی ایک تربیتی کلاس کے موقع پر خلیفہ ربوہ کے ایک پرائیویٹ سیکرٹری کے ایک نہایت قریبی عزیز اور ایک سابق مبلغ نے' جو آج کل سی۔ ڈی۔ اے راولپنڈی میں ملازم ہیں' مجھے بتایا کہ میں نے اپنے ایک شاگرد کو تربیتی کلاس میں شمولیت کے لیے ربوہ بھیجا ہے' لیکن اسے یہ ہدایت کر دی ہے کہ وہاں اساتذہ کرام امرد پرستی کے شائق اور ایرانی مذاق کے رسیا ہیں' وہ ضرور تم پر ہاتھ صاف کرنے کی کوشش کریں گے' اس لیے اگر ایسا کوئی موقع پیش آ جائے تو تم بچ بچا کر آ جانا تو یہ خدمت میں سرانجام دوں گا۔

ربوہ کے تعلیمی اداروں میں ایسی گھاتیں اور وارداتیں بکثرت ہوتی ہیں۔ ربوہ میں قادیانی امت کے شعراء کی اکثر بیشتر نظمیں اس قدر گندی اور اتنی غلیظ ہیں کہ ان کو نقل کرنا بھی بار خاطر ہے۔ یہ غلاظت ان کے قلب و ذہن میں اس طرح جاگزین ہوئی ہے کہ وہ اپنے "نبی صاحب" کو بھی معاف نہیں کرتے۔ مرزا غلام احمد کا ایک شعر ہے ۔

کس قدر ظاہر ہے نور اس مبداء الانوار کا
بن رہا ہے سارا عالم آئینہ ابصار کا

ایک قادیانی اپنے مزاج کے مطابق اس کی پیروڈی یوں کہتا ہے ۔

کس قدر ظاہر نور اس مبداء الانوار کا
جس پہ میں مرتا ہوں وہ لونڈا ہے تھانیدار کا

ہم علیٰ وجہ البصیرت اپنی روئت عینی اور علم قطعی کی بنا پر جانتے ہیں کہ ربوہ میں سدومیت اس پیمانے پر ہے کہ اگر خدا نے ربوہ کو تباہ نہ کیا تو اسے سدوم اور عمورہ کی بستیوں سے معذرت کرنا پڑے گی۔ اس کی صداقت کی شہادت ہر وہ شخص دے گا

جس کو ربوہ کے احوال و ظروف سے ذرا سی بھی واقفیت ہے۔ نوعمر طلبہ کو پھانسنے کے لیے ایک نظم وہاں ماہرین نے لکھ رکھی ہے' جو وہ امردوں کو سنا کر انہیں مائل بہ کرم کرتے ہیں۔ اس نظم کے چند بند پیش خدمت ہیں۔

ذکر ماضی پہ ہے دنیا کا سبھی دارومدار
روز ہیں عہد گزشتہ کے ہی ذکر و اذکار
فطرتاً" یاد گزشتہ سے ہے انساں کو پیار
میں بے چارہ بھی ہوا ہوں اسی عادت کا شکار
یاد گزرا ہوا آتا ہے زمانہ ہر دم
دل کے پہلو میں ہے ماضی کا سینما ہر دم
یاد آتے ہیں وہ دن جب کہ مسیحا میں تھا
کشور عشق میں جب حسن کا دادر میں تھا
کہیں شیریں کہیں عذرا کہیں لیلیٰ میں تھا
شوخیاں بلکہ مجھے حسن سکھا دیتا تھا
میرے عشاق کے نمبر کو بڑھا دیتا تھا
آئے دن میرے لیے جنگ ہوا کرتے تھے
روز عاشق میرے آپس میں لڑا کرتے تھے
پٹ کے بھی ترک نہ کرتے تھے خریدار مجھے
یاد کرتے تھے مرے عاشق بیمار مجھے
جو کہ عشاق سے پر تھی وہ گلی میری تھی
جو کئی بار کھلی تھی وہ کلی میری تھی
ہر طرف شہر میں اک شور تھا برپا میرا
خوب تھا کوچہ و بازار میں چرچا میرا
سب مجھے جلوہ گہ شان خدا کہتے تھے

اور زاہد مجھے بیت اللہ نما کہتے تھے
تانگے والے میرے جلوے کے تمنائی تھے
سائیکلوں والے میرے عشق کے سودائی تھے
سبھی استاد میرے وصل کے شیدائی تھے
ان میں اکثر میرے ظاہر میں بڑے بھائی تھے
مجھ سے پیش آتا تھا اچھی طرح کالج کا سٹاف
اور اکثر میرا ہو جاتا تھا جرمانہ معاف
میرے استاد مجھے ہاتھ میں لانے کے لیے
رات کو گھر پہ بلاتے تھے پڑھانے کے لیے
کوششیں کرتے تھے پھر گھر پہ سلانے کے لیے
عشق کا راز اندھیرے میں بتانے کے لیے
میں وفادار وہیں رات کو سو جاتا تھا
پاس ہر سال بڑی شان سے ہو جاتا تھا
ہائے افسوس مگر اب وہ زمانہ نہ رہا
ایک بھی حسن کے زنار میں دانا نہ رہا
اب آنا نہ رہا مجھ کو بلانا نہ رہا
دعوتوں میں مجھے منت سے بٹھانا نہ رہا
دیکھتا کوئی نہیں اب مجھے بادیدۂ ناز
ہائے سب بھول گئے اب میرے الطاف و نیاز
شمع نے خوب جلا کر میرے پروانوں کو
بے نیازی کا سبق دے دیا دیوانوں کو
کوئی کہتا تھا میرے گھر پہ ذرا کل آنا
چائے بھی پینا وہیں کھانا وہیں پر کھانا

میٹھی باتوں سے ذرا دل بھی میرا بہلانا
جان من للہ مجھے اور نہ اب ترسانا
کل کو آنے کے لیے لیں ابھی سائیکل لے لیں
اپنے مجنوں سے خدا کے لیے محمل لے لیں
ورنہ اک روز گلا کاٹ کے مر جاؤں گا
خودکشی کر کے زمانے سے گزر چکا ہوں گا
مسکرا کر میں کہا کرتا تھا اچھا اچھا
اشک آنکھوں میں یہ کیسے ہیں یہ رونا کیسا
کل فلاں پل پہ سرشام ملاقات سہی
آپ کے صدمہ فرقت کی مکافات سہی
جن کے سبب حسرت و ارماں نکالے میں نے
جن کو کرنے نہ دیے ہجر میں نالے میں نے
جن کے دل حسن کی آغوش میں پالے میں نے
خوابگاہوں میں کیے جن کی اجالے میں نے
چھیڑتے ہیں وہ میرا کھینچ کے دامن الٹا
دے رہے ہیں میرے احسانوں کا بدلہ الٹا
شیو دو بار صبح و شام کراتا ہوں میں
جڑھ سے مونچھوں کو بھی ہر روز اڑاتا ہوں میں
گال پہ سرخی و پوڈر بھی لگاتا ہوں میں
لوگ چالاک مگر راز سمجھ جاتے ہیں
اک بناوٹ ہے میرا ناز سمجھ جاتے ہیں
ہائے بالوں نے میرا گلشن جوبن لوٹا
روسیاہیوں نے میرے حسن کا خرمن لوٹا

اے خدا حسن کا سربز گلستاں کر دے
میرے رخسار کے ہر بال کو پنہاں کر دے
پھر زمانے میں مجھے شاہ حسیناں کر دے
پھر میرے واسطے عالم کو پریشاں کر دے
پھر میری وادی پرخار میں آ جائے بہار
پھر میرے عشق کے ہو جائیں ہزاروں بیمار

❀❀❀

رحمت اللہ اروپی کا کشتہ

○ رحمت اللہ اروپی گوجرانوالہ کے ایک مضافاتی قصبہ اروپ کے رہنے والے ہیں۔ کافی عرصہ ہوا' ان سے ملاقات نہیں ہوئی۔ اس لیے یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ وہ زندہ ہیں یا قید حیات سے آزاد ہو چکے ہیں۔ بہرحال اگر وہ زندہ ہیں تو خدا انہیں صحت و عافیت دے کہ انہوں نے قادیانی امت مجہولہ کی طرح مرزا غلام احمد کو امتی اور نبی' ایک پہلو سے امتی اور ایک پہلو سے نبی' غیر تشریعی نبی' لغوی معنوں میں نبی اور ظلی اور بروزی نبی کے گورکھ دھندے میں نہیں الجھایا۔ بلکہ مرد میدان بن کر صاف کہا ہے کہ وہ مرزا غلام احمد کو صاحب شریعت نبی تسلیم کرتے ہیں۔

۱۹۷۴ء میں جب قادیانی امت کو چوہڑوں' چماروں' پارسیوں اور ہندوؤں کی صف میں شامل کر کے دائرہ اسلام سے خارج قرار دے دیا گیا تو انہوں نے اپنا یہ موقف حکومت کو پیش کیا کہ وہ اس فیصلے کو تسلیم کرتے ہیں کہ وہ غیر مسلم ہیں لیکن وہ مرزا غلام احمد کو تشریعی نبی ماننے سے انکار کرنے کے لیے تیار نہیں۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ اوائل جوانی میں جب وہ اپنے والد کے ساتھ قادیان میں تھے تو انہیں قائد خدام

الاحمدیہ ہونے کا اعزاز بھی حاصل رہا اور ان ایام میں وہ لوائے احمدیت کو پکڑ کر قصر خلافت کے ہر حصے میں آزادانہ آتے جاتے تھے۔ انہی ایام میں اپنے اخلاص کے اظہار کے لیے ہر سہ پہر کو وہ ایک ایسے چوزے کو جو ابھی اذان نہیں دیتا تھا' ذبح کر کے اور اس کے پیٹ میں ایک کشمیری سیب کو چھید کر رکھ کر پاؤ بھر گھی اور ایک چھٹانک گری' بادام اور کشمش میں ہلکی آنچ پر پکا کر اس کا سوپ حضرت صاحب (مرزا محمود احمد) کی خدمت میں پیش کیا کرتے تھے اور کبھی کبھار اس کے ساتھ بیسن کی گھی میں تر بتر تندوری روٹی بھی انہیں بھجوایا کرتے تھے۔ اتنا کہہ کر وہ خاموش ہو گئے تو میں نے پوچھا کہ ایسی مرغن اور مقوی غذائیں کھانے والا سرکاری سانڈ پھر کوئی اپنی یا بیگانی کھیتی ویران کیے بغیر رہ سکے گا؟ تو وہ دھیمے سے مسکرا کر کہنے لگے کہ جب مجھے اپنی اس خدمت کے نتائج کا علم ہوا تو اس وقت تک کئی گھر اجڑ چکے تھے اور میرے ہاتھ میں صرف خدام الاحمدیہ کا ڈنڈا ہی باقی رہ گیا تھا اور میں یہ سوچنے لگ پڑا تھا کہ جب انسان کے پاس دنیاوی وسائل کی فراوانی ہو' نوعمر لڑکیوں اور لڑکوں سے میل جول کے مواقع بھی پوری طرح میسر ہوں' اندھی عقیدت سے مخمور مرید اپنے پیر کے متعلق کوئی سچی سے سچی بات سننے سے بھی انکاری ہوں تو ایسا پیر اگر بدمعاشی نہ کرے تو پھر شاید اس سے بڑا بدمعاش اور کوئی نہ ہو گا اور اسی سے روکنے کے لیے اسلام نے تہمت کے مواقع سے بھی بچنے کی تلقین کی ہے۔

میں نے ایک بہت پرانے قادیانی سے' جو مرزا غلام احمد سے لے کر مرزا طاہر احمد تک کے جملہ حالات سے واقف ہیں اور سال خوردگی کی انتہائی سٹیج پر ہونے کی وجہ سے اپنا نام ظاہر نہیں کرنا چاہتے' اس بارے میں پوچھا تو کہنے لگے مرزا صاحب (مراد مرزا غلام احمد) نے بھی بڑھاپے میں

"ہر چہ باید نو عروسے را ہمہ ساماں کنم
واں چہ مطلوب شما باشد عطائے آں کنم

کے تحت ایک نوجوان لڑکی سے شادی رچا کر اسے اللہ رکھی سے نصرت جہاں بیگم بنا دیا تھا لیکن فطرت کی تعزیروں نے وہاں بھی اپنا کام دکھایا اور پھر ان کی اولاد نے جو کچھ کیا اور جنسی عصیان میں جس مقام تک پہنچی' یہ کام کشتوں کی اولاد ہی کرتی ہے۔ نارمل اولاد یہ کام نہیں کر سکتی۔ کیونکہ کشتوں کے پشتے لگا دینا اس کا کام ہی نہیں۔

میچ کی تیاری --- بیٹنگ اور باؤلنگ

○ یہ ان دنوں کی بات ہے جب مرزا ناصر احمد آنجہانی نے فاطمہ جناح میڈیکل کالج کی ایک ایسی طالبہ کو اپنے حبالہ عقد میں لے لیا تھا' جس پر ان کے صاحبزادے مرزا لقمان احمد نے ڈورے ڈالے ہوئے تھے۔ انہی ایام میں قادیانی حلقوں میں یہ بھی سننے میں آیا کہ مرزا ناصر احمد اور مرزا لقمان میں شدید شکر رنجی ہی نہیں بلکہ باقاعدہ مخاصمت کا آغاز ہو گیا ہے۔ میں نے ایک پرانے قادیانی خاندان کے کسی قدر مضطرب ایک فرد وائی ایم سی اے کارنر (دی مال لاہور) پر چائے کی دکان کے مالک انیس احمد سے پوچھا کہ ان خبروں میں کس حد تک صداقت موجود ہے تو انہوں نے بے ساختہ کہا کہ ایسا ہونا تو لازمی تھا۔ کیونکہ کرکٹ میچ کی تیاری تو بیٹے نے کی تھی مگر والد صاحب نے اس پر بیٹنگ اور باؤلنگ شروع کر دی اور پھر وہی ہوا جو ایسے معاملات میں ہوا کرتا ہے کہ چڑھتی دھوپ اور ڈھلتی چھاؤں میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی دوڑ شروع ہو گئی۔ مرزا ناصر احمد نے اپنے از کار رفتہ اعضاء میں جوانی کی امنگیں بھرنے کے لیے تمام جدید وسائل علاج میسر ہونے کے باوجود کشتے کا استعمال شروع کیا' جو راس نہ آیا اور اس کا جسم پھول کر کپا بن گیا اور وہ آناً فاناً اللہ تعالیٰ کی عبرتناک گرفت میں آ کر کشتے کی آگ میں جھلنے کے بعد نار جہنم کا ایندھن بننے کے لیے عدم آباد سدھار گیا۔

ہمارے ایک قادیانی دوست نے مرزا ناصر احمد کی اس شہادت پر انہیں شہید فرج کا خطاب دیا ہے اور ان کا اصل خط بھی میرے پاس محفوظ ہے۔ بعد میں ایک مشترکہ دوست کے ذریعے میں نے انہیں یہ پیغام بھیجا کہ اس خطاب کو تراشنے کے لیے آپ نے بلاوجہ زحمت کی۔ فیروز اللغات میں اس کے لیے چوتیا شہید کا محاورہ پہلے سے موجود ہے تو انہوں نے ہنستے

ہوئے جواباً کہا کہ لغوی اعتبار سے یہ بات تو ٹھیک ہے لیکن یہ خاندان جنس کے طوفان میں جس طرح غرقاب ہے' اس کے لیے لغت بھی نئی ہی کائن Coin کرنی پڑے گی۔

آلہ واردات

○ ملک عزیز الرحمٰن ۸۔ اے عزیز ولا کرشن نگر لاہور میرے قریبی عزیز ہیں اور اپنی مخصوص ذہنی تطہیر کے باعث وہ ابھی تک مرزا غلام احمد کو مسیح موعود' مہدی موعود اور مجدد وقت تسلیم کرتے ہیں اور ہر وقت اس کا پرچار کرتے رہنے کو ہی ذریعہ نجات سمجھتے ہیں۔ ان کا کسی قدر مزید تعارف کرا دوں۔ یہ احمدیہ پاکٹ بک کے مصنف ملک عبدالرحمٰن خادم ایڈووکیٹ گجرات' جنہوں نے کسی زمانے میں "احمدیہ پاکٹ بک" لکھی' کے سگے بھائی ہیں۔ ان کے ایک دوسرے برادر معروف لیبر لیڈر راحت ملک بھی ان کے سگے بھائی ہیں' جنہوں نے کسی دور میں خلیفہ ربوہ کے بارے میں "ربوہ کا مذہبی آمر" کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی اور انہوں نے خود خالد احمدیت کا خطاب پانے والے اپنے بھائی کے بارے میں یہ لکھا ہے کہ وہ فن اغلامیات میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔

ملک عزیز الرحمٰن قصر خلافت میں سپرنٹنڈنٹ کے عہدہ پر فائز رہے اور جب انہیں مرزا محمود احمد کے بارے میں پورے یقین کے ساتھ یہ معلوم ہو گیا کہ وہ ایک بدمعاش اور بدکردار آدمی ہے تو انہوں نے اس سے ایسی مکمل علیحدگی اختیار کر لی کہ اپنے خالد احمدیت بھائی کا جنازہ اس بنا پر نہ پڑھا کہ اسے بھی یقینی علم تھا کہ مرزا محمود احمد بدمعاش ہے مگر اس کے باوجود وہ اسے مصلح موعود ثابت کرنے پر تلا رہا۔ وہ مرزا غلام احمد کو تو مجدد وقت اور مسیح موعود ثابت کرنے کے لیے تو غالیانہ انداز میں تبلیغ کرتے رہتے ہیں لیکن اسی تواتر سے مرزا محمود احمد کو بدمعاش اور بدکردار ثابت کرنے کے لیے بیسیوں پمفلٹ شائع کر چکے ہیں۔

اس سے ان کی اپنے افکار و نظریات میں پختگی کا اندازہ ہو سکتا ہے اور وہ اس معاملے میں اتنے متشدد ہیں کہ کہتے ہیں چونکہ مرزا محمود احمد اور ان کی والدہ "نصرت جہاں بیگم"

دونوں ہی ایک قبیل سے تعلق رکھتے تھے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے دونوں کو مرزا غلام احمد کی پیش گوئی کے مطابق قادیان کی "پاک" سرزمین سے نکال کر ربوہ کی لعنتی سرزمین میں لا دفن کیا ہے۔

وہ اسی پر اکتفا نہیں کرتے' بلکہ "پسر موعود" اور "زوجہ موعود" کے ربط و ضبط کے بارے میں بھی ایسی ناگفتنی باتیں کہہ جاتے ہیں کہ میرے جیسے بندے کو بھی' جو قادیانی خلفاء سے لے کر جہلا تک کی ساری کرتوتوں کے سلسلے میں کسی اشتباہ کا شکار نہیں' تذبذب کی کیفیت سے دوچار ہو کر یہ سوچنا پڑتا ہے کہ یاالٰہی یہ ماجرا کیا ہے اور صرف یہی خیال آتا ہے کہ آدمی جب گناہ کی دلدل میں دھنستا ہے تو پھر اس حد تک کیوں دھنستا چلا جاتا ہے کہ جب تک اسفل السافلین کے مقام پر نہ پہنچ جائے' اس وقت تک اسے چین نہیں آتا۔

ملک عزیز الرحمٰن صاحب گھر کے بھیدی تھے۔ اس لیے تیقن کے مقام پر پہنچنا ان کے لیے کوئی زیادہ مشکل نہ تھا۔ لیکن جب وہ اپنی تحقیق عارفانہ سے مرزا محمود احمد اور اس شوق فروزاں کے متعلق ٹھوس معلومات ملنے اور مشاہدات سے اسے مزید پختہ کرنے تک پہنچ گئے تو پیریت کی زنجیروں کو ایک جھٹکے سے توڑنے کے لیے انہوں نے اپنی اہلیہ محترمہ عظمت بیگم کو استرا دے کر قصر خلافت بھجوا دیا اور کہا اگر حضرت صاحب دست درازی کی کوشش کریں تو پھر انہیں آلہ واردات سے ہی محروم کر دینا لیکن خلیفہ صاحب بھی گرگ باراں دیدہ تھے اور انہوں نے اپنی معصیتوں کو چھپانے کا بڑا فرعونی نظام وضع کر رکھا تھا۔ تلاشی لی گئی اور عظمت بیگم سے استرا برآمد ہو گیا اور ملک صاحب کو ان کے پورے خاندان سمیت ربوہ بدر کر دیا گیا۔

صالح نور نے مجھے بتایا کہ میں نے ازراہ مذاق ملک صاحب سے پوچھا کہ آپ اس کے موالید ثلاثہ یعنی تھبولا ناتھ کو کیوں کٹوانا چاہتے تھے تو انہوں نے کہا کہ یہ ایک عملی ثبوت بھی ہوتا اور ویسے بھی ایک نادر چیز ہونے کے اعتبار سے اس کی قیمت کروڑوں سے کم نہ ہوتی اور میں تو اسے سرکے کی بوتل میں ڈال کے رکھتا۔

تکبیر اور ذبیحہ

○ میں نے مباہلہ والے زاہد سے پوچھا کہ حکیم عبدالوہاب جو نورالدین کے بیٹے ہیں' وہ تو مرزا محمود احمد کی تمام رنگینیوں کو بڑے مزے لے لے کر بیان کرتے رہتے ہیں لیکن ان کے بھائی عبدالمنان عمر بڑی پر اسرار خاموشی اختیار کیے رکھتے ہیں۔ کیا انہیں علم نہیں کہ مرزا محمود احمد ایک بدکردار آدمی تھے تو وہ کہنے لگے کہ میں اب بڑھاپے کی اس منزل میں ہوں' جہاں اس قسم کی باتوں کے کرنے سے انسان طبعاً حجاب کرتا ہے لیکن چونکہ یہ ایک صداقت کا اظہار ہے' اس لیے میں برملا اس امر کا اقرار کرتا ہوں کہ میاں عبدالمنان عمر کو مرزا محمود احمد کی تمام وارداتوں کا پوری طرح علم ہے اور ان کا ڈپلومیسی کے تحت اس بارے میں زبان نہ کھولنا محض منافقت ہے ورنہ میں اپنی نوعمری میں جب خود شعلہ جوالہ ہوتا تھا تو مجھے علم ہے کہ قصر خلافت کے ایک دروازے پر میاں عبدالمنان عمر کھڑے ہوتے تھے اور دوسرے پر میں اور ہمیں اس بات کا یقینی علم ہوتا تھا کہ اندر کیا ہو رہا ہے اور انہی ایام میں وہ عیاش پیر کبھی مجھ پر تکبیر پھیر دیتا تھا اور کبھی میاں منان کا ذبیحہ کر دیتا تھا۔

اک تے تہاڈیاں نمازاں نے......

○ "فتنہ انکار ختم نبوت" کے مولف مرزا احمد حسین اگرچہ خاندان نبوت کاذبہ کے درون حرم ہونے والے واقعات سے صرف آگاہ ہی نہیں تھے بلکہ مشاہدے کی سرحدوں سے نکل کر تجربے کی کٹھالی سے نکلنے کی دہلیز پر آپہنچے تھے لیکن اس مرحلے پر اپنی بزدلی یا نام نہاد پارسائی کی بنا پر ناکامی سے دوچار ہونے کے بعد انہیں مرزا محمود احمد

اور ان کے چھٹے ہوئے بدمعاشوں کے ہاتھوں جس ذہنی تشدد اور اذیت کا شکار ہونا پڑا اور جس طرح ان کے جسم کے ناسور والے حصے پر پٹی لگانے سے ڈاکٹر کو حکماً" منع کر دیا گیا' اس کا ان پر اتنا گہرا اثر رہا کہ وہ اپنے دم واپسیں تک مرزا محمود احمد کی خلوتوں کے بارے میں اشارتاً اور کنایتہ" ہی گفتگو کرتے رہے اور مذکورہ بالا کتاب میں بھی جو باتیں اس ضمن میں انہوں نے درج کی ہیں' ان میں سریت اور اخفا کا پہلو غالب ہے۔

ایک روایت انہوں نے مصلح الدین کے حوالے سے متعدد مرتبہ چینیز لنچ ھوم دی مال لاہور میں بیان کی' جسے سننے والے بیسیوں افراد خدا تعالٰی کے فضل و کرم سے زندہ سلامت موجود ہیں لیکن چونکہ وہ حسب معمول اسرار کے پردوں میں لپٹی ہوئی تھی' اس لیے یہ یونہی ملفوف اور راز سربستہ رہی۔ اس کا اصلی نقاب صلاح الدین ناصر بنگالی مرحوم نے سرکایا اور پھر چودھری فتح محمد عرف ھتہ سابق فیجر ملتان آئل ملز حال شالیمار ٹاؤن لاہور نے رہی سہی کسر بھی نکال دی۔ میں نے کہا کہ چودھری صاحب آپ تو علم و تحقیق کی دنیا کے آدمی نہیں آپ کو قادیان میں مرزا محمود احمد کی بدکرداری کا کیسے علم ہوگیا تو کہنے لگے افسوس کہ بھرپور جوانی کی لہریں میں بھی اس سیلاب میں بہہ گیا تھا تو میں نے کہا کہ پھر آپ اس سے نکلے کیوں کر؟ آپ کو تو ہر طرح کا خام مال میسر تھا۔ کہنے لگے کہ "حضرت صاحب" جس مقام تک چلے جاتے تھے' وہاں تو عزازیل کے پر بھی جلنے لگتے تھے۔ میں نے کہا آپ کو علم ہے کہ اس سے قادیانیوں کی تسلی ہوتی ہے نہ عام لوگوں کی' اس لیے ذرا کھل کر بات کیجئے۔ کہنے لگے تم میرے بیٹوں کے برابر ہو۔ تم سے کیا بات کروں لیکن تمہارے اصرار پر حلفاً کہتا ہوں کہ ایک مرتبہ مرزا محمود احمد نے محفل رنگ و شباب سجائی ہوئی تھی کہ موذن نے آکر روایتی انداز میں آواز لگائی "حضور نماز کے لیے" یعنی نماز کا وقت ہوگیا ہے تو حضور نے جو بڑے موڈ میں تھے' کہا:

اک تے تہاڈیاں نمازاں نے لیہہ ماریا اے

یہ جملہ کمرہ خاص میں بیٹھے ہوئے تمام رندان بادہ خوار نے سنا اور کھلکھلا کر ہنس

پڑے اور پھر موذن کو کہہ دیا گیا کہ نماز "پڑھا دی جائے" حضور مصروف ہیں۔ چودھری صاحب کہتے ہیں کہ یہی وہ لمحہ تھا کہ میں نے اس کنم کدہ کو چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا اور ایسی توبہ کی کہ پھر قادیان و ربوہ کا رخ تک نہ کیا اور اگرچہ میری معاشی اور معاشرتی زندگی پر اس کے بڑے تباہ کن اثرات مرتب ہوئے ہیں مگر زہر ہلاہل کو قند کہنے پر تیار نہیں ہوں۔

اس سے اس خانوادہ کو نعوذ باللہ نبوت' رسالت' امامت اور اہل بیت کے مقام تک پہنچانے والے خود سوچ لیں کہ کیا انگور کو کبھی حنظل کا پھل لگ سکتا ہے اور اگر نہیں تو پھر مرزا غلام احمد کیسے "نبی" ہیں کہ جس اولاد کو وہ ذریت مبشرہ قرار دیتے رہے اور ان کے قصیدے لکھتے ہوئے یہاں تک کہتے رہے کہ

یہ پانچوں جو کہ نسل سیدہ ہیں
یہی ہیں پنجتن جن پر بنا ہے

وہ اپنی بدکرداری اور اپنی اندرونی محفلوں میں اسلامی شعائر کا مذاق اڑانے میں اس مقام تک چلی گئی کہ اس کا تصور بھی کسی مسلمان کے حاشیہ خیال میں نہیں آ سکتا۔

لارڈ ملی اور ظفر اللہ خاں

○ لاہور کے سیاسی و سماجی حلقوں کے لیے چودھری نصیر احمد ملی المعروف لارڈ ملی کا نام اجنبی نہیں۔ وہ ون یونٹ کے دوران مغربی پاکستان کے وزیر تعلیم رہے اور پھر انہوں نے پنجاب کلب میں اپنا ایسا مستقل ڈیرہ بنایا کہ یہ ان کی دوسری رہائش گاہ بن کر رہ گئی۔ ان کا تھوڑا ہی عرصہ ہوا' انتقال ہوا ہے۔ ان کے بیٹے چودھری افضال احمد ملی ایڈووکیٹ لاہور بار کے رکن ہیں۔ لارڈ ملی مرحوم نے ترقی پسندی سے لے کر بقول ممتاز کالم نگار رفیق ڈوگر آخری عمر میں مذہب کی طرف مراجعت کا بڑا طویل سفر کیا لیکن انہیں قریب سے جاننے والے جانتے ہیں کہ وہ جھوٹ نہیں بولتے تھے اور کسی

واقعہ کے بیان میں ان کی ذات بھی ہدف بن جاتی تھی تو وہ اسے بچانے کی کوشش نہیں کرتے تھے۔

ایک مرتبہ کلاسک پر کھڑے کھڑے بات چل نکلی تو میں نے ان سے چودھری ظفر اللہ خاں کے کردار کے بارے میں پوچھا تو کہنے لگے طالب علمی کے دور میں میں نے شاہنواز (شاہنواز موٹرز اور شیزان والے) سے اس بارے میں پوچھا تو چونکہ وہ میرے بہت قریبی دوست اور عزیز تھے' اس لیے بے ساختہ کہنے لگے یار وہ تو جب آتا ہے' جان ہی نہیں چھوڑتا اور اس نے مجھے اپنی بیوی کے طور پر رکھا ہوا ہے۔ لارڈ ملی نے مزید بتایا کہ "انہی ایام میں ظفراللہ خان نے مجھے بھی پھانسنے کی کوشش کی تھی لیکن میں اس کے قابو میں نہیں آیا"۔

یہ ہے جنرل اسمبلی میں قرآن کریم کی تلاوت کرنے والے۔ قائداعظم کا اپنے نام نہاد عقائد و نظریات کی خاطر جنازہ نہ پڑھنے والے اور اپنے آپ کو ایک کافر حکومت کا مسلمان وزیر یا ایک مسلمان حکومت کا کافر وزیر قرار دینے والے کا اصل کردار اور یہ صرف ظفراللہ خاں ہی سے مخصوص نہیں ہر بڑا قادیانی دہرے کردار کا مالک ہوتا ہے۔

امرود کھانے کا مصلح موعودی طریقہ

○ انگریزی اور اردو زبان کو یکساں قدرت کے ساتھ لکھنے کے ساتھ ساتھ فلسفہ سیاست کے علاوہ فلم' موسیقی اور آرٹ پر گہری نگاہ رکھنے والے معدودے چند نامی صحافیوں میں احمد بشیر کی شخصیت اپنی ایک چمک رکھتی ہے۔ وہ اپنے صاف ستھرے کردار' اکھڑپن اور ہر حالت میں سچ کہہ کر اپنے دشمنوں میں اضافہ کرتے رہنے کی عادت کے باوصف حق گوئی و بے باکی میں ایک ایسا مقام رکھتے ہیں کہ اس عہد میں اس کی مثالیں اگر نادر الوجود نہیں تو خال خال ہو کر ضرور رہ گئی ہیں۔ ان سے ایک مرتبہ

قادیانی امت کے مصلح موعود کے عجائب و غرائب کی ذیل میں آنے والے احوال و ظروف کا تذکرہ ہو رہا تھا تو انہوں نے مرزا محمود احمد کے عشرت کدہ خلافت سے آگاہی رکھنے والے اپنے ایک قادیانی دوست کے حوالے سے بتایا کہ مرزا محمود احمد کو معکوس عجمی ذوق کی عادت بھی تھی اور ایک مرتبہ وہ بقول اس قادیانی دوست کے اس عمل سے بھی گزر رہے تھے اور ساتھ ساتھ امرود بھی کھاتے جا رہے تھے۔

احمد بشیر صاحب خدا کے فضل و کرم سے زندہ موجود ہیں اور اس روایت کی تصدیق کر سکتے ہیں۔ میں اس پر صرف یہ اضافہ کرنا چاہوں گا کہ مذہب کا لبادہ اوڑھ کر اس نوع کے افعال سے دل بہلانے والے اور روحانیت کے پردے میں رومانیت کا کھیل کھیلنے والوں کی تو اس خطے میں کوئی کمی نہیں لیکن امرود کھانے کا یہ مصلح موعودی طریقہ ایسا ہے کہ شاید ہی نہیں' یقیناً پوری دنیا میں اس کی نظیر نہیں مل سکے گی۔ ایسے شخص کو آپ مفعول کہیں گے یا مفعول مطلق اس کا فیصلہ آپ خود کر لیں۔

مظہر ملتانی مرحوم کی ایک حیران کن روایت

○ مظہر ملتانی مرحوم نے جن کے والد فخرالدین ملتانی کو قادیان میں مرزا محمود احمد کی ناگفتہ بہ حرکات کو منظر عام پر لانے کے لیے پوسٹر لگانے کی پاداش میں قتل کر دیا گیا تھا' مجھے بتایا ایک مرتبہ ان کے والد محترم اپنے ایک دوست سے گفتگو کرتے ہوئے انہیں مرزا غلام احمد کے داماد نواب محمد علی آف مالیر کوٹلہ کے بارے میں یہ بتا رہے تھے کہ انہیں اواخر عمر میں کوئی ایسا عارضہ لاحق ہو گیا تھا کہ وہ اپنی کوٹھی کی سیڑھیاں نا کتخدا لڑکیوں کو اہرام سینہ سے پکڑ کر چڑھتے تھے لیکن اپنے خاندان کی خواتین کو سخت ترین پردے میں رکھتے تھے اور انہیں پالکیوں میں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتے تھے۔ یاد رہے کہ جب مرزا غلام احمد نے ان سے اپنی نوجوان بیٹی مبارکہ بیگم بیاہی تو ان کی عمر

ستاون سال تھی اور حق مہر بھی ستاون ہزار ہی رکھا گیا تھا اور نواب مالیر کوٹلہ کو اپنے تفصیلی عقائد کو بھی برقرار رکھنے کی اجازت دے دی گئی تھی۔

قاضی اکمل اور مرزا بشیر احمد

○ قاضی اکمل بڑی معروف شخصیت تھے۔ اب تو عرصہ ہوا ھاویہ میں پہنچ چکے ہیں۔ جس زمانے میں راقم الحروف ربوہ میں بسلسلہ تعلیم مقیم تھا۔ چند مرتبہ ان کے پاس بھی جانا ہوا۔ وہ صدر انجمن احمدیہ کے کوارٹرز میں رہتے تھے۔ بواسیر کے مریض تھے۔ اس لیے لیٹے ہی رہتے تھے اور ان کے پہلو میں ریڈیو مسلسل اپنی دھنیں بکھیر تا رہتا تھا۔ یہ خبیث الطرفین شخصیت ہی وہ ہے' جس نے مرزا غلام احمد کے عہد میں خود ان کے سامنے اپنی یہ نظم پیش کی تھی' جس کے یہ اشعار زبان زدعام ہیں:

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں
اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شان میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل
غلام احمد کو دیکھے قادیان میں

ان کو ملنے کے لیے گئے تو نصر اللہ ناصر میرے ساتھ تھے۔ اگر ان کا حافظہ جواب نہ دے گیا ہو یا ملازمت کی مجبوریاں زیادہ نہ بڑھ گئی ہوں تو وہ تصدیق کر سکتے ہیں کہ قاضی اکمل نے تفنن طبع کے طور پر یہ واقعہ سنایا کہ ایک مرتبہ ہم چند دوست مرزا بشیر احمد کے پیچھے قادیان سے باہر سیر سپاٹے کے دوران نماز پڑھ رہے تھے۔ مرزا بشیر احمد نے امامت کروائی اور ابھی وہ نماز میں ہی تھے تو میں نے کہا "اوئے وضو کیتا سائی" یہ ہے قادیانی نماز------

جب میں لاہور آیا تو مظہر ملتانی مرحوم نے قاضی اکمل کے اپنے ہاتھوں کا لکھا ہوا

ایک شعر مجھے دکھایا جو ایک طویل نظم کا حصہ تھا۔ وہ شعر مجھے اب بھی یاد ہے جو یہ ہے:

بدن اپنا پھر آگے اس کے ڈالا

توکلت علی اللہ تعالیٰ

اس قادیانی کی خباثت کا اندازہ لگائیں کہ وہ اسلامی شعائر کی توہین کرنے میں کس قدر بے باک تھا۔ ایک دوسرا شعر بھی قاضی اکمل کے اپنے ہینڈ رائٹنگ میں مظہر ملتانی مرحوم نے مجھے دکھایا تھا لیکن وہ اس قدر خستہ تھا کہ اس کا صرف ایک ہی مصرع پڑھا جا سکتا تھا۔ جو یہ ہے:

نہ چیخ مارو حبیب میرے کہ ہو چکا ہے دخول سارا

اب اگر قادیانی امت کے نام نہاد "صحابیوں" کی یہ حالت ہے تو پھر ان کے "نبی صاحب" "خلفا" اور دوسرے "اہل بیت" کی کیا حالت ہو گی' اس کا اندازہ کرنا مشکل نہیں۔

مرزا ناصر احمد نے اپنے ہی پوتے کے اغوا کا منصوبہ بنالیا

○ ربوہ میں چارسدہ کی ایک ممتاز دیرینہ احمدی فیملی رہائش پذیر تھی۔ مرزا ناصر احمد کو پتہ نہیں کیا سوجھی کہ اس نے اپنے بیٹے مرزا لقمان احمد کا نکاح اس خاندان کے سربراہ کو باصرار راضی کر کے ان کی صاحبزادی سے کر دیا۔ یہ لڑکی ایک انتہائی شریف اور وضع دار خاندان سے تعلق رکھتی تھی۔ "قصر خلافت" میں آگئی تو اس نے اپنے خاوند' اس کے والد مرزا ناصر احمد اور دیگر افراد خانہ کی اصل "روحانیت" اور "احمدیت" کا حقیقی عکس دیکھا تو اس کے لیے ایک پل بھی یہاں رہنا ناممکن ہو گیا۔ ناچار اس شریف زادی نے ساری داستان اپنے گھر والوں کو بتائی اور مرزا لقمان احمد سے طلاق لے لی۔

اس عرصہ میں ان کے ہاں ایک بیٹا تولد ہو چکا تھا۔ مرزا لقمان احمد نے مرزا ناصر احمد کی شہ پر اس بیٹے کو اغوا کر کے اسے فوری طور پر لندن سمگل کرنے کا منصوبہ بنایا اور اس کے لیے نہ صرف پاسپورٹ تیار کروایا گیا بلکہ ویزہ بھی حاصل کر لیا گیا۔ لیکن "خاندان نبوت" سے ہی قریبی تعلق رکھنے والے ایک معروف و متمول شخص نے نہایت خاموشی سے یہ اطلاع درانی صاحب کو پہنچا دی اور وہ اپنے بچوں کو بڑی مشکل سے ربوہ سے نکالنے میں کامیاب ہوئے۔ اب یہ لڑکا رضوان پشاور کے ایک کالج میں زیر تعلیم ہے مگر "خاندان نبوت" کے غنڈے وہاں سے بھی اسے اغوا کرنے کے چکر میں رہتے ہیں مگر مقامی مسلمان طالب علموں' اساتذہ اور پرنسپل کی خصوصی نگہداشت کے سبب وہ ابھی تک اس میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اس کی ایک وجہ رضوان کے عزیز و اقارب کا پوری طرح چوکس رہنا ہے۔ اگر وہ کہیں ربوہ میں ہی رہائش پذیر ہوتے تو پتہ نہیں قادیانی غنڈے ان کا کیا حشر کرتے اور اس بستی میں کوئی ایک شخص بھی سچی گواہی دینے کے لیے تیار نہ ہوتا۔

جب تک حکومت ربوہ کی رہائشی زمین کی (جو کراؤن لینڈ ایکٹ کے تحت کوڑیوں کے مول لی گئی تھی) لیز ختم کر کے لوگوں کو مالکانہ حقوق نہیں دیتی اور وہاں کارخانے لگا کر روزگار کے مواقع پیدا نہیں کرتی' ایک ہی اقلیت کے تسلط کے باعث یہاں غنڈہ گردی ہوتی رہے گی اور قانون بے بس اور لاچار رہے گا۔

عروسہ گیسٹ ہاؤس

○ جنرل ضیاء الحق مرحوم کے زمانے میں "خاندان نبوت" کے معتوب امیدوار "خلافت" مرزا رفیع احمد کے ایک انتہائی قریبی عزیز پیر صلاح الدین جو بیوروکریسی میں ایک اعلیٰ عہدے پر فائز رہے ہیں' راولپنڈی میں عروسہ گیسٹ ہاؤس کے نام سے فحاشی

کا ایک اڈہ چلاتے ہوئے پکڑے گئے' جس پر ان کا منہ کالا کیا گیا اور اس کی روسیاہی کی تصویریں تمام قومی اخبارات میں شائع ہوئیں۔ جس کو اس بارے میں کوئی شک ہو' وہ "نوائے وقت" اور "جنگ" کے فائلوں میں یہ تصویر دیکھ سکتا ہے۔

فیر چندہ کتھے دیاں گے

○ قادیانی امت نے ماڈرن گداگروں کا روپ دھار کر اپنے مریدوں کی جیبیں صاف کرنے کے لیے چندہ عام' چندہ جلسہ سالانہ' چندہ نشرو اشاعت' چندہ وصیت' چندہ تحریک جدید' چندہ وقف جدید' چندہ خدام الاحمدیہ' چندہ انصار اللہ' چندہ اطفال الاحمدیہ' چندہ بہشتی مقبرہ اور اس طرح کے بیسیوں دیگر چندے وصول کرنے کے لیے گداگری کے اتنے کشکول بنائے ہوئے ہیں کہ عام قادیانیوں سے جینے اور مرنے کا بھی ٹیکس وصول کر لیا جاتا ہے اور خود تو "خاندان نبوت" کے افراد اندرون ملک اور بیرون ملک عیاشانہ زندگی بسر کرتے ہیں لیکن اپنے مریدوں کو سادگی اور "احمدیت" اور "اسلام" کے فروغ کے لیے سادگی اختیار کرنے کی تلقین کرتے رہتے ہیں۔

اس مسلسل کنڈیشننگ کا یہ عالم ہے کہ عام قادیانی اسے بھی زندگی کا حصہ خیال کرنے لگ پڑتے ہیں۔ ماسٹر محمد عبداللہ ٹی آئی سکول کے ہیڈ ماسٹر تھے۔ انہیں اس بات کا یقینی اور قطعی علم ہو گیا کہ یہ مدرسہ خلیفہ جی اور ان کے حواریوں کو خام مال سپلائی کرنے کی نرسری ہے تو انہیں یہ باتیں زبان پر لانے کی پاداش میں جماعت سے ہی نہ نکالا گیا بلکہ مذہبی جاگیرداریت کا مظاہرہ کرتے ہوئے انہیں شہربدر بھی کر دیا گیا۔

جب ان سے پوچھا گیا کہ آپ پھر "احمدیت" پر ہی تین حرف بھیج دیں کیونکہ اس کے رہنماؤں کے احوال و ظروف سے تو آپ کو بخوبی آگاہی ہو چکی ہے تو وہ کہنے لگے "اے گل تے ٹھیک اے پر فیر چندہ کتھے دیاں گے؟"

لاہوری پارٹی کے سابق امیر مولوی صدر الدین نے جب وہ قادیان میں ٹی آئی ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر تھے تو انہوں نے بھی اسی صورت حال کو ملاحظہ کیا تھا۔ ماسٹر عبداللہ اور مولوی صدر الدین نے ایک دوسرے کو ملنا تو درکنار شاید دیکھا بھی نہ ہو لیکن ان کے بیانات میں مطابقت قادیانیوں کے لیے قابل غور ہے۔

یادوں کا کارواں----چند مزید جھلکیاں

۱۔ آغا سیف اللہ مربی "سلسلہ عالیہ احمدیہ" جو کئی سال تک ۸۷ سی ماڈل ٹاؤن لاہور میں "تبلیغی فرائض" انجام دیتے رہے ہیں۔ جامعہ احمدیہ میں تعلیم کے دوران ہی اپنے مخصوص ایرانی ذوق کی وجہ سے خاصے معروف تھے اور سیالکوٹ کے نواحی قصبے کے ایک دوسرے طالب علم نصیر احمد سے ربط و ضبط کی وجہ سے رسوائی کی سرحدوں تک پہنچے ہوئے تھے۔ موخر الذکر کو قدرے بھاری سرینوں کی وجہ سے نصیر احمد "ڈھولکی" کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ آغا سیف اللہ نے میرے سامنے بوجوہ واضح طور پر یہ تو تسلیم نہیں کیا کہ ان کے نصیر احمد کے ساتھ تعلقات کی نوعیت کی تھی لیکن اتنا ضرور بتایا کہ ایک دوسرے مربی صاحب داؤد احمد حنیف نے نصیر احمد سے "کرم فرمائی" کی استدعا کی تھی لیکن انہوں نے آغا صاحب کو بتا دیا' جس پر انہوں نے داؤد احمد حنیف کو خوب ڈانٹ ڈپٹ کی جو بالواسطہ اشارہ تھا کہ قادیانی امت کے قواعد و ضوابط کے مطابق کسی دوسرے کی جولانگاہ میں اس طرح کا کھلا تجاوز درست نہیں۔ آخر اجازت لے لینے میں ایسی کون سی قباحت ہے۔

موصوف نے یہ بھی بتایا کہ وہ اپنے ایک ایم۔ ایس سی دوست سے بھی مسلسل فیض یاب ہوتے رہتے ہیں اور انہیں اس بات پر خصوصی حیرت ہے کہ مرد و زن اور دو مردوں کے درمیان جنسی مراسم میں کوئی فرق نہیں ہے۔ کیونکہ سارا پراسس بالکل

ایک جیسا ہے۔ پھر پتہ نہیں لوگ ایک کو جائز اور دوسرے کو ناجائز کیوں سمجھتے ہیں؟
انہوں نے فن طفل تراشی کی کراہت کو کم کرنے کے لیے یہ بھی بتایا کہ مجید احمد سیالکوٹی مربی سلسلہ نے انہیں دوران تعلیم ہی "سلوک" کی ان منازل سے کچھ آگاہی بخشتے ہوئے کہا تھا کہ میر داؤد احمد آنجہانی سابق پرنسپل جامعہ احمدیہ جو "حضرت مصلح موعود مرزا محمود احمد خلیفہ ثانی" کے نہایت قریبی عزیز اور میر محمد اسحاق کے بیٹے تھے' انہیں بھی اس خاندانی علت المشائخ سے حصہ وافر ملا تھا اور موصوف (مجید احمد سیالکوٹی) کو افسر جلسہ سالانہ میر داؤد احمد کے ساتھ کئی سال تک پرنسپل اسسٹنٹ کے طور پر ڈیوٹی دیتے ہوئے بعض بڑے نادر تجربات ہوئے اور اسی تعلق میں انہوں نے یہ بھی بتایا "ایسے ہی ایک موقع پر رات کے پچھلے پہر جب سب اپنی اپنی ڈیوٹی سے تھک ہار کر سستانے کے لیے لیٹے تو میر داؤد احمد نے میرے شجر حیات کو پکڑ کر اپنی رانوں کے درمیان رکھ لیا اور اسی عالم میں میں نے ان سے یہ وعدہ لیا کہ وہ مجھے اندرون ملک مربی بنا کر نہیں رکھیں گے بلکہ کسی بیرونی ملک میں بھجوادیں گے اور پھر انہوں نے اپنا یہ وعدہ پورا کر دیا۔

راقم یہ گزارش کرنا ضروری سمجھتا ہے کہ مجھے فنون کثیفہ کی اس صنف کے ایک اور ماہر جامعہ احمدیہ کے پرانے طالب علم صادق سدھو نے بتایا کہ میر داؤد احمد انہیں تخلیہ میں بلا کر اکثر پوچھا کرتے تھے کہ تم سلسلہ اغلامیات کے یہ مرحلے کس طریقے سے طے کرتے ہو۔ اس پس منظر میں یہ کہنا نامناسب نہ ہوگا کہ ان کمزور لمحات میں اگر مجید احمد سیالکوٹی میر داؤد احمد سے کچھ اور بھی منوا لیتے تو شاید وہ اس سے بھی انکار نہ کرتے اور یوں قادیانی کام شاستر کے کچھ نئے آسن بھی سامنے آجاتے۔

خیر یہ چند جملے تو یونہی طوالت اختیار کر گئے۔ تذکرہ ہو رہا تھا آغا سیف اللہ صاحب کا جو آج کل قادیانی امت کے ناقوس خصوصی "الفضل" کے پبلشر ہیں۔ انہوں نے راقم الحروف کو خود بتایا کہ ان کی اہلیہ جو "خاندان نبوت" سے بڑی عقیدت رکھتی ہیں' ایک مرتبہ خلیفہ ثانی کے اس "حرم پاک" سے ملنے گئیں جو بشری مہر آپا کے نام سے

معروف ہیں۔ تو جب تکلفات سے بے نیاز ہو کر کھلی ڈلی گفتگو شروع ہوئی تو موصوفہ نے کسی لگی لپٹی کے بغیر کہا کہ ان کا تو رحم ہی موجود نہیں ہے۔ یہ رحم کس طرح "معجزانہ" طور پر غائب ہوا تھا اور عصمت کے اس ویرانے میں کس انداز میں "رویا و کشوف" کی چادر چڑھا کر اس معاملے کو ٹھپ کر دیا گیا اور اندھے مریدوں اور مجبور عقیدت مندوں سے اس پر کیونکر "زندہ باد" کے نعرے لگوائے گئے۔ اس اجمال کی کسی قدر تفصیل پہلے آ چکی ہے۔ اس لیے مزید طوالت سے اجتناب کرتے ہوئے اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے ورنہ یہ حقائق پر مبنی واقعات اتنے زیادہ ہیں کہ اگر انہیں پوری تفصیل سے لکھا جائے تو گنیز بک آف ورلڈ ریکارڈز کے کئی ایڈیشن اسی کے لیے مخصوص ہو کر رہ جائیں۔

وہ لوگ جو طنزاً کہتے ہیں کہ اکثر و بیشتر مسالک و مکاتب فکر کے دینی مدرسوں میں فقہی موشگافیاں جدا جدا سہی، مگر عملی نصاب (کورس) ایک ہی ہے۔ وہ جامعہ احمدیہ کو اس فن میں وہ مقام دینے پر مجبور ہوں گے کہ پورے وثوق سے کہا جا سکے گا کہ یہاں سے "احمدیت" کی تبلیغ کے جو "چراغ" روشن ہو چکے اور ہو رہے ہیں، وہ کون کون سی تاریک راہوں کو منور کریں گے اور "احمدیت" کا "نور" کس طریقے سے پھیلائیں گے۔

شہر سدوم کا نوحہ

عمر علوی ایڈووکیٹ

پتھروں کی برستی ہوئی چھاؤں میں کون ستائے گا
ایک قصہ سنانے کی خاطر
ان راہروں کا
جو چلے شہر امید کو
اور صحرا میں بھٹکے ہوئے پھر رہے ہیں
جن کے اونٹوں کے کوہان سب گل چکے
اور محمل نشینوں کے ننگے بدن
باد صرصر کا ایندھن ہوئے
پتھروں کی برستی ہوئی چھاؤں میں کون سا اجنبی آگیا
ایک قصہ سنانے کی خاطر
ان طلسمات کا
خواہشوں سے سلگتے ہوئے
شہزادوں کے دھڑ جن میں پتھر ہوئے

اگر وہ منسوخ ہو گئی ایسا ہو جاتا کہ .. لوگ سمجھتے رہے تو اسکو
اپنے میٹھے پھل لگنے لگ گئے ۔ اگر میں اس درخت کے پھل گنواؤں تو
یہ جگہ کافی نہ ہوگی ۔ ہم آپ نے اسکو برکت بخشی اور ہر لحاظ سے
بخشی ۔ اسکو منسوخ کرنے والے نورِ ایمان سے محروم رہیں گے
ہم آپ کے دلی ممنون ہیں ۔

مجھے اس خیال سے یہ چند حروف لکھنے پڑے ہیں کہ شاید یہ آپ
کی ہدایت کا موجب ہوں ورنہ میں [illegible]
اسکے جواب کی طرف مائل نہ ہوتا ۔ والسلام ۔

[illegible]
(مرزا عبدالحق)
امیر جماعت ہائے احمدیہ
سابق صوبہ پنجاب وبہاولپور

۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم

10644
24/4/66

محترم شفیق الرحمن خان صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط کافی عرصہ ہوا ہے ملا تھا چونکہ کچھ دنوں میں دورہ پر تھا
اسلئے جلد جواب نہ دے سکا

آپ نے اپنے خط میں جو دل آزار مفتریانہ باتیں لکھی ہیں انکو
میں حوالہ بخدا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ ہی اسکا فیصلہ فرمائے گا اس امر
کا بہت افسوس ہے کہ آپ قرآن کریم کی تعلیم سے بالکل لاعلم
ہیں ان لوگوں کو جن باتوں کو آپ نے بیان کیا ہے قرآن
کریم نے جھوٹا قرار دیا ہے آپ سورۃ نور پر غور کریں

۶

اسکی آیت ۱۲۰ - ۱۳۰ میں صاف طور پر ایسے لوگوں کو جھوٹا اور کاذب
فرمایا گیا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی گواہی ہے جب آپ اللہ تعالیٰ کی گواہی
قبول نہیں کرتے تو میری گواہی اسکے مقابل کیا حیثیت رکھتی ہے
یہ یقین رکھیں اور جیسے اسبارے میں کوئی بھی شبہ نہیں کہ قیامت
کے دن میرا گریبان آپکے ہاتھ میں نہیں ہوگا میرا خدا یقیناً
اس ذلت سے بچائے گا میں نے اسکی اتنی عنایات دیکھی ہیں
کہ میں اس بارہ میں شبہ کر ہی نہیں سکتا ہاں اگر آپ نے ان
باتوں سے توبہ نہ کی اور قرآن کریم کے فیصلہ کو جو سورۃ نور میں بیان
ہوا ہے قبول نہ کیا تو آپ کا گریبان قیامت کے دن میرے ہاتھ
میں ہوگا اور آپ اسوقت کی رسوائی سے بچ نہیں سکیں گے انشاء اللہ
والسلام مرزا رضا

24616
19/X/66

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شفیق الرحمن خان صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے دوسرے خط کا میرا جواب وہی ہے جو پہلے لکھ دیا ہے۔ ایمان نہ
جیسا توکل اپنے حافظ و ناظر عالم الغیب اور قدرتوں والے خدا پر ہو، اسے
دنیا کی کیا پروا ہو سکتی ہے۔ دنیا اسے گندہ کہے، حرامکار قرار دے یا جو چاہے
سو کہے۔ اسے اس سے کیا۔ اسے تو اپنے خدا سے واسطہ اور تعلق ہے اور وہ خدا کے
حکم کے خلاف نہیں کر سکتا [struck out] یہی طریق میرے باپ نے اختیار کیا اور
یہی میں بھی بتوفیق الٰہی اختیار کروں گا۔ رہا یہ کہ مرزا حنیف الدین یا کسی اور رشتہ دار نے
ایسی بات کی ہے تو اول تو یہ بات جھوٹی اور خلاف عقل معلوم ہوتی ہے اور اگر

۸

صحیح ہے تو بھی جس نے ایسا کہا وہ جھوٹا ہے کیونکہ قرآن کریم اسے جھوٹا قرار دیتا
ہے مثلے کیا آپ کو معلوم نہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر انکی اپنی بہن نے ایسا الزام لگایا
تھا کیا حضرت نوح علیہ السلام کے اپنے مریدوں اور قریبیوں نے ان پر اس کا بڑا مکر
الزام نہیں لگایا کہ انہوں نے شراب کے نشہ میں اپنی ہی بیٹی سے کیا تو بھی
کی اور کیا حضرت سلیمان پر اسکے ہی کسی محفل الزام نہیں لگایا گیا کہ نعوذ باللہ وہ بھی
کر بت پرستی کرتے تھے اور داؤد اوریا کو قتل کرا کے اسکی بیوی سے زنا کیا۔ کیا
آپ نے ان الزامات کو جو ان معصوموں اور پاکبازوں پر لگائے گئے
اور انکے اپنے مریدوں اور قریبیوں کی طرف سے لگائے گئے سچا مانتے ہیں
اور دل میں نہایت ہی کفر رکھتے ہیں اگر کسی سچا نہیں مانتے تو یونہی ایسا
نام قرآن کریم انہیں جھوٹا قرار دیتا ہے میں بھی اسی وجہ سے ان لوگوں وغیرہ نے میرے
پیر پیا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور پیر پیا ذکر کے پاکبازوں پر الزام لگائے گئے ہیں جھوٹا اور مردود سمجھتا
سمجھتا ہوں کیونکہ قرآن کریم انہیں جھوٹا قرار دیتا ہے والسلام [illegible]

خلیفہ قادیان کا کچا چٹھا

حیا سوز افعال کا ارتکاب
ایک قادیانی خاتون کا سنسنی خیز بیان

(نقل مطابق اصل)

میں میاں محمود (موسیو بشیر خلیفہ قادیان) کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتی ہوں۔ وہ لوگوں میں زہد ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ وہ کس قدر بدنیت رکھتے ہیں۔ میں نے اکثر اپنی سہیلیوں سے سنا کرتی تھی کہ وہ (موسیو بشیر) بڑے زانی شخص ہیں مگر مجھے اعتبار نہیں آتا تھا کیونکہ ان کی ہوشیار صورت اور نیچی شرمیلی آنکھیں یہ ہرگز اجازت نہ دیتی تھی (دیتیں) کہ ان پر ایسا بڑا الزام لگایا جا سکے۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ میرے والد صاحب نے جو ہر کام کے لئے حضور سے اجازت حاصل کیا کرتے ہیں اور بڑے مخلص احمدی ہیں۔ ایک رقعہ حضرت صاحب کو پہنچانے کے لئے دیا جس میں ایک کام کے لئے اجازت مانگی تھی۔ خیر میں رقعہ لیکر گئی۔ اس وقت میاں صاحب نئے مکان (قصر خلافت) میں مقیم تھے میں نے اپنے ہمراہ ایک لڑکی لی جو وہاں تک میرے ساتھ گئی اور ساتھ ہی واپس آگئی۔ چند دن بعد مجھے پھر ایک رقعہ لیکر جانا پڑا۔ اس وقت بھی وہی لڑکی میرے ہمراہ تھی۔ جونہی (جونہی) ہم دونوں میاں صاحب کی نشست گاہ میں پہنچے تو اس لڑکی کو کسی نے پیچھے سے [illegible] میں [illegible] ہو گئی۔ میں نے رقعہ پیش کیا اور جواب کے لئے عرض کیا مگر انہوں نے فرمایا کہ ابھی میں تم کو جواب دیتا ہوں۔ ٹھہرو مت باہر ایک دو آدمی میرا انتظار کر رہے ہیں ان سے مل آؤں۔ مجھے یہ کہہ (کر) کہ اس کمرے کی باہر کی طرف چلے گئے جس میں میں [illegible] میاں صاحب تھی چند منٹ کے بعد آیا تھا پیچھے کر کے) تمام کمروں کو قفل لگا کر اندر تشریف لے آئے میں داخل ہوئے اور اس کا بھی باہر کا دروازہ بند کر دیا اور چٹخنیاں لگا دیں جس کو دیکھ کر میں گھبرا گئی [illegible] میں یہ حالت دیکھ کر سخت گھبرائی اور طرح طرح کے خیال دل میں آنے لگے۔ آخر میاں صاحب نے مجھ سے چھیڑ چھاڑ شروع کی اور مجھے بد فعلی (فعل) کرانے کو کہا۔ میں نے انکار کیا آخر انہوں نے زبردستی مجھے پلنگ پر گرا کر میری عزت برباد کر دی اور ان کے منہ سے اس قدر بدبو آرہی تھی کہ مجھکو چکر آگیا اور وہ گفتگو بھی ایسی کرتے تھے کہ بازاری آدمی بھی ایسی نہیں کرتے۔ ممکن ہے جسے لوگ شراب کہتے ہیں انہوں نے پی ہو کیونکہ ان کے ہوش (ہوش) حواس (حواس) بھی درست نہیں تھے۔ مجھے دھمکایا کہ اگر کسی سے ذکر کیا تو تمہاری بدنامی ہوگی مجھ پر کوئی بھی شک نہیں کریگا۔ یہ ہے خلیفہ قادیان کا چال چلن۔ ایسے شخص میں روحانیت کیسے ہو سکتی ہے۔ جو کچھ میں نے لکھا ہے اگر اس میں ذرہ بھی جھوٹ ہو تو اللہ تعالیٰ کی مجھ پر لعنت ہو۔ اگر میاں صاحب مباہلہ کرنا چاہیں تو سب سے پہلے اس کام کیلئے میں تیار ہوں۔ بعد میں میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مریدوں کو ہدایت (ہدایت) دے اور (مسلمانوں کو) ایسے پیر کی بیعت سے محفوظ رکھے جو خود (خود) گندگی اور ضلالت کے گڑھے میں گرا ہوا ہے

ماخذ و مراجع

- اخبار "مباہلہ" قادیان
- "ارمغان قادیان" از مولانا ظفر علی خان
- "کمالات محمودیہ" مرتبہ مظہر الدین ملتانی
- "پیر باپ کی پاکیزگی کے خلاف مرید بیٹے کا حلف سے گریز"
- "مرزا محمود خلیفہ ربوہ کی مالی بے اعتدالیاں"
- "ربوہ کا مذہبی آمر" از راحت ملک
- "میں نے مرزائیت کیوں چھوڑی؟" از خلیل احمد صدیقی
- "فتنہ انکار ختم نبوت" شائع کردہ شیخ محمد اشرف، تاجر کتب، لاہور
- "شہاب ثاقب" از ثاقب زیروی
- "سیرۃ ام طاہر" شائع کردہ مجلس خدام الاحمدیہ، ربوہ
- "تریاق القلوب" از مرزا غلام احمد
- "اعجاز احمدی" از مرزا غلام احمد
- "جنگ مقدس" از مرزا غلام احمد
- "سیرۃ المہدی" از مرزا بشیر احمد ایم۔ اے
- ہفت روزہ "نصرت" کراچی، 14 مارچ 1979